بلااجازت مصنف کے کوئی صاحب قصد طبع نہ فرماویں

مثنوی

صبح امید

مسدس قومی

مصنفہ
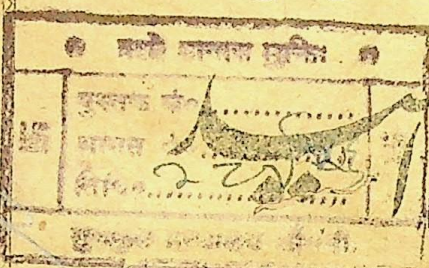
جناب مولانا مولوی محمد شبلی نعمانی پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ

حسب فرمائش

منشی محمد فضل الدین تاجر کتب و مالک قومی دوکان لاہور

بازار کشمیری

طبع ثالث ۱۸۹۲ء قیمت ۲/

رحمانی پریس لاہور

مفید اور دلچسپ کتابیں

یعنی ہندوستان کے مشہور اردو مصنفوں کی تصنیفات

حامیان قوم!

آپ کی لائبریری یا کتب خانہ کی الماریوں میں مندرجہ ذیل کتابیں ضرور ہونی چاہئیں۔ کیونکہ وہ کتابیں قوم کی خستہ حالی کی طرف عوام الناس کو توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ وہ کتابیں ہیں جنہوں نے قوم کے واسطے مسیحائی کا کام کیا ہے۔ یہ وہ کتابیں ہیں جنہوں نے افسردہ دلوں میں تاثیر کی برقی بھر دی ہے۔ یہ وہ کتابیں ہیں جو ملکی اور قومی اغراض کے واسطے اکسیر کا اثر رکھتی ہیں۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ہم کیا ہیں اور ہمیں کیا ہونا چاہئے۔ زیادہ نہیں، تو ایک کاپی کے لئے ارشاد ہو۔ قیمت نقد یا بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل درخواست کے ساتھ دو پیسہ کا ٹکٹ آنے پر مکمل فہرست مفت روانہ ہوگی۔

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
مرأۃ العروس کاغذ ولایتی صفحہ ۲۹۴	سابقہ ۱۵/	اتمام حجۃ یہ رسالہ نظم اصلاح قوم		مناجات بیوہ
مستورات کی خانہ داری کے بیان میں		کے بارے میں ہے۔		قصیدہ الخیاطیہ
توبۃ النصوح کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴۴	۸/	مجموعہ لیکچروں کا مجموعہ	۱۲/	چہار گلزار حالی
تعلیم خدا پرستی میں۔	سابقہ ۶/	بنات النعش ترمیم شدہ زیر طبع ہے	۵/	مثنوی حب وطن
محصنات یعنی فسانہ مبتلا کاغذ ولایتی		ایامی یہ حافظ مولوی ڈپٹی محمد نذیر احمد		مناظرہ رحم و انصاف
صفحہ ۲۱۲ تعداد ازدواج کے بیان میں	۱۰/	خاں صاحب کا جدید تصنیف کیا ناول		دیوان…
ابن الوقت انگریزی وضع اور لامذہبی		یعنی فرضی قصہ ہے جسمیں بیوہ عورتوں		مخمس حسرت تضمین قصیدہ الغا…
کے نقصان میں		نکاح نہ کرنے کی دینی و دنیوی		تضمین ارشد تضمین…
موعظہ حسنہ تعلیم مفید نصیحت فرجام		خرابیاں دکھائی گئی ہیں نام مصنف		مخمس سلیم تضمین…
نامہ و پیام۔	۱۰/	اسکی ضمانت کو کافی ہے اور غرض اصلی		مخمس مجید تضمین شکوہ…
منتخب الحکایات حکایات دلچسپ مع		اس قصے کی تصنیف سے یہ ہے کہ ہوشمند لوگ		مسدس سعید
حاصل مطلب مفید	۵/	نکاح ثانی کی ترغیب دی جائے اس		قصیدہ جریدہ عبرت
…ید مبتدی بچوں کے پڑھنے		قصے کے ضمن میں جیسی جیسی تعلیم		مناجات فیروزی
…و کتاب جس میں انکے لئے		دیکھنے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے	۱۰/	دیوان ذوق مکمل مولفہ آ…
…ین جمع کئے گئے ہیں	۴/	حیات سعدی	۱/	مسلمانوں کی گذشتہ تع…
…العرف صرف نحو		مسدس حالی مع ضمیمہ ترمیم	۹/	مثنوی برکھا رت
…عہ آگرہ۔	۸/	مسدس حالی سابقہ	۴/	مثنوی صبح امید
…ی قواعد فارسی	۲/	شکوہ ہند	۲/	صرف لیکچر اسلام سر سید احمد خاں
…ب میں ہے	۱/	مثنوی حقوق اولاد	۲/	الجزیہ

ف گذارش ولائل ہے
فتنہ سالف تھا جو کچھ
رہ خاک ۔ یا ستارے
میں قال کو ۔ فقہ کو ۔ آدب کو
ہ فسانہائے پاریں ہے
ب مژہ کی نیزہ بازی
ر خیال تھا ہمارا
فیسہ وجود سارا
گرچہ بحر و بر کی
ے دکھائے جب تماشے
بھرایا چشم تر کو
رگ دل کو نیشتر سے
کوچہ تنگ و تار سے ہم
کیے گو ہزار چکر
یا ذکر تھا ۔ تو یہ تھا
ہمیں نہ کچھ خبر تھی
ے تھے بُت بات میں ہم
ئی کمال دینداری
ہمارا ہی چلن تھا
ن کو نہ کر سکے موافق
تو سیکڑوں بنائے
نبوی کی تھی یہ تصویر
ف میں گا یونگی بھرمار

اس طرح کے اور بھی مسائل
وہ لعل تھا یا خزف تھا جو کچھ
اب کچھ نہیں ہاتھ میں ہمارے
ہم ہاتھ سے کھو چکے ہیں سبکو
زلف و خط و خال کے مضامیں
وہ تُرکِ نگہ کی فتنہ سازی
یہ فن ۔ یہ کمال تھا ہمارا
ہر چند کہ ہم نے چھان مارا
لیکن نہ خبر ملی کمر کی
گردوں کے اُڑا دیئے پرچچے
خوں نابہ فشاں کہا جگر کو
نالوں کو لڑا دیا اثر سے ہے
اس پیچ سے اس حصار سے ہم
تا زیست نکل سکے نہ باہر
جولاں گہِ فکر تھا ۔ تو یہ تھا
اوروں کے عیوب پر نظر تھی
ڈوبے تھے تعصبات میں ہم
مؤمن کو بنا دیا جو ناری
زندیق ۔ تو
مومن کو ب
رستے پہ نہ ایک
آپس میں ہر ایک گرم تکفیر
تحریر کہ لعنتوں کا انبار

برپا تھے وہ مسجدوں میں فتنے
آپس میں نفاق کا یہ عالم!
اللہ ری یہ وفورِ غفلت!
باطل پہ فدا۔ تو حق سے بیزار!
دیندار برائے نام تھے ہم
تھے رسم و رواج پر فدا سب
سمجھے نہ ذرا کہ وقت کیا ہے؟
نیرنگیوں پر نہ کچھ نظر کی
کیا پیش ہے؟ کیسی صورتیں ہیں؟
رنگ و روشِ سپہر کیا ہے؟
ہیں چرخ کی اب نئی ادائیں
چھیڑے جو گئے نئے فسانے
پھونکا ہے فلک نے اور افسوں
سیارے ہیں اب نئی چمک کے
اب صورتِ ملک و دیں نئی ہے
سب بھول گئے ہیں سبق کو
تیور جو بدل گئے قضا کے
میخانۂ اولیں ہمارا
وہ لطف کے تذکرے۔ وہ فرصت
وہ سحر و فسونگری زباں کی
وہ درجِ درِ سخن ہمارا
جو زینت و ساز تھے ہمارے
جس باغ کے برگ و ساز تھے ہم

دیکھے نہ سُنے کبھی کسی
یہ اُس سے خفا۔ وہ اِس
سمجھے تھے رواج کو
تقلید پہ کیں بلا کی اول
وابستۂ رسمِ عام۔ وہ
تحقیق سے کچھ غرض
کس سمت زمانہ چل
یعنی کہ ہوا ہے اب
کیا وقت ہے؟ کیا
اب طرزِ خرام ہے
چلنے لگیں اور ہی ہو
نغمہ وہ رہا۔ نہ وہ ترا
اب رنگِ زمانہ ہے
وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک
افلاک نئے۔ زمیں نئی
گردوں نے اولٹ دیا
ڈھنگ اور ہیں چرخِ
وہ جام۔ وہ
وہ گرمیِ انجمن۔ وہ
وہ طرز۔ وہ شوخیاں
گنجینۂ علم و فن
جو مایۂ ناز تھے ہمارے
یعنی کہ چمن طراز تھے

جو دشت تھا سبزہ زار ہم سے
جس بزم کے میگسار تھے ہم
جھونکے جو چلے نئی ہوا کے
وہ بزم رہی۔ نہ جام و ساغر
دیکھی یہ روش تو پھر خردمند
گرنے بھی نہ پائے تھے کہ سنبھلے
طرز و روش زمانۂ حال
یاں اور جو قافلے رواں ہیں
لیکن نقشِ زمیں ہے ہم
گر گر نہ کبھی ابھر سکے ہم
گو غیر اب اہل انجمن ہیں
ابتک ہیں بغفلت آرمیدہ
ہر چند وہ بزم ہے۔ نہ احباب
گو لقمۂ خورِ زمانہ ہیں ہم
اُس گنج گہر پہ ہم ہیں نازاں
قائم جو وہ انجمن نہیں ہے
اب عیب ہیں سب ہنر ہمارے
ازبسکہ ذلیل و خوار ہیں ہم
ہے اوج پہ بختِ بد ہمارا
کیا کوئی سُنے فغاں ہماری!
ہم مایۂ عبرتِ جہاں ہیں
ناچار ہیں خستہ حال ہم ہیں
مٹنے پہ ہے اب نشاں ہمارا

جس باغ پہ تھی بہار ہم سے
جس ملک کے تاجدار تھے ہم
آغوش میں آ گیا فنا کے
یکبار اُلٹ گیا وہ دفتر
ہوتے گئے طرزِ نو کے پابند
بدلا جو زمانہ۔ وہ بھی بدلے
جس ڈھنگ پہ ہی چلی وہی چال
سب بادِ صبا سے ہمعناں ہیں
بیٹھے تھے جہاں اُٹھے ہیں ہم
بگڑے۔ تو نہ پھر سنور سکے ہم
ہم گرمِ فسانۂ کہن ہیں
محوِ چمنِ خزاں رسیدہ
ہم دیکھ رہے ہیں پر وہی خواب
مخمورِ مئے شبانہ ہیں ہم
جس کا کوئی جوہری نہیں ہے
اس نقد کا اب چلن نہیں ہے
ہیں پوچھتے کم گہر ہمارے
افسانۂ روزگار ہیں ہم
دیکھے کوئی جذر و مد ہمارا!
دلدوز ہے داستاں ہماری
ہم تنگِ زمین و آسماں ہیں
عبرتکدۂ زوال ہم ہیں
گم گشتہ ہے کارواں ہمارا

کس ندانست کہ منزل گہِ مقصود کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے مے آید

ماتم تھا یہی - کہ آئی ناگاہ / اک سمت سے اک صدائے جانکاہ
اس شان سے تھی وہ آہِ دلگیر / پہلو میں اثر - بغل میں تاثیر
دل ہاتھ سے لینے میں بلا تھی / جادو تھی؟ فسوں تھی؟ جانے کیا تھی
ڈوبی ہمہ تن جو تھی اثر میں / نشتر سی اوتر گئی جگر میں
جس سمت سے آئی تھی وہ آواز / وہ جلوہ نمائے سحر و اعجاز
جنبش جو ہوئی رگِ اثر کو / دل تھام کے سب اُٹھے اُدھر کو
دیکھا - تو وہاں بجاہ و تمکیں / آیا نظر ایک پیرِ دیرینہ
صورت سے عیاں جلال شاہی / چہرے پہ فروغ صبح گاہی
وہ ریش لطیف کی سپیدی / چھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی
پیری سے کمر میں اک ذرا خم / توقیر کی صورتِ مجسم
وہ ملک پہ جان دینے والا / وہ قوم کی ناؤ کھینے والا
اُٹھتے ہوئے جوش سے برقت / ہے مرثیہ خوانِ قوم و ملت
لب پر ہے فغاں کہ اب بھی جاگو! / اے خوابِ گراں کے سونے والو!
آخر کبتک یہ خوابِ غفلت؟ / اولٹو تو ذرا نقابِ غفلت!
تا چند رہو گے مست و سرشار؟ / اوٹھو! کہ سحر ہوئی نمودار
سوچو تو ذرا! کہ حال کیا ہے؟ / کس خواب میں ہو؟ خیال کیا ہے
غفلت میں جو شب بسر ہوئی ہے / لو اب تو اوٹھو! سحر ہوئی ہے
کچھ تمکو خبر ہے - یا نہیں ہے! / کچھ دل پہ اثر ہے - یا نہیں ہے؟
اغیار کے طنز کو بھی سنکر / لگتے نہیں کیا جگر پہ نشتر
دیکھو تو ذرا یہ حالتِ زار / کیوں قیدِ بلا میں ہو گرفتار

ہو گرد رہِ صفِ پسیں کیوں؟
کیوں تیرِ ستم کے ہو نشانہ؟
کس نے تمھیں اوج سے اُتارا؟
کیوں بار ہو تم دلِ زمیں پر؟
کس پیچ میں رہ گئے ہو پھنسکر
افلاس میں تم جو ہو گرفتار
شکوے ہیں جو بے زری کے تمکو
حرفت کو جو کر چکے ہو غارت

ہر علم و ہنر سے بے خبر ہو
مدخل جو نہیں کمال میں کچھ
افعال جو سخت بتذل ہیں
رونا ہے تمھیں اب آج جنکا
غفلت میں جو خوب سو چکے ہو
دنیا کے نہ کام کے۔ نہ دیں کے
نکبت کی گھٹا ہے سر پہ چھائی
اب عیش نصیب ہے۔ نہ آرام
برباد پڑے ہیں کارخانے
رونق کا اثر نہ عیش کی بو
امید کے دن کی ہو چکی شام
اب وقت اخیر ہے خبر لو!
نا دیدہ وہ قوم کا فدائی
اُٹھتے ہوئے جوشِ دل سے پیہم
افسانۂ غم سُنا کے ٹھہرا

اس بزم میں خوار ہو تمھیں کیوں؟
بگڑا ہے تمھیں سے کیوں زمانہ؟
اقبال نے کیوں کیا کنارا؟
کیوں برقِ بلا گری تمھیں پر؟
کیا ہے کہ اوجڑ گئے ہو بسکر؟
بیٹھے ہو جو نقشِ پا سے بیکار
لالے ہیں جو نوکری کے تمکو
برباد جو ہو چکی تجارت +

صنعت میں جو تم شکستہ پر ہو
وسعت جو نہیں خیال میں کچھ
تدبیر کے دست و پا جو شل ہیں
خود کردہ ہیں کیا علاج انکا!
ہونا جو تھا۔ وہ ہو چکے ہو
افسوس ارے نہ تم کہیں کے
افلاس کی ہر طرف دُہائی +
گھر گھر میں مچا ہوا ہے کہرام
نکبت نے مٹا دیئے گھرانے
اِک خاک سی اُڑ رہی ہے ہر سو
خورشید اب آگیا لبِ بام
جو کچھ کرنا ہے اب بھی کرلو!"
وہ خضرِ طریق رہنمائی
عبرت کا دکھا رہا تھا عالم
سوتوں کو جگا جگا کے ٹھہرا

جادو کی بھری ہوئی وہ تقریر
ترغیب کے ساتھ ساتھ تہدید
کچھ لطف بھی تھا عتاب کے ساتھ
باتوں میں اثر تھا کس بلا کا؟
امید کی بڑھ گئی تگ و تاز
خواہش کے بدل گئے ارادے
وہ دوڑ چلے جو پا بگل تھے
جو تھا وہ عجیب جوش میں تھا
اب ملک کے ڈھنگ تھے نرالے
تعلیم کے جا بجا وہ جلسے
بیتاب ہر ایک جزو کل تھا

ہونٹوں سے ٹپک رہی تھی تاثیر
کچھ یاس - تو کچھ نوید امید
تھا زہر - پہ قند ناب کے ساتھ
اکبار جو رخ پھرا ہوا کا
اونچی ہوئی حوصلوں کی پرواز
ہمت نے قدم بڑھائے آگے
آنند بھی ہوئے جو فسردہ دل تھے
مخمور بھی تھا تو ہوش میں تھا
اخبار کہیں - کہیں رسالے
گھر گھر میں ترقیوں کے چرچے
ہر بار "بڑھے چلو" کا غل تھا

نومیدی از وصالِ تو طاقت گداز بود
صد جا گره زدیم امیدِ بُریده را

اسلام کی حالتِ زبوں کا
تھا صبر و شکیب کا نہ یارا
تدبیرِ مرض کی جستجو تھی
"یعنی روشِ علاج کیا ہو؟
کیا ہو کہ ادھر چلیں فراہم؟
یہ پھانس چبھی ہوئی نکل جائے
وابستۂ غم کی جاں بری ہو
یہ قوم کی بیکسی تو جائے
تھی بسکہ ہر ایک کو یہی فکر

آنکھوں میں جو پھر گیا تھا نقشا
غیرت نے دلوں کو پھر ابھارا
ہر بزم میں اب یہ گفتگو تھی
بیمار کو کس طرح شفا ہو؟
اس قیدِ بلا سے ہوں رہا ہم
بیمارِ اجل ذرا سنبھل جائے
سوکھی ہوئی شاخ پھر ہری ہو
یعنی یہ مریض جی تو جائے"
برسوں یہی بحث تھی، یہی فکر

ہر بزم میں تذکرہ یہی تھا
ہر شخص کا مشغلہ یہی تھا

دانش طلبانِ نکتہ داں نے
عیسیٰ نفسانِ خوش بیاں نے

ترتیب دے بکاوش و کد
بتیس ۳۲ رسالہائے مفرد

لکھے بدلائل و براہیں
اس بحث پہ مختلف مضامیں

وہ نکتہ ورِ حقیقت آگاہ
یعنی مہدی علی دیباچہ

سید اشرف علی ممتاز
مشتاق حسین نکتہ پرداز

اِن کے قلم گہر فشاں نے
آئینِ گذارشِ بیاں نے

آسان کر دی ہر ایک مشکل
تا طے شدہ رہ گئی نہ منزل

جو بحث تھی دلنشیں کی تھی
ہر بات کی چھان بین کی تھی

"اسلام کا وہ عروج شاہی
وہ اوج وہ شان تجملاہی

ایوانِ علوم کی وہ تزئین
تحصیلِ کمال کے وہ آئین

تکمیلِ فنون میں توغل
اکبار پھر اُن کا وہ تنزل"

اس طرح غرض کہ جذر و مد کا
کھینچا تھا وہ ٹھیک ٹھیک نقشا

تصویر سی پھر گئی نظر میں
جاں آگئی قالبِ اثر میں

اسباب و علل سے بحث کی تھی
یعنی کہ "یہ انقلاب نادر

کس بات سے ہے؟ سبب ہوا کیا؟
وہ باعثِ اوج اب ہوا کیا؟"

پھر اصل سخن پہ کی جو تقریر
یعنی روشِ علاج و تدبیر

تحقیق کے طے کیئے مراحل
وا کر دیئے عقدہائے مشکل

تدبیر کی صورتیں بتائیں
جو جو تھیں ضرورتیں بتائیں

القصہ یہ بات کی تھی تسلیم
یعنی کہ علوم نو کی تعلیم

تدبیر شفا جو ہے۔ تو یہ ہے
اِس دُکھ کی دوا جو ہے۔ تو یہ ہے

سہتے ہیں جو یوں غم و تعب ہم
تدبیر یہی ہے بس کہ اب ہم

تقویم کہن سے ہاتھ اٹھائیں
تہذیب کے دائرے میں آئیں

سیکھیں وہ مطالبِ نو آئین
یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقین

تہذیب کے وہ اصولِ نایاب
وہ طرزِ معاشرت کے آداب

وہ گنجِ گرانِ دانش و فن
وہ فلسفۂ جدیدِ بیکن

کیپلر کی وہ نکتہ آفرینی
نیوٹن کے مسائلِ یقینی

اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہوں
ہم بھی اسی کان کے گہر ہوں

جوہر جو کمال کے دکھائیں
اس بزم میں ہم بھی بار پائیں

ہمت کے کھلیں جو بالِ پرواز
اس اوج میں ہم بھی ہوں عناں تاز

گو صعب نہیں ہیں یہ مراحل
ہمکو ہے مگر یہ تازہ مشکل

قائم ہیں جو آج درسگاہیں
جنپر ہیں اُٹھی ہوئی نگاہیں

سرکار سے ہے قیام جن کو
حاصل ہے قبولِ عام جن کو

اوروں کی اگرچہ رہنما ہیں
اُن کے لئے نسخۂ شفا ہیں

جس غم سے مگر تباہ ہیں ہم
اُس زخم کے یہ نہیں ہیں مرہم

اُس درد کی یہ دوا نہیں ہیں
ناخن یہ گرہ کشا نہیں ہیں

پیاسے نہیں ہم اس ابرِ یم کے
درماں یہ نہیں ہمارے غم کے

اپنے تو یہ چارہ گر نہیں ہیں
ہر چند کہ ہیں - مگر نہیں ہیں

تعلیم ہی صرف ہو جو مقصود
کافی ہے یہ جس قدر ہے موجود

اِدبار کے ہیں مگر جو آثار
ہم ایک ہیں اور ہزاروں آزار

ذلت سے بھری ہر ایک شے ہے
اخلاق میں سفلہ پن کی بو ہے

آئینِ معاشرت میں بھی ہم
محتاج ہیں تربیت کے اسدم

تہذیبِ خیال بھی ہے درکار
تحصیلِ کمال بھی ہے درکار

مقصود ہے دولتِ یقیں بھی
تعلیم اصولِ شرع و دیں بھی

تکمیلِ طریقِ پاکبازی
ترویجِ شریعتِ حجازی

درسِ لغتِ عرب کم و بیش
اتنی جسے مشکلیں ہوں درپیش!

پھر غیر سے کیا ہو چارہ جوئی؟ — کس کس کا کرے علاج کوئی؟
تدبیر یہ ہے کہ اب سنبھلکر — ہم آپ کھڑے ہوں اپنے بل پر
وابستۂ غیر تھے اگر ہم — اب آپ ہوں اپنے چارہ گر ہم
اس وحشت کو طے کریں سراسر — ہم آپ دلیلِ راہ بنکر
قایم ہو باتفاق باہم — اک مدرستہ العلوم اعظم
جو قوم کا مامن و مقر ہو — درماں ہو طبیبِ چارہ گر ہو
وہ کعبۂ آرزو ہمارا — ہر غم میں ہو چارہ جو ہمارا
آئین و اصولِ فن بتائے — آدابِ معاشرت سکھائے
وہ درسگہِ خجستہ انجام — ہو پشت و پناہِ قومِ اسلام
ہر عقدۂ آرزو کرے وا — مرکز ہو ہماری حاجتوں کا
ساماں روائیے غرض ہو — یعنی کہ دوا ہر مرض ہو
درماں ہو مریضِ خستہ جاں کا — مرہم ہو جراحتِ نہاں کا

مشاطہ را بگو کہ براسبابِ حسن یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا بما رسد

والا گہراں قوم نے اب — اک مجلسِ تازہ کی مرتب
دیباچۂ نامۂ سعادت — یعنی وہ خزینۃ البضاعت
رائیں ہوئیں متفق جو سبکی — اب قوم سے یاوری طلب کی
وہ کشتۂ قوم - وہ فدائی — اٹھا لئے کاسۂ گدائی
ایک ایک سے عرض حال کرتا — در در وہ پھرا سوال کرتا
ہر بزم و ہر انجمن میں پہنچا — ہر باغ میں - ہر چمن میں پہنچا
کاوش سے غرض تھی کچھ نہ کد سے — ملتا تھا ہر ایک نیک و بد سے
مردانِ خدا پرست سے بھی — رندانِ سیاہ مست سے بھی

ہر زاہد و بادہ خوار سے بھی
ٹھہرا نہ جو گرمِ سیر ہو کر
مطلب تھا جو خوب و زشت سے بھی
پستی سے ملا فلک کی صورت
صوفی۔ عالم۔ رشید و گمراہ
دانش طلبانِ نکتہ اندوز
مطلب کا ہر اک سے تھا طلبگار
گذرا وہ ہر ایک رہگذر پر
کس بزم میں یہ فغاں نہ پہنچی؟
ہر اک کو یہ ماجرا سُنایا
نالے کیے داغِ دل دکھا کر
کیا کیا نہ مصیبتیں اُٹھائیں
ناکام رہا صدائیں دے کر!
حنظل پائے شکر کے بدلے!
لعل اُسنے دیے۔ شرار پائے!
کیا تلخ ملے جواب اُس کو!
برگشتہ کہا کسی نے دیں سے!
خود قوم کو ہو گئی تھی یہ کد
چرچے تھے یہی زغرب تا شرق
گو ناوکِ ظلم کا ہدف تھا
منظور جو قوم کا تھا اعزاز
دشنام کو وہ دعا ہی سمجھا!
جور اُس نے سہے کرم کے بدلے!

ملتا تھا وہ گل سے خار سے بھی
کعبے بھی گیا وہ دیر ہو کر
گذرا حرم و کنشت سے بھی
ذرّوں میں رہا چمک کی صورت
والا گہر اِن صاحبِ جاہ
کم حوصلگان حیلہ آموز
ہر خوان سے تھا وہ زلّہ بردار
دی اُس نے صدا ہر ایک در پر
آہ اُسکی کہاں کہاں نہ پہنچی؟
ہر بزم میں اپنا راگ گایا
رویا کبھی حالِ غم سُنا کر
ہر طرح کی ذلّتیں اُٹھائیں!
دشنام سُنی دعائیں دے کر!
سنگ اُسکو ملے گہر کے بدلے!
گل نذر کیے تو خار پائے!
کیا کیا نہ دیے خطاب اُس کو!
لعنت کا صلہ ملا کہیں سے!
زندیق کہا۔ کسی نے مرتد!
وہ اپنی ہی دُھن میں تھا مگر غرق
وہ شیفتہ پھر بھی سر بکف تھا
ذلّت پہ بھی اپنی تھا اُسے ناز
وہ درد کو بھی دوا ہی سمجھا!
لطف اُس نے کیے ستم کے بدلے!

ہر چند یہ مشکلیں تھیں در پیش
دل کو نہ رہا تھا آسرا بھی
بیگانہ عزیز و خویش ٹھہرا
یہ زحمتیں گو تھیں ساتھ اُس کے
آگے وہ بڑھا۔ ہٹا کے سب کو
آئے تھے جو سنگِ راہ بنکر
ناکام رہے وہ جنکو تھی لاگ
کی خس نے اگرچہ لاکھ تدبیر
آتش یہ ٹھہر سکا نہ سیماب
باطل کو جو حق نے کر دیا پست
آہوں نے دکھائی اُس کی تاثیر
پُر درد جو اُس کی داستاں تھی
ٹھنڈے ہوئے تھے جو گرم خو بھی
ہمت تھی جو شمعِ راہ اُس کی
ہونی تھی کہ قوم کے پھریں دن
آمادہ ہوے برائے امداد
وہ اوج فزائے شوکت و جاہ
وہ مسندِ عدالت و داد
وہ صاحبِ سیرتِ رضیہ
تھے ملک میں اور بھی جو ذی جاہ
فیاضیوں کے دکھائے آثار
امید نے بھی بر غمِ دشمن
واں بحرِ کرم کو آگیا جوش

گو غیر تھے سب یگانہ و خویش
یاروں میں وفا نہ تھی ذرا بھی
سمجھا جسے نوش نیش ٹھہرا
پُر زور تھے پر جو ہاتھ اُس کے
طے کر کے رہِ طلب کو
سب اوڑ گئے برگِ کاہ بنکر
خاشاک سے دب سکی نہ یہ آگ
صرصر کا نہ ہو سکا عناں گیر
خاشاک سے رُک سکا نہ سیلاب
اب نیست نے پائی صورتِ ہست
کام آئے وہ نالہائے شبگیر
لبریزِ اثر جو وہ فغاں تھی
دل تھام کے رہ گئے عدو بھی
خالی نہ گئی وہ آہ اُس کی
نالے نہ رہے اثر کئے بن
عالی نشانِ صاحبِ داد
سرکار نظام خلد اللہ
یعنی وہ رئیس مصطفےٰ یاد
دستورِ کبیرِ آصفیہ
اسلام کے یاور و ہوا خواہ
یا ابرِ کرم ہوا گہر بار
بھر بھر لئے اپنے جیب و دامن
یاں مطلب و آرزو تھی ہمدوش

پیدا جو ہوا خیالِ غیرت — یہ تھا اثرِ کمالِ غیرت
اِس جوش میں بھر گئے بد و نیک — تھا چور اسی نشے میں ہر ایک
نادار تھا یا کہ اہلِ زر تھا — ہر اک کو یہ مطمحِ نظر تھا
"روشن ہو یہ شمعِ راہِ حاجت — تعمیر ہو قبلہ گاہِ حاجت"
آخر بہزار جاہ و اجلال — طالع ہوا آفتابِ اقبال
روشن ہوئی بزمگاہِ اُمید — نکلا افقِ شرف سے خورشید
قایم ہوا یادگارِ ایّام — وہ مدرستہ العلومِ اسلام
بنیاد کی تھی جو دلربا رسم — کس شان سے یہ ہوئی ادا رسم
مجمع تھا جو اہلِ علم و فن کا — کچھ ڈھنگ نیا تھا انجمن کا
کس شوق سے تھے شریکِ صحبت — عالی منشان قوم و ملّت
جنکو کہ یہ دھن لگی تھی جی سے — پھولے نسماتے تھے خوشی سے
تھا لارڈ لٹن جو صدرِ محفل — فرزانہ و ہوشمند و عاقل
بنیاد کے سنگِ اوّلیں کو — رکھا تو کہا کہ :- "اے عزیزو!
گو سرورِ انجمن ہے یورپ — سرچشمۂ علم و فن ہے یورپ
باایںہمہ جاہ و شوکت و فر — ہے اہلِ عرب کا سایہ پرور
سیکھے ہیں اصولِ فن اُنھیں سے — لی ہے روشِ سخن اُنھیں سے
ہوں آج جو میں شریکِ خضر — رکھتا ہوں جو اِس بنا کا پتھر
مقصود یہ ہے۔ یہ چاہتا ہوں — اوس حق سی کسی قدر ادا ہو
خالق سے دعا ہے اب کہ جاوید — روشن رہے یہ چراغِ امید!
ذرہ ہے تو مہرِ آسماں ہو — قطرہ ہے تو بحرِ بیکراں ہو"

ز شرحِ قصۂ یار رفتہ خواب از چشمِ خاصاں را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می‌خیزد

یہ حاصلِ نالہائے شبگیر٭
یہ اوج وہ خیالِ اُمّید
صد شکر کہ آج بارور ہے
لایا ہے وہ برگ و بار کیسا!
بخت اُس کا جو آج اوج پر ہے
یہ اُس کی ترقیوں کا ہے طور
پہلے سے یہ آب و تاب ہے آج
اِس چشمۂ فیض سے ہے سیراب
دانش طلبانِ قوم اکثر
کس نخل کے یاں ثمر نہیں ہیں
اس باغ میں کوئی آکے دیکھے
ہر چند یہ اوج ہے! یہ شان ہے!
ساماں جو اتنے کچھ بہم ہیں
جس دشت میں فکر ہے عناں تاز
جو پیشِ نہادِ آرزو ہے٭
جس کے لیئے ناصبور ہیں ہم
ناطے شدہ منزلِ طلب ہے
باقی ہیں بہت سے کام ابتک
آتا ہے یہاں جو کوئی ممتاز
اے قوم! کہاں ہے تو کدھر ہے
تو۔ اور مری خبر نہ لے۔ قوم!
جو لوگ دکھا چکے ہیں ہمت
افسوس نتیجہ اُنپہ ہے۔ کہ اب بھی

یہ قوم کی آرزو کی تصویر٭
یہ قوم کا نونہالِ امید٭
جو شاخ ہے اُس کی پُر ثمر ہے
اعدا کو ہے خار خار کیسا!
ہر لحظہ برونقِ دگر ہے٭
کل اور تھا آج ہو گیا اور
کل شمع تھا۔ آفتاب ہے آج
بنگال سے تا حدودِ پنجاب
ہیں جمع ہر اک جگہ سے آکر
کس کان کے یاں گہر نہیں ہیں
اسلام کے ہونہار پودے٭
وہ بات مگر ابھی کہاں ہے؟
ہر چند بہت ہیں۔ پھر بھی کم ہیں
جس اوج پہ ہے ہوس کی پرواز
جس سمت عنانِ جستجو ہے
اُس حد سے ہنوز دور ہیں ہم
امید ہنوز تشنہ لب ہے
تعمیر ہے ناتمام ابتک٭
سُنتا ہے یہ بام و در سے آواز
کیوں حال ہے میرے بخیہ؟
کس نیند میں سو گئی ہے؟ اے قوم!
اُن سے تو نہیں ہے کچھ شکایت
ہیں گم شدہ رہ ترقی!

جلوے جو دکھا رہا ہے ادبار
ابتک بھی جو بر سرِ کجی ہیں ؎
سچ یہ ہے کہ جب ضد آپڑی ہے
گو قوم شکستہ حال ہو جائے
افلاس میں ٹھوکریں بھی کھائے
پوچھے کوئی بد نہ نیک اُس کو
سہنے ہیں پڑے اُسے شب و روز
یاور نہ کوئی - نہ چارہ گر ہو
ہر ایک کے دل پہ بار ہو کر
یہ سب ہو - پر اُن کی ضد نہ جائے
گو قوم پہ لاکھ آفتیں آئیں ؎
جاتے نہیں وہم باطل ان کے
اتنے جو کج خیال ہوتے ؎
سچا ہے اگر ہے بغض للہ
کچھ آپ ہی انتظام کرتے
باتیں نہ فقط بنا کے رہتے
اسلام کی دوستی تو یہ تھی
یہ وقت جو آپڑا ہے مشکل
اِک عرضہ گہ قبول و رد ہے
یاں حال کھلے گا اپنے اُن کا
اے مدعیانِ حبِ اسلام!
دعوے ہیں - تو کچھ ہنر دکھاؤ!
دیکھو ارہ جستجو یہی ہے!

اوہام غلط میں ہیں گرفتار
گو اپنے ہیں - پھر بھی اجنبی ہیں
پھر قوم کی اُن کو کیا پڑی ہے!
برباد ہو - پائمال ہو جائے
اغیار کے ناز بھی اُٹھائے
ٹھکرائے چلے ہر ایک اُس کو
اغیار کے طعنہ ہائے دلدوز
ہاں خوار - تو اور خوار تر ہو ؎
مٹ جائے ذلیل و خوار ہو کر
حق بات کبھی نہ دل میں آئے
ممکن ہے کہ یہ ذرا بدل جائیں؟
پتھر سے بنائے ہیں دل ان کے
کیوں آج شکستہ حال ہوتے؟
وہ خادمِ قوم اگر ہے گمراہ ؎
اسلام کو نیکنام کرتے
جو منہ سے کہا دکھا کے رہتے
الفت کی دلیل تھی تو یہ تھی
ہاں پردہ کشائے حق و باطل ؎
معیارِ تمیزِ نیک و بد ہے ؎
دنگل ہے وفا کے امتحاں کا
حجروں میں تو اب کہو نہ آرام!
ہمت کے قدم ذرا بڑھاؤ!
میدان یہی ہے! گو یہی ہے!

اندازِ عرب اگر ہے خو میں! — باقی ہے وہ جوش اگر لہو میں!
موقع ہے یہی ہنر دکھاؤ! — جو کہتے تھے آج کر دکھاؤ!
کر دو جو گذشتہ کی تلافی! — ثابت ہو زمانے پر کہ اب بھی
گو دورِ فلک ہوا دگرگوں — پھر بھی تو رگوں میں ہے وہی خوں!
اسلاف کے وہ اثر ہیں اب بھی! — اس راکھ میں کچھ شرر ہیں اب بھی!
اس حال میں بھی روش وہی ہے! — دن ڈھل بھی گیا تپش وہی ہے!
اس جام میں ہے شراب باقی! — اب تک ہے گہر میں آب باقی!
گو خوار ہیں طرز و خو وہی ہے — مرجھا گئے پھول - بو وہی ہے!

هٰذا - وَلَقَدْ بَلَّغْتُ اَقْصاهُ
فَاسْعَوا! وَتَوَکَّلْ عَلَی اللهِ!

راقم

سرگذشتِ عہدِ گل را ہم ز شبلیؔ[1] بشنو
عندلیبِ آشفتہ تر گفت ست این افسانہ را

[1] اصل میں یہ شعر نظیری کا ہے۔

قومی مسدس

جس کو جناب مصنف مثنوی نے قومی تھیٹر علیگڈھ میں اپنے پُردرد و پُرسوز لہجہ میں پڑھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آجکی رات یہ کیوں جمع ہیں احباب ہم
نوجوانان ہنرپرور و ارباب ہمم
کچھ سمجھ میں نہیں آتا جو یہ سب سمجھے ہیں
ہے گمان انکو کہ آیا ہے تھیٹر کوئی
اس سبھا میں بھی نظر آئیگا اندر کوئی
نقل وہ ہوگی کہ دیکھی سنی ہوگی کبھی

کوئی کہتا ہے تھیٹر تو نہیں ہے لیکن
راتیں کاٹی ہیں اسی شوق میں تارے گن گن
کچھ نہ کچھ تازہ کرامات تو ہوگی آخر
دوستو کیا تمہیں سچ مچ تھا تھیٹر کا یقیں
نظر آئیگی جو سوتی ہوئی اک زہرہ جبیں
قوم کی بزم کو یوں کھیل تماشا سمجھے

ہائے افسوس کہ ہو قوم تو یوں خستہ و زار
نہ معالج ہو کوئی پاس نہ سرپر غمخوار
واں تو یہ حال کہ مرنے میں بھی کچھ دیر نہیں
نوحۂ غم ہے یہاں نغمۂ عشرت کیسا
ہے جنوں خیز یہ ہنگامۂ عبرت کیسا

بھیڑ کیا ہے نظر آتا ہے یہ کیسا عالم
جوق کے جوق چلے آتے ہیں کیسے پیہم
شاید اس بزم کو یہ بزم طرب سمجھے ہیں
یا کہ اس میں بھی تماشا ہے یہ بڑھکر کوئی
مسخراپن کے بھی آئے گا مقرر کوئی
سیر وہ آج کرینگے کہ نہ کی ہوگی کبھی

ساز و نغمہ بھی نہو یہ تو نہیں ہے ممکن
دیکھیں کیا سیر دکھاتے ہیں بزرگان کہن
بوڑھے عمروں میں کوئی بات تو ہوگی آخر
کیا یہ سمجھے تھے کہ پردہ کوئی ہوگا رنگین
آئیگا پھول کے لینے کو ارم کا گلچیں
ہائے گر آپ یہ سمجھے بھی تو [illegible] سمجھے

مرض الموت میں جس طرح سے کوئی بیمار
نظر آتے ہوں دم نزع کے سارے آثار
آپ ادھر سیر تماشے سے بھی سیر نہیں
ہے یہ عبرت کا سماں جوش مسرت کیسا
قوم کا حال ہے غفلت کی بدولت کیسا

ہے عجب سیر اگر دیدۂ بینا دیکھے
ہائے کیا سین ہے یہ بھی کہ گروہ شرفا
قوم کی عقدۂ مشکل کے جو ہیں عقدہ کشا
قوم کے خوابِ پریشاں کی جو تعبیریں ہیں
بانیِ مدرسہ وہ سید والا گوہر
شبلی غمزدہ وہ شاعرِ اعجاز اثر
نہ تکلف ہے کچھ انداز نہ کچھ جاہ کی شان
اپنے رتبوں کا نہ کچھ دھیان نہ کچھ وضع کا پاس
گرچہ سب کہتے ہیں حاصل نہیں کچھ بھی جبر یاس
غرض مطلب کی ہے تصویر سراپا انکا
انکا ہر لفظ ہے اک مرثیۂ جان فرسا
تہا بڑا اے قوم جو اب تک ہے ہنر تو نے دیکھا
گرچہ تدبیر بھی ہمسے نہیں کچھ کیجاتی
یوں بھلانیکو تو ہم دل سے بھلاتی ہیں مگر
وہ بھی اک دن تھا کہ جس سمت سے تو جاتا تھا گذر
تو کبھی روم میں قیصر کو مٹا کر آئی
تھے نقیبوں میں ترے دولت و اقبال و حشم
ایشیا کا [illegible] کیا تو نے مرقعہ برہم تو
کر دیا دفترِ تاتار کو ابتر تو نے
کون تھا جس نے کیا فارس و یونان تاراج
کسکو کسریٰ ہی نے دیا تخت و زر و افسر و تاج
تجھ پہ اے قوم اثر کرتا ہے افسوں جنکا
ہمنے مانا بھی کہ دل سے یہ بھلا دیں قصے

دیکھنا ہو جسے عبرت کا تماشا دیکھے
صاحب افسر و اورنگ تھے جنکے آبا
ایکٹر ہیں کہ وہ اسٹیج پہ ہیں جلوہ نما
ایکٹر یہ نہیں عبرت کی تصویریں ہیں یا
وہ مینیجنگ کمیٹی کے معزز ممبر
اور یہ نوبادۂ اقبال کے سب برگ و ثمر
بزم میں آتے ہیں اس حال سے اللہ کی شان
دوستوں سے نہ جھجک اور نہ دشمن سے ہراس
ہائے کیا دھن ہے کہ پھر بھی تو نہیں ٹوٹتی آس
ہاتھ خود کاسۂ دریوزہ ہے گویا انکا
قوم کی شان دکھاتی ہے ایک ایک ادا
اپنے بگڑے ہوئے انداز کا پورا خاکا
ہائے حالت بھی تو تیری نہیں دیکھی جاتی
یاد آجاتے ہیں پھر بھی ترے اگلے جوہر
ساتھ چلتے تھے جلو میں ترے اقبال و ظفر
کبھی یورپ میں نئے فتح اٹھا کر آئی
تیرے حملوں سے دہل جاتا تھا سارا عالم
جا کے یورپ کے افق پر بھی اوڑایا پرچم
نیزہ گاڑا تھا جگہ گاہ ستر پر تو نے
کس کی آمد میں فدا کر دیا جیپال نے راج
کسکے دربار میں تاتار سے آتا تھا خراج
یہ وہی تھے کہ رگوں میں ہے ترے خوں جنکا
یہ سمجھ لیں کہ ہم ایسے ہی تھے اب ہیں جیسے

یہ بھی منظور ہے ہمکو کہ ہمارے بچے
کبھی بھولے بھی سلف کو نہ کریں یاد مگر
مرو و شیراز و صفاہان کے وہ زیبا منظر
مصر و غرناطہ و بغداد کا ایک اک پتھر
ان کے ذرّے نہیں چمکتے ہیں وہ جوہر اب تک
ان سے سُن لے کوئی افسانہ یاران وطن
تیرے ہی نام کا اے قوم یہ گاتے ہیں بھجن

دیکھنے پائیں نہ تاریخ عرب کے صفحے
یادگاروں کو زمانہ سے مٹا دیں کیونکر
بیت حمرا کے وہ ایوان وہ دیوار و در
اور وہ دہلی مرحوم کے بوسیدہ کھنڈر
داستانیں انھیں سب یاد ہیں ازبر ان کا
یہ دکھا دیتی ہیں آنکھوں کو وہی عہد کہن
تیرے ہی نغمہ پُر درد کے ہیں یہ ارگن

پوچھتا ہے جو کوئی ان سے نشانی تیری
یہ سنا دیتے ہیں سب نام کہانی تیری

تمت بالخیر

نام کتاب	قیمت
الف لیلہ	۱۲
مناجات ہندی	۱/
معمول احمدیہ	۴/
مطالعہ فطرت	۱۵/
شفاء الامراض	عہ/
نوبہار ادب اردو	۱۲/
ہدیہ اقبال	عہ/
نامہ خسرواں	۱۸/
کاغذات کارروائی انتظام	۱۸/
ایضاً خورد	۱۴/
بحر الجواہر اردو	للعہ
فتنۂ راز	۱۴/
ضرب المثل	۱۲/
دیوان یاس	۱عہ
ممتاز	۲عہ
فسانہ عجائب	۱۸/
الف لیلہ ہزار داستان	[illegible]
ترجمہ بہار دانش	۱۲/
وصال یار	۱۸/
میزان عدل	عہ/
طریق دولت	عہ/
گلدستہ عیش	۱۲/
چرسو کی کربلا	۱/
گوہر تفتیش	۱۸/
تواریخ کشمیر	[illegible]
فرحت	۱۴/
فضیلت	۱۲/
علو نفیس	عہ/
ظہیر الادب	۱۴/
سیر کشمیر	۱۵/
زبانی حساب	۱۴/
رہبر کامل	۱۵/

نام کتاب	قیمت
زبدۂ جواہر	۱۰۲
خیر المقال	عہ/
داستان امیر حمزہ	۸/
خزینۂ لغت	۱۴/
خمسۂ اقبالیہ	عہ/ ۱۴
جواہر حکمت	عہ ۱۲
وقائع تلنبیات	۹/
شراب خانہ خراب	۱۲/
فخر الحکمت	۱۸/
رسالہ گر	۱/
فضل الباری پانچ پارے قیمت فی پارہ	عہ/
توبۃ المخمورین	۱۴/
رسالہ تعمیر عمارت	عہ/
برکات الاسلام	۱۰۲
آئینہ سکندری	۱۸/
پانچ سو لطیفے	۱۸/
آئینہ سوزاک	عہ/
سوانح عمری ابوالفضل	۱۲/
ایضاً جیمس واٹ	۱۲/
نصائح	۱/
تاریخ جلسہ قیصری	صہ/
واضح العاشقین مع پند نامہ	۱۲/
طوطا مینا کا جھگڑا	۱/
جواہر فریدی	۳عہ
گلزار فریدی	۱۸/
مرآۃ العاشقین	عہ/
فوائد السالکین	۱۴/
مراج السالکین	۱۸/
بڑھاپے کی شادی	۱/
ارشید الوقر	۱/

نام کتاب	قیمت
ایک شمارہ لکچر اسلامی تصوف پر	۱/
رسالہ خواجہ محمد پارسا	۱/
شرح نقش الفصوص مع شرح	۱/
براہین عزیزیہ	۱۴/
جواہر صمدیہ	عہ/
صورت الخیال	۱۸/
دین اسلام ترجمہ فقہ اسلام	۱۳/
ولایتی انگریز نومسلمانوں کا مفصل حال	۱/
تحفہ بے نظیر دیوان حافظ کا ترجمہ	۱۶/
جہانگیر شکسپیر کی مشہور کہانیاں	
کا اردو ترجمہ	عہ/
اتالیق	۱۸/
رسالہ آدمی گر	۱۸/
البرٹ بل	۱۸/
اقتصادی رسائل جو انگریزی	۱۸/
نماز اور اس کی حقیقت	۱۴/
گلدستہ رسالہ	[illegible]
انتشارہ دینی النساء	۱۶/

سلسلہ تعلیم اسلام مصنفہ مولوی رحیم بخش صاحب

نام کتاب	قیمت
قاعدہ اسلام	۱۸/
اسلام کی پہلی کتاب	۱/
دوسری	۱۲/
تیسری	۱۰۲
چوتھی	۱۳/
پانچویں	۱۵/
چھٹی	۱۰۳
ساتویں	۱۰۵
آٹھویں	۱۶/
نویں	۱۰۶

فضل الدین تاجر کتب قومی لاہور بازار کشمیری

هو المستعان

الاُخُوّت

یعنی

نظم انعامی مُصنّفہ چودھری خوشی محمّد طالب العلم الیف اے کلاس

حسبُ الحکم

جناب مسٹر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ صاحب پروفیسر مدرستہ العلوم مُسلمانان علیگڈھ

بفرمائیش

منشی فضل الدّین تاجر کتب قومی۔ لاہور۔ بازار کشمیری

سنہ ۱۸۹۲ء

مطبع وکٹوریہ پریس لاہور

قیمت مجلد (۲ر)

الاُخوّت

یعنی

نظم العامی مُصنّفہ چودھری خوشی محمدؐ طالب العلم الیف - اے کلاس

حسب الحکم

جناب مسٹر ٹی - ڈبلیو - آرنلڈ صاحب پروفیسر مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڈھ

مُعنون

بنام نامی مولینا مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر مدرستہ العلوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونصلی علیٰ رسولہ محمدٍ وّٰالہٖ واصحابہٖ اجمعین

ہمارے مدرستہ العلوم کے معزز پروفیسر مسٹر ارنلڈ نے سالگذشتہ سے ایک انعام بیس روپیہ کا اپنے کالج مین شاعرانہ مذاق ترقی دینے کے لئے مقرر فرمایا ہے ۔ مگر یہ وہ شاعری نہین جسکی شان من وو "وَيَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ" آیا ہے اونکا مدعا یہ ہے کہ ہمارے شاعر فرضی معشوقون کی محبت چھوڑکر اور زلف مسلسل کی زنجیرین توڑکر صحیفۂ فطرت شاعرانہ نگاہون سے دیکھین اور صفحۂ دل پر قدرتی تماشا گاہونکا فوٹو لین - اور راست بیانی کی تصویر کھینچکر لوگون کے دلون کو صید کرین ؎ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ✦ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ✦ نظم ہذا کو موضوع " اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" صاحب موصوف کا تجویز کیا ہوا ہے - اسمین خاکسار کو یہانتک تو کامیابی ہوئی کہ انعام ملگیا مگر شاعری کا دعویٰ کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے -

جن صاحبون کو طالب علمونکی کم فرصتی اور مختلف مضامین کی بھرمار سے بخوبی واقفیت ہے مین امید کرتا ہون کہ وہ میری غلطیون اور فرد گذاشتون کو معاف فرمادین گے - مین طالب علمی کی حیثیت سے اپنے تئین شاگرد اور دنیا بھر کو استاد سمجھتا ہون جو صاحب بنظر شفقت کچھ اصلاح دینگے مین اونکا تہ دل سے مشکور رہونگا -

خاکسار خوشی محمدؐ

الاخوّت

عزیزون کو بھولا نہین وہ زمانہ
کہ تھا ایک عالم مین اُپنا فسانہ

یہ تاریخ مین ہے شہادت ہماری
کہ خیر الامم تھی جماعت ہماری

اخوّت کی اک طرفہ معجون ہم تھے
ہم شیر و شکّر عرب اور عجم تھے

خدا نے کیا تھا یہ انعام ہم پر
یہ پیغام لایا تھا اسلام ہم پر

یہ تھی اپنے ہادی کی معجز بیانی
کہ پتھّر عرب کے کیے جسنے پانی

وگرنہ بلاخیز یہ سرزمین تھی
خصومت قبائل کی نقش نگین تھی

ہر اک گھر کی وان رسم و ملّت الگ تھی
عبادت مین ہر بُت کی اُمّت الگ تھی

سدا گرم تھی بزم پیکار اُون کی
سدا تشنہ خون تھی تلوار اُون کی

گھمنڈ اونکو تھا اپنی قزّاقیون پر
وہ اِتراتے تھے اپنی ناچاقیون پر

جو سب بھائی بندون مین خونخوار ہوتا
وہ اِنکے قبائل کا سردار ہوتا

اگر بیٹھتے تو سمجھنا تھا مشکل
اُلجھنا تھا آسان سُلجھنا تھا مشکل

خمار بے محل دُشمنی بے سبب تھی
عجب فتنہ انگیز خاکِ عرب تھی

دلون پر اثر کچھ تھا آب وہوا کا — کہ تھا آدمی خوار آدمی کا آدا
چلاتے مین جھونکے تھے بادِ خزان کے — بکھرتے مین ذرّے تھے ریگِ روان کے
وہان خون ناحق تو اک دل لگی تھی — درندون مین اولادِ آدم ملی تھی
چلانے مین حلقوم دختر پہ خنجر — پدر سنگدل تھے تو بے رحم مادر

غرض قتل و غارت کا طوفان بپا تھا
عرب دردِ انسان سے ناآشنا تھا

مگر نوبت اسلام کی جب کہ آئی — کچھ ایسی گھٹا ابر رحمت کی چھائی
کہ سب دھل گئے دشت و صحرا عرب کے — کدورت سے سینے ہوئے پاک سب کے
جو آنکھون سے نخوت کا پردہ اوٹھایا — تو دیکھا جسے اسکو اپنا ہی پایا
عجب کو ملی نسخہ تھا کیمسٹری کا — کیا جسم و جان ایک۔ سو ساٹھی کا
ہوئے سب تھے مخدوم و خادم برابر — کہ کھاتے تھے شاہ و گدا ایک خوان پر
انھین یاد ہوگی اخوت ہماری — جو فاروقؓ کی دیکھتے تھے سواری
ہوئی دین اسلام کی جب سلامی — تو کیا صاحبی اور کیسی غلامی
گلا فقر کا تھا نہ دولت کی مستی — کہ یکسان ہوئی تھی بلندی و پستی
اگر بھائی بندون کو محتاج پاتے — تو اہلِ کرم اپنا گھر بار لٹاتے
تواضع تھی دولت کی انکی نشانی — حکومت کو سمجھے تھے وہ پاسبانی
فدا ہوتے تھے میزبان میہمان پر — تھی دلمین محبت تو وہ بلکہ زبان پر

سفر مین نکچھ فقر و فاقے کا ڈر تھا — جہان رات آئی وہین اپنا گھر تھا

غرض ہر جگہ خوان یغما بچھا تھا — عرب اُن دنون ایک ہما نستر تھا

عزیزون نے خالق سے جب لَو لگائی — تو وحدت اخوت کو ہمراہ لائی

جو خالق کو اپنے نہ پہچانتے وہ — تو آپس کے رشتہ کو کیا جانتے وہ

کوئی قبض سے کوئی خرطوم سے تھا — کوئی شام سے تھا کوئی روم سے تھا

وہ جب حلقۂ اہل ایمان مین آیا — عزیزون نے آنکھون پہ اُسکو بٹھایا

برستا ہے جب ابر رحمت سے باران — بکھرتے ہین صحرا مین قطرے ہزاران

مگر جب وہ دریا مین بہتے ہین ملکر — عیان ایک صورت مین ہوتے ہین یکسر

آنچہ بر مالک عالم را بود بفروختند
یک ہمین نقد محبت بود در بازار ما

مکمل کیا انکا ایمان خدا نے — اخوت سکھائی کتاب ہدیٰ نے

"کہ مومن ہین آپس مین سب بھائی بھائی — رکھو بھائیون سے دلون مین صفائی"

"اگر دو گروہون مین فتنہ بپا ہو — تو اصلاح مابین فرض اپنا سمجھو"

"اگر اک تغلب کرے دوسرے پہ — لڑو اوس سے کمزور کے ساتھ ہوکر"

"غرض بھائی بندون کی بگڑی بنا دو — فساد اور فتنے کو ملکر مٹا دو"

"جو یہان بیج نیکی کا بو جاؤگے تم — تو وہان جاکے پھولا پھلا پاؤگے تم"

"اگر بھائیون پر کچھ احسان کرو تم — تو بدلے مین اُسکے نہ آزار دو تم"

؎ یہان مختلف مقامات سے آیات قرآنی کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

"اگر اپنے کچھ بار منت رکھوگے — تو نیکی کو اپنی اکارت کروگے"

"یہ ہے روز جزا مومنو آنے والا — کہ محسن کا ہوگا وہان بول بالا"

"مدد کچھ نہ پونہچے گی یار آشنا سے — نہ کچھ کام نکلے گا بیع و شرا سے"

"کوئی گر توانا کوئی ناتوان ہے — تو اس سے ہماری غرض امتحان ہے"

کہ دولت مین دیکھین مروت تمھاری — غریبی مین دیکھین قناعت تمھاری

"برابر یہان ور نہ شاہ و گدا ہے — فضیلت اوسی جسکو خوف خدا ہے"

غرض حق نے "اعداء سے اخوان بنایا"

اخوت کو بنیاد ایمان بنایا

کیا ایلچی ہم پہ خیر الوریٰ کو — رسول امین خاتم انبیا کو

"شفیع" "مطاع" "نبی" "کریم" — "قسیم" "جسیم" "نسیم" "وسیم"

مجسم وہ تصویر شرم و حیائی — وہ انسان کی صورت مین رحمت خدا کی

وہ احباب پر دل فدا کرنے والا — وہ دشمن کے حق مین دعا کرنے والا

یتیمو پہ لطف و عطا کرنے والا — غریبون پہ جود و سخا کرنے والا

وہ اسلام کا گھر بنا دینے والا — جہالت کی بنیاد ڈھا دینے والا

کیا نیک و بد سے خبردار ہم کو — کیا نسل آدم کا غمخوار ہم کو

خلائق پہ شفقت ہمین یون سکھائی — "کہ کنبہ خدا کا ہے اوسکی خدائی"

"جو کنبے سے اوسکے مروت کریگا — تو اوس سے خدا بھی محبت کریگا"

لہ یہان پر بعض احادیث کا ترجمہ کیا گیا ہے ۱۲

"جو اہلِ زمین پر کرے مہربانی
سدا اوس پہ ہو رحمتِ آسمانی"

"مسلمان جو اپنے لئے چاہتے ہین
وہی غیر کے واسطے چاہتے ہین"

"مسلمان وہ ہے جسکی دست و زبان سے
اذیت نہ کوئی مسلمان کو پونہچے"

"کرو اہلِ اسلام سے تم بھلائی
کہ مومن ہین آپسمین مان جائے بہائی"

"برادر کا اپنے جو غمخوار ہوگا۔
تو اوسکا خدا بھی مددگار ہوگا"

"وہ محروم ہے رحمتِ ایزدی سے
نہین رحم کرتا جو بندون پہ اوسکے"

"خلایق سے بہتر ہے آزار سہنا
نہ تنہا پڑے کنج خلوت مین رہنا"

"مریضون کی جاکر عیادت کرو تم
مصیبت مین غمخوار اونکے رہو تم"

"مسلمان سب اعضا ہین اِکدوسرے کے
کہ وابستہ ہر ایک ہے دوسرے سے"

"کسی عضو مین ہو اگر بیقراری
بگڑتی ہے ترکیب اندام ساری"

"تفاوت نہ اپنے پرائے مین سمجھو
کہ کافی ہے پیوند اسلام تمکو"

"کہین اہل اسلام سے جب ملو تم
کہو سب سے پہلے "السلام علیکم"

"غرورِ سلف شیوہ جاہلی ہے
کہ اولاد آدم کی سب ایکسی ہے"

"اگر فرق بندون مین ہو تو یہی ہے
کہ یہ اہل ایمان ہے اور وہ شقی ہے"

"نمازون مین شرطِ جماعت ہے ہم مین
کہ یہ بھی طریقِ اخوت ہے ہم مین

کہ آئین منظر اہل اسلام ہرسو
کھڑے سب مسلمان ہون پہلو بہ پہلو

جو خالق کے دربار مین سر جھکا مین
تو بہبودہ قومی کی مانگین دعا ہین

ا۔ پڑھتے وقت مصنف نے مذاق کے طور پر یہ شعر زیادہ کردیا تھا شعر بتاتا ہے کہ طرز اسلام اچھی ہے یا صبح اچھی ہے اور شام اچھی ہے اپ
ذ ہین عیسائیون کے سلام کیطرف اشارہ ہے۔

کہیں جب کہ دیکھیں چپ و راست مڑکر
"وہ سلام اور رحمت خدا کی ہو تم پر"

نمازوں کی تقسیم اوقات ہم ہیں
ہے یہ پنجگانہ ملاقات ہم ہیں

جو بچھڑے ہیں دنیا میں بھائی ہمارے
وہ میدان بطحا میں ملتے ہیں سارے

یہ ہے شرط پہلی طواف حرم کی
کہ یکساں ہو کسوت امیر و خدم کی

"مسلمان ہیں آپس میں سارے برادر"
کوئی دیکھ لے جا کے کوہ صفا پر

غرض جسقدر ہیں عقاید ہمارے
اخوت کی تعلیم دیتے ہیں سارے

"ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست"

تعصب سے ہے پاک سیرت ہماری
کہ لبرل بہت ہے اخوت ہماری

مسیحی جو توحید کو مانتے ہیں
انھیں بزم اخوان میں ہم جانتے ہیں

مسیحا کے ہم وہ محمد کے قائل
ہم اونپر فدا اور وہ ہم پہ مائل

خصوصاً یہ کالج کے اکثر[۱] ہمارے
ہمیں بھائیوں سے بھی بڑھکر ہیں پیارے

عبائے نجیبانہ در بر ہے انکے
فضیلت کی دستار سر پر ہے انکے

یہ ہیں یونین کا سبق دینے والے
اخوت کی کشتی کے ہیں کھینے والے

حمایت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں
حریفوں کے حملے بچائے ہوئے ہیں

کہاں آ کے چمکے یہ لنڈن کے تارے
بس اب جان لو پھر چلے دن ہمارے

۱ ایسے مسیحی دنیا میں حکم غفار کہتے ہیں۔

سے پیارا بہت ہمکو اس بات پر ہے
کہ سب ملک عالم مسلمان کا گھر ہے

پراگندہ ہین گرچہ عالم مین سارے
بہت ہین ابھی نوبہ بازو ہمارے

وہ صحرا سوڈان کے رہنے والے
ہین بھائی ہمارے بہت کالے کالے

وہ گو دیکھنے مین سیہ فام سے ہین
منوّر مگر نور اسلام سے ہین

پڑے ہین قناعت سے ریت اور بن مین
خدا یاد کرتے ہین وہ سادہ پن مین

ٹرفلی مین ٹونس مین الجبریا مین
مراکش مین ایجپٹ مین نوبیا مین

رکیبا مین اور ابی سینیا مین
ملایا مین جاوا مین سوماٹرا مین
(مصر)

سناتے ہین مینار مسجد پہ چڑھکر
سمندر کی لہرون کو اللہ اکبر

بہت اہل اسلام ہین چینیون مین
گھرا دین برحق ہے بے دینیون مین

خدا یاد کرتے ہین گوتم کے گھر مین
تناسخ کا چکر نہین انکے سر مین

وہ ترکان تاتار و تاجیک و دیلم
خوانین کابل امیران کیچہ

ابھی انکے بازو مین قوت ہے باقی
ابھی خون غیرت مین حرکت ہے باقی

عرب تھا جو چشمہ دین ہدیٰ کا
ابھی اسمین آباد ہے گھر خدا کا

ابھی گرمیٔ بزم اسلام ہے وان
ابھی حاج کا جلسۂ عام ہے وان

ابھی اہل بطحا کی عزت وہی ہے
ابھی خاک یثرب کی عظمت وہی ہے

وہ ایران و توران کے شاہی گھرانے
زمانہ کو ازبر ہین جنکے فسانے

فلسطین و شام اور عراق اور ارمن
پرانے ہین نوع انسان کے مسکن

عزیزون سے اپنے ہین آباد سارے
وہ اِسلام کی صورتین اُور غوانی
لرزتے تھے رومن شجاعت سے جنکی
فروزان تھا اسلام کا مہر انور
کبھی اندلس ہین جو جا دیکھتے ہین
مگر قرطبہ[2] مین جو ڈوبا تھا اختر
وہ مرکو تیم کے احباب سارے
وہان تیر پہنچا نہ شمشیر تا پہنچی
غرض اِسطرح گو پریشان ہے سارا

ابھی ان مین لاکھون ہین بھائی ہمارے
ہین سرحد یورپ مین اپنی نشانی
ادھر زار[1] نالان تھا ہیبت سے جنکی
بہت دان پرینیر کی چوٹیون پر
عزیزون کے وان نقش پا دیکھتے ہین
وہ نکلا یورُ پول کی سرزمین پر
ہین ظلمت مین قطب شمالی کے تارے
مگر دین بیضا کی تنویر پونہچی
تلے آسمان کے ہے کنبہ ہمارا

لا[3] تقنطو الدّہر ینثر عقدہ
لیعود احسن فی النظام واجملا

بہت دور تک سیر کی بحر و بر کی
یہ بیٹھی ہین جو صورتین یونین ہین
ہر اک کام مین یار و غمخوار ہین یہ
مدارات کا ہے سدا دور اِن مین

اخوت دکھائین ذرا اپنے گھر کی
بس اک جان واحد ہے ان سب کے تن مین
نشے مین محبت کے سرشار ہین یہ
نرالا اخوت کا ہے طور اِن مین

[1] زار سے زار روس مراد ہے۔ [2] قرطبہ یا کارڈووا ملک اندلس یعنی اسپین مین مسلمانون کا دار الخلافت تھا۔ دوسرے مصرعہ مین یورپ کے نومسلم انگریزون کیطرف اشارہ ہے۔ [3] اسکا ایک شاعر نے ترجمہ کیا ہے ہ
"نہو تو مایوس دل شکستہ بکھر گئے ہین اگر یہ موتی + زیادہ تر حسن و عمدگی سے گوندھینگے بار دیگر یہ موتی"

مجالس میں یہ کھلکھلاتے ہیں ہنکر | نمازوں میں یہ گڑگڑاتے ہیں ہنکر
ذرا دیکھ لیں بانکپن اس چمن کا | نہیں بھولنے کا سماں یو مین کا
ادھر[۱] بزم انجمن کی تنویر دیکھیں | اُدھر راہ کارل کی تصویر دیکھیں
دلوں پر جلالت ادھر چھا رہی ہے | محبت ادھر دل کو گرما رہی ہے
منانے ادھر خیر ہیں باغبان کی | تمنا اُدھر میوۂ بوستان کی
ترنم سرا بلبلِ نغمہ خوان ہے | چمن دیکھکر پھولتا باغبان ہے
نویدِ مسرت صبا لا رہی ہے | نئے باغ امید دکھلا رہی ہے
تڑپتا ہوا ایک سینہ میں دل ہے | کہ افکار قومی میں کس مضمحل ہے

رکھی ہے متاع محبت چھپا کر
کوئی دیکھ لے دِل سے پردہ اُٹھا کر

مگر جب زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں | نظیریں اخوت کی کم دیکھتے ہیں
عزیزوں میں ہے رسم ناآشنائی | محبت میں بھائی ہیں یوسف کے بھائی
بس اب تفرقوں سے ہمارے عیاں ہے | کوئی دم میں مِٹنے کو اپنا نشان ہے
جو تھے ایک دن بزم انجم کے تارے | چراغِ سحر ہیں وہ بھائی ہمارے
بچھوڑے اے اخوت رفاقت ہماری | کہ وابستہ تجھسے امیدیں ہیں ساری
چلے جسکی ساتوں سمندر میں کشتی | وہ اِسلام والوں کی تو ناخدا تھی

[۱] پہلے مصرعہ میں طلباء مدرستہ العلوم اور دوسرے میں سرسید کیطرف اشارہ ہے۔

دلیرون کا تو زور بازو رہی ہے — شجاعون کی تجھسے شجاعت بڑہی ہے
سرون پر سلاطین کے تہا تاج تیرا — گھرون مین کسانون کے تہا راج تیرا
بہت گنج دولت لٹائے تھے تونے — بہت خوان نعمت لگائے تھے تونے
بہت بینواؤن کو پالا تھا تونے — بہت بیکسون کو سنبھالا تھا تونے
بہت غمزدون کو مواسا تھا تیرا — فسردہ دلون کو دلاسا تھا تیرا
موافق ترے چین پاتے رہے ہین — مخالف ترے دکھ اوٹھاتے رہے ہین
ہوئے مرجع خلق الفت سے تیرے — بنے سیّد القوم خدمت سے تیرے
دیا ساتھ تونے تہا ہر بحر و بر مین — نچھوڑ اب عزیزون کی کشتی بھنور مین
بس اب دوستی کا تری امتحان ہے — کہ منزل سے بھٹکا ہوا کاروان ہے
ابھی ہمکو تجھسے امید وفا ہے — کہ قرآن مین پیغام حق آگیا ہے
کہ ہین جب تلک مہر و مہتاب روشن — زمانہ مین پھولیگا احمد کا گلشن

نقش ست بر کتاب ارادت قیام ما
ثبت ست بر جریدهٔ عالم دوام ما

تمّت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہدیۂ تاج گنج

یہ نظم خاکسار نے آگرہ کے روضۂ ممتاز محل پر لکھی تھی مگر چونکہ اسی مضمون پر ایک نظم انگریزی میں بھی لکھی تھی اور کم فرصتی بھی شامل حال تھی۔ اسلئے اسپر غور و فکر کرنیکا موقع نہین ملا۔ مگر بعض احباب کی سفارش سے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔

مسدس

کچھ بتا احوالِ دل اے منزلِ خامش زبان
گنبدِ گردون سے ٹکراتا ہے کیون تیر انشان

کیون نظر آتا ہے وحشت خیز تیرا آستان
کیا سناتی ہے اُسے کچھ درد دل کی داستان

یا گوشش شکوہ ہاے بیوفائی میکنی
وز ندیمانِ کہن یادِ جدائی میکنی

اس تجمل پر ترے یہ رنگ ویرانی ہے کیا
چہرۂ زیبا پہ تیرے چین پیشانی ہے کیا

سازِ مرغانِ چمن میں سوزِ پنہانی ہے کیا
قامتِ رعنا پہ تیرے نقشِ حیرانی ہے کیا

دیدۂ اہلِ بصیرت بر تو خون بارد ہمے
وین جمالِ دلفریبت دل بدرد آرد ہمے

چادرِ مہتاب سے اُجلا ہے پیراہن ترا
یہ ترا حُسنِ دل آرا اور یہ سادہ پن ترا

سبزۂ تر سے زمرد فام ہے دامن ترا
کیا جنون انگیز ہے نکھرا ہوا جوبن ترا

شعلہ برجان مے زند این جلوۂ رخسار تو
دل بغارت مے برد این رونقِ بازار تو

داغِ حسرت رہ گئے جورِ فلک کے یادگار
طلعتِ رخشان پہ تیرے چھا گیا ابرِ غبار

لعل و یاقوت و زمرد کے ترے نقش و نگار
یاد دیتی ہے خزان تیری گلستان کی بہار

از ہمہ خوبان برعنائی یگانہ بودہ
وز جمالِ خویش در عالم فسانہ بودہ

ایک دن تھیں ان گلوں پر بلبلیں نغمہ سرا
کچھ ہی کم شاہوں سے تھے تو تھے ترے گھر کے گدا

تھا تو اُسنجان عالم کا یہاں پر جمگھٹ
سایۂ دیوار تھا کچھ سایۂ بالِ ہما

بحر و کان بود است روزے بندۂ فرمانِ تو
ذرہ رشکِ تختِ سلیمان بود در ایوانِ تو

ایک عالم تھا کبھی تیری اداؤں پر فدا

تیرے مہمانوں سے تھی یہ سرزمین مہمانسرا

تیرہ خاکِ ہند کو جنّت نشان تو نے کیا | اس خراب آباد کو تو نے گلستان کر دیا

آستانت بوسہ گاہِ مانی و بہزاد بود
گردشِ ایّام لیکن بر سرِ بیداد بود

سرو اور شمشاد ہین اب جا بجا ویران ترے | بلبل و قمری ہین دو یاران ہمداستان ترے
بے نوا بے ساز و سامان چند ہین مہمان ترے | ہین کدھر سوتے مکین اے خانۂ ویران ترے

ہر کہ مے آید بذوقِ خواہشِ دیدارِ تو
اشکِ حسرت مے فشاند ہدیۂ دربارِ تو

بچھ رہے ہین سبزۂ شاداب سے بستر ترے | کر رہی ہین جھوم کر شاخین چنور سر پر ترے
فرشِ سیمابی پہ رخشان سیمگون اختر ترے | چاندنی کا ہے سمان اندر ترے باہر ترے

اے صبا از بسکہ بر گرد جہان گردیدۂ
دلستان جائے چنین در باغ عالم دیدۂ

یہ سمان دیکھین اگر جا کر شبِ مہتاب مین | اشکِ شبنم برگِ گل کے دیدۂ پر آب مین
گیسوئے سنبل کا بل کھا نا وہ پیچ و تاب مین | وہ گلے ملنا درختون کا خمارِ خواب مین

جانبِ نہرِ چمن گر یک نظر بینی کنون
بنگری در آب عکس بیضۂ سیماب گون

ہاتھ سے جاتا ہے دل نیرنگ دوران دیکھکر | ہستی موہوم کا انجام و پایان دیکھکر
روضۂ ممتاز کے عبرت کے سامان دیکھکر | صفحۂ دیوار پر آیاتِ قرآن دیکھکر

میکند از گوش مردم پنبۂ غفلت برون
از در و دیوار او مضمون "لایستاخرون"

چار دن کی سیر ہے دنیا کے مہمان کے لئے
ہے قبائے زندگی چاک گریبان کے لئے

چاہیئے کچھ نور عبرت چشم انسان کے لئے
ورنہ چشم و گوش تو یکسان ہین حیوان کے لئے

گاہے گاہے باز خوان این دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

تمت بالخیر

تحفہ

یعنی

قومی نظموں کا مجموعہ ۔ طبی معلومات ۔ مجرب ادویات
مذہبی ۔ تواریخی ۔ تمدنی یا اخلاقی ۔ مفید اور دلچسپ
کتابوں کی فہرست ۔ نصیحت آمیز اقوال ۔

مرتبہ

شیخ شمس الدین امرتسری

سنہ ۱۹۱۳ء

روز بازار سٹیم پریس امرتسر میں چھپا
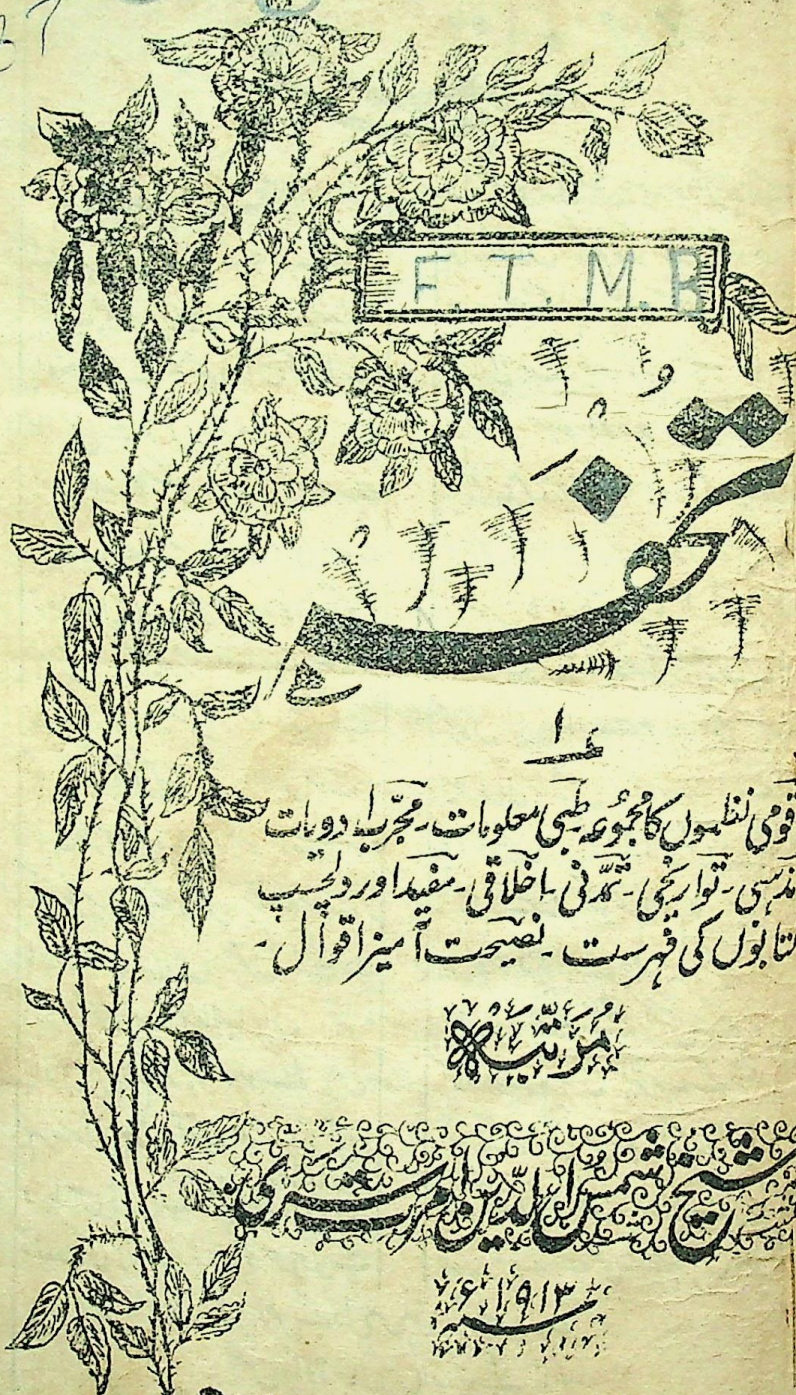
نغمۂ مستانہ

چکیدۂ کلک گوہر سلک جناب خواجہ غلام غوث صاحب بانٹھجی کاشمیری المتخلص بہ سعید سوداگر پشمینہ امرتسری

اے میرے ہمصفیر واسے میرے ہمنوا لو!
خواب گراں سے چونکو لٹد دیکھو بھالو

کیا اب بھی تم وہی ہو جو اس سے پیشتر تھے
منہ دیکھنے کو اپنے ہاں آئینہ منگالو

باد خزاں نے گلشن ویران کر دیا ہے
غنچے کی سمت دیکھو گل پر نگاہ ڈالو

طرز عمل سے تو میں یہ تم کو کہہ رہی ہا مین-
تم بستر اسمیٹو اور بوریا اٹھالو

راحت طلب کا مسکن دار جہاں نہیں ہے
سانچوں میں ہمتوں کے جسموں کو اپنے ڈھالو

اہل طلب کے حق میں غفلت بری بلا ہے
خود بھی بچو تم اس سے اوروں کو بھی بچالو

قوم تباہ اپنی سمجھے ضرورتوں کو-
اصلاح کا طریقہ ایسا کوئی نکالو

بغض وحسد کو چھوڑ دو- افعال بد کو چھوڑ دو-
یہ سانپ ہیں نہ انکو تم آستیں میں پالو

راہ عمل کو مانا دشوار راستہ ہے
کیوں لڑکھڑا رہے ہو اپنے قدم سنبھالو

بیکس کو دیکھ کر کیوں چیں بر جبیں ہوئے ہو
تیغوں کی باڑ میں تم ڈوبے نہ اتنے ڈالو

الفت بھری نگاہ سے دیکھو سوئے یتامے
گودی میں ان کو لیلو آغوش میں بٹھالو

کتنے غریب بچے جاہل پڑے ہوئے ہیں
"تعلیم" دے کے انکو تم کام کا بنالو

باز آؤ اس چمن میں رسموں کے سینچنے سے
یہ تلخ کام پودے جڑ سے اکھیڑ ڈالو

اخلاف کو سکھاؤ عندالبیانیاں تم-
پھل لاؤ میٹھے میٹھے گلشن کے نونہالو

پردیس میں ہم آکر برباد ہو گئے ہیں-
کرنا مدد ہماری یثرب کے رہنے والو

بہر رسوم چھوڑ دو تقلید فیشنوں کی-
منت کے طوق[1] ہیں یہ ان کو اتار ڈالو

دریا میں ڈوبتی ہے کشمیریوں کی کشتی-
اے ناخداؤ اٹھو- لٹھکے اسے بچالو

غفلت کی نیند چھوڑو جاگو سحر ہوئی ہے
قلب سعید سے بھی اے مہربان دعا لو

اہل وطن کے دل میں ہوتا اثر نہیں ہے
دھس جاؤ آسماں میں اب تیر بنکے نالو-

[1] مراد کار نکٹائی وغیرہ-

محمد علی خاں
Mohd Ali Khan

تخم کی کمزوری سے کھیت بار آور نہیں ہوتا۔

نظم

طوطیٔ ہند ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اقبال ایم اے پی ایچ ڈی
بیرسٹرایٹ لا مدظلہ

آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
دنیا کے بتکدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سایہ میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
اے آب رود گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا
اے ارض پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم
ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا
اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

نمود صبح

آتی ہے مشرق سے جب ہنگامہ در دامن سحر
منزل ہستی سے کر جاتی ہے خاموشی سفر
محفل قدرت کا آخر ٹوٹ جاتا ہے سکوت
دیتی ہے ہر چیز اپنی زندگانی کا ثبوت
چہچہاتے ہیں پرندے پا کے پیغام حیات
باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرام حیات
مسلم خوابیدہ! اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو
وہ نکل آئی سحر! اگرم تقاضا تو بھی ہو

بھوک سے کم کھانا اور پیاس سے کم پینا صحت کا راز ہے۔

دورۂ عالم میں رہ پیما ہو مثلِ آفتاب
دامنِ گردوں سے ناپیدا ہوں یہ داغ سحاب

کھینچکر خنجر کرن کا پھر ہو سرگرمِ ستیز
پھر سکھا تاریکیِ باطل کو آدابِ گریز

تو سراپا نور ہے زیبا ہے عریانی تجھے
اور عریاں ہو کے لازم ہے خود افشانی تجھے

ہاں نمایاں ہو کے برقِ دیدۂ خفاش ہو
اے دلِ کون و مکاں کے رازِ مضمر فاش ہو

(زنظامِ اشکِ گنج)

بلادِ اسلامیہ

سرزمینِ دلّی مسجودِ دلِ غمدیدہ ہے
ذرّے ذرّے میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے

پاک اس اجڑے گلستاں کی نہ ہو کیونکر زمیں
خانقاہِ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمیں

سوتے ہیں اس خاک میں خیرالامم کے تاجدار
نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار

دل کو تڑپاتی ہے ابتک گرمیِ محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

ہے زیارت گاہِ مسلم گو جہاں آباد بھی
اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی

یہ چمن وہ ہے کہ تھا جس کے لیے سامانِ ناز
لالۂ صحرائے یثرب یعنی تہذیبِ حجاز

خاک اس بستی کی ہو کیونکر نہ ہمدوشِ ارم
جسنے دیکھے جانشینانِ پیمبر کے قدم

جس کے غنچے تھے چمن ساماں وہ گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے روما ان کا مدفن ہے یہی

ہے زمینِ قرطبہ بھی دیدۂ مسلم کا نور
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی مثلِ شمعِ طور

بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشاں کر گئی
اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی

دورِ گردوں میں نمونے سینکڑوں تہذیب کے
پل کے نکلے مادرِ ایّام کی آغوش سے

قبر اس تہذیب کی یہ سرزمینِ پاک ہے
جس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگ نمناک ہے

خطۂ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار
مہدیِ امّت کی سطوت کا نشانِ پایدار

صورتِ خاکِ حرم یہ سرزمیں بھی پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہِ لولاک ہے

نکہتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تربتِ ایوب انصاری سے آتی ہے صدا

سادہ اور مقوی غذا عمر دراز کرتی ہے سکھنے سے کرنا بہتر ہے۔

کشورِ اسلام کا اے مسلمو! دل ہے یہ شہر
سینکڑوں صدیوں کی کشت وخوں کا حاصل ہے یہ شہر

وہ زمیں ہے تو مگر اے خوابگاہِ مصطفٰے
دیدہ ہے کعبہ کو تیری حجِ اکبر سے سوا

خاتمِ ہستی میں تو تاباں ہے مانندِ نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں

تجھ میں راحت اس شہنشاہِ معظم کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی

خشک لب انساں کو جسنے آبِ جاں پرور دیا
عقل کو آزادِ زنجیرِ توہم کر دیا

جسنے عہدِ وصل باندھا دور ان کے ساتھ
جس نے پوری منصفی کی فطرتِ انساں کے ساتھ

جسکے ڈر سے وہم کا قصرِ کہن آئیں گرا
گردنِ انساں سے طوقِ راہبِ خودبیں گرا

نام لیوا جس کے شہنشاہِ عالم کے ہوئے
جانشین قیصر کے وارث مسندِ جم کے ہوئے

ہے اگر قومیّت اسلام پابندِ مقام
ہند ہی بنیاد ہے اسکی نہ فارس ہے نہ شام

آہ! یثرب دیس ہے مسلم کا تو ماویٰ ہے تو
نقطۂ جاذب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو

جب تلک باقی ہے تو دُنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبنم بھی ہیں

گو مٹانا بستیوں کا ہے شعارِ روزگار
عظمتِ ملت کی باقی یادگاریں ہیں ہزار

یہ ہویدا ہے کہیں مٹتے ہوئے آثار میں
یا نمایاں ہے کسی گرتی ہوئی دیوار میں

اجڑے گورستاں کی خاموشی سے ہم آغوش ہے
شان یثین اشکِ خونِ قوم سے گلپوش ہے

نالہ کرتی ہے کہیں خاموش سوتی ہے کہیں
اہلِ ملت کی فراموشی کو روتی ہے کہیں

جلوہ گاہیں اس کی ہیں اپنی زیارت کیلئے
اشکباری کیلئے غم کی حکائیت کیلئے

(صعصعی)

۵

کارزارِ ہستی

ارض وسما میں نور کے سانچے میں ڈھل گئے
بیدار ہو کے غیر ہیں آگے نکل گئے

چار آئینے یہن کے مخالف سنبھل گئے
شیروں کے رزم گاہ میں تیور بدل گئے

تم بھی دکھا دو جو ہر پیکارِ رزم میں۔
مردانہ وار بڑھ کے گرد وارِ رزم میں۔

ہر ایک قسم کی [illegible]

نامرد کی عورت اس کے اختیار میں نہیں رہتی۔

لشکر کشوں کی صف میں تمہارا ہے انتظار
جوہر دکھا چکے ہو شجاعت کے بار بار
سینہ سپر ہو بڑھ کے یہ ہے وقت کارزار
تم شیر ہو تو جنگ کا میدان ہے کچھار
اٹھو کہ دور قافلے والے نکل گئے
تم پیچھے ہو سب آگے رسالے نکل گئے

اٹھ کر ذرا زمانے کو دیکھو روش ہے کیا
آئندہ و گزشتہ کی دل میں خلش ہے کیا
مرکز میں جد و جہد کے برقی کشش ہے کیا
چھوڑو خیال خام کو یہ چپقلش ہے کیا
کر لو وہ آج جو تمہیں کرنا ہے دوستو!
ڈوبی ہے قوم اس کو ابھرنا ہے دوستو!

اٹھ کر ہوائی قادر مسخر کرو کوئی
میدان کارزار و وغا سر کرو کوئی
قومی نشاں بلند فلک پر کرو کوئی
قومی نشاں بلند فلک پر کرو کوئی
اٹھ بیٹھو کل کا دیکھ رہے ہو یہ خواب کیا
غفلت کی ہے پڑی ہوئی منہ پر نقاب کیا

دنیا میں اک ذریعۂ شہرت ہے کارزار
ہمت کرو بلند کہ ہو عزت و وقار
افسانۂ اکابرِ عالم ہے یادگار
کوشش کرو کہ کچھ بھی نہیں کل کا اعتبار
اونچا ہوا میں سب سے پھریرا اڑا کرے
عرشِ بریں پہ فتح کا جھنڈا اڑا کرے

آلاتِ حرب آج تمہارے ہیں صاف و تیز
رن میں قدم بڑھاؤ نہیں موقع گریز
اور گرم ہے جہاں میں ہنگامۂ ستیز
نکلو تم کہاں ہو اور کہاں تیغ شعلہ ریز
یہ امن کا زمانہ ترقی کا دور ہے
پہلے تھا رنگ اور جہاں کا اب اور ہے

بے وجہ بے سبب ہے تمہیں اضطرار کیا
سوتے اٹھو گے خواب سے ہو ہوشیار کیا!
تم پیچھے مڑ کے دیکھتے ہو بار بار کیا
اتریگا نیند کا نہ تمہاری خمار کیا
چونکو بھی جلد اب نہیں موقع درنگ کا
سیکھو سبق دلیرو! دلیرانہ جنگ کا
دن چڑھ گیا ہے خواب گراں سے اٹھو اٹھو
آواز آ رہی ہے بگل کی سنو سنو

ہر ایک قسم کی خط و کتابت بنام منشی گستشر کی دکان امرتسر پنجاب سے ہونی چاہیئے۔

بے اعتدالی ڈاکٹر یا حکیم کی محتاجی کرتی ہے۔ اعتدالی صحت کی محافظ ہے۔

ہتھیار جلد تیز کرو وقت کار ہے
اٹلی سے گرم معرکۂ کارزار ہے

جب شام عمر ہو گئی سو کر اٹھے تو کیا۔
بیڑا دم اخیر ڈبو کر اٹھے تو کیا

قومی وقار ہاتھ سے کھو کر اٹھے تو کیا
بستر سے شرمسار جو ہو کر اٹھے تو کیا

جب آگیا غنیم اجل سر پہ فائدہ
کھولی جو آنکھ شیب میں بستر پہ فائدہ۔

(از زمیندار)

مطلع کا رنگ

نوک خار دشت کیوں اک خوں چکاں گل ہو گئی
کس لئے مریخ نے باندھی کمر پیکار پر
بار ہا کرتے ہیں گردش آسماں کیوں تیر شہاب
ہائے کن حلقوں پہ تیغوں کی روانی ہے پسند

قتل کی سرخی افق پر کیوں شفق افشاں ہوئی
بیٹھے بیٹھے کیا اسے تحریک ناشایاں ہوئی
کس سبب سے فوج انجم زینت میداں ہوئی
ہائے کن ہینوں میں تیغوں کی کھٹک پنہاں ہوئی

اے فلک آخر چہ نیرنگ تماشا ریختی
آبروئے روئے الفت بے محابا ریختی

اس میں ٹرکی ہو کہ اٹلی ہو جفا بہتر نہیں
اپنے ہمجنسوں سے ہمجنسوں کی کاوش ہے زبوں
ہم نفس سے نامناسب شوخیٔ خجلت مآل
اور کچھ شرکت نہ ہو باہم ہے نوعی اشتراک
لابقا اقبال میں پنہاں ہے اے اقبال مند
مختصر سے مختصر کافی ہے عبرت کے لئے
چہرۂ انجام رکھتا ہے مشیت کا نقاب
جلتے ہیں تاجدار اپنی رموز مملکت

ہم کہیں گے کوئی ہو رسم دغا بہتر نہیں
یار اپنے یار سے ہو بے وفا بہتر نہیں
ہمنشیں پہ حملہ صبر آزما بہتر نہیں
ہاتھ سے انساں کے انساں کی فنا بہتر نہیں
اس حقیقت پر غرور نا روا بہتر نہیں
عقل کے مذہب میں طول مدعا بہتر نہیں
کون کہہ سکتا ہے کیا بہتر ہے کیا بہتر نہیں
اس میں ہم گوشہ نشینوں کی صدا بہتر نہیں

فرصتے از احتساب این و آں داریم ما
آرزوئے محفل امن و اماں داریم ما

از مولانا حکیم فیروز الدین احمد فیروز طغرائی امرتسر

حُبّ الوطن (از مخزن)

کرنہ غربت میں مجھے بیچین ارمانِ وطن
دور ہو جا او تصور بے سر و ساماں ہیں ہم
کیا میسّر پھر کسی خطّہ میں ہو سکتی ہے اب
غنچہ و گل بھی کہیں کہ اب نظر میں ہیچ ہیں
ہو دکن آراستہ پیراستہ گو ہر طرح
ہیں نے کر منا کا خلعت زیب تن اسمیں کیا
چھٹ گئے افسوس میری شامتِ اعمال سے

اب کہاں ہیں اور کہاں وہ میرے یارانِ وطن
سامنے آنکھوں کے کیوں لاتا ہے سامانِ وطن
وہ ہوائے جانفزا گہوارہ جنبانِ وطن
کر چکے ہیں دل میں گھر خار بیابانِ وطن
ہے مگر کچھ اور جلّ شانہ شانِ وطن
کیا اتارے سے اتر سکتے ہیں احسانِ وطن
ہم ندیم و ہم جلیس و ہمصفیرانِ وطن

دام میں صیاد کے آیا ہوں دانے کیلئے
میں سراپا بنگیا عبرت زمانے کیلئے

وہ وطن جس میں اڑائے بادشاہت کے مزے
وہ وطن جس میں کٹا میرا لڑکپن عیش سے
وہ وطن حاصل تھیں جس میں دوستی کی لذتیں
وہ وطن جس میں نہ جانا یہ کہ غم کیا چیز ہے
وہ وطن جس میں نہ بیگانہ نظر آیا کوئی
وہ وطن ہر روز جس کا مجھ کو روزِ عید تھا
آہ اب وہ سرزمیں ہے اور نہ کوئی ہمنشیں

وہ وطن جسمیں ملے آغوشِ شفقت کے مزے
وہ وطن لوٹے جہاں میں نے شرارت کے مزے
وہ وطن ارزاں جہاں تھے مہر و الفت کے مزے
وہ وطن جس میں ملے سچی مسرت کے مزے
وہ وطن جس میں رہے دن رات اخوت کے مزے
وہ وطن لیتا تھا جس میں عیش و عشرت کے مزے
ہو گئے ہیں خواب راحت کے محبت کے مزے

اب کہاں وہ دن کہاں وہ سن کہاں وہ بات ہے
چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے

نور تھا ظلمت میں اُس کی ماہ تاباں سے سوا
اس کا ویرانہ بھی آبادی تھی میری آنکھ میں
جانتا ہوں میں اُسے باغِ ارم اپنے لیے
میں سمجھتا ہوں کہ ہے خاکِ شفا خاکِ وطن
نور کے سانچے میں ڈھلتے ہیں حسیں مغرب میں گو

اس کا ذرہ تھا مجھے مہرِ درخشاں سے سوا
وہ خزاں بھی تھی بہارِ باغِ رضواں سے سوا
میری نظروں میں ہے وہ ملکِ سلیماں سے سوا
سنگریزے اس کے ہیں لعلِ بدخشاں سے سوا
میں سمجھتا ہوں کہ دلّی ہے پرستاں سے سوا

سلطنت تھی حشمت تھی سب کچھ تھا لیکن ہیچ تھا
اور جو کچھ ہوا کبھی موت غربت کی نہ ہو

مصر آنکھوں میں نہ تھا یوسف کی کنعاں سے سوا
جان پیاری ہے مگر پیارا ہے وہ جاں سے سوا

دیدۂ مجنوں ہے لازم دید لیلیٰ کے لئے
آنکھ دل کی چاہئے محو تماشا کے لئے

(والا ودر شاہ فصیح دہلوی)

حرِ دلعزیز حقہ (از مخزن)

گل و بلبل شمع و پروانہ۔ ٹوپی پگڑی۔ سب کی خوبیاں مخزن سبھا میں بیان ہو چکی ہیں۔ حقہ بھی اس انتظار کے بعد کہ کوئی اس کی طرف سے کچھ کہے مجبور ہو کر خود چند کلمات اپنی نسبت عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔ مجھے اس نے اپنا ترجمان مقرر کیا ہے۔ اور میں اسکا ایلچی اس کی طرف سے بزم فخر بیاں میں حاضر ہوتا ہوں۔

مرجع جمہور عالم مونس خورد و کلاں
شمع روشن کی طرح ہوں رونق بزم جہاں

گلستانِ دہر میں وہ نہال بے خزاں
آبیاری خود بخود کرتے ہیں جسکی باغباں

رشک عالم زیب عالم۔ نازِ عالم بیگماں
ہیں شہنشاہ و گدا کے منہ میں ہوں گویا زباں

جھونپڑوں میں گاؤں کے اور شہر کے بازار میں
حلقہ رنگل میں بھی حاضر اور ہجوم خار میں۔

مجلس ماتم میں بھی اور عیش کے دربار میں
ایکساں میری ضرورت یار اور اغیار میں

مرکز لطفِ جہاں ہے نقطۂ ہستی مرا
اور محیطِ بزم عالم ساغر گشتی مرا

میں نے کیوں عزت یہ پائی مجھ میں کیا اوصاف ہیں
میرے شیدائی جہاں میں جتنے تا قاف ہیں

ہیں جو ارِ دروداں پر جو مرے الطاف ہیں
چلمنے والے مرے اس پر بھی مجھ سے صاف ہیں

خود بخود میں بولنا ہرگز روا رکھتا نہیں
پر کوئی پوچھے جو حال دل چھپا رکھتا نہیں

کوہ آتش بار کی مانند میں سر کو جلا۔
آسِ طوفاں خیز میں اک پاؤں پر ہو کر کھڑا

خدمتِ خلقِ خدا اس طور سے کرتا رہا۔
جس سے ہو مرہون منت میرا ہر چھوٹا بڑا

زندگی میری کباب آسا ہے ایسی زندگی

ہر ایک قسم کی کتب و نقشہ جات بمقام پنجاب کتب خانہ کی دکان امرتسر پنجاب سے ہو سکتی ہے۔

صحت انسان کے لئے بڑی برکت ہے۔

آپ کو ہو سوخت جس میں اور غیر دل کو خوشی

کنج تنہائی میں میں انسان کا مونس رہا۔
جبکہ بارِ غم کے نیچے تھا وہ گویا پیس رہا

سیکھتا اس وقت میں وہ مجھ سے اقلیدس رہا
جب دماغ اس کا پریشانی سے تھا بجس ہوا

تاکہ یکسوئی ہو حاصل وہ مرا خواہاں رہا۔

اپنے مطلب کے لئے بگڑے مراد اماں رہا۔

گو طبیب نامور میرا گلہ کرتے رہے
ڈاکٹر صاحب عیاں بدیاں مری کرتے رہے

گاہے گاہے پر مرا وہ بھی ہی دم بھرتے رہے
النماد سوء ہضمی مجھ سے ہی کرتے رہے

لکچرر میرے مخالف جو کریں لکچر پہ ناز۔

وہ بھی در پردہ ہیں اکثر مجھ سے رکھتے ساز باز

اس قدر توضیح سے مطلب بڑائی کا نہیں۔
مجھ کو دعویٰ کوئی اپنی پارسائی کا نہیں

کیوں کہوں میں مدعا کچھ عذر خواہی کا نہیں
کیونکہ میں مطلوب ہی ساری خدائی کا نہیں

ہاں مگر اتنا مجھے کہنے کا حق ہے او ربجا۔ 10

حلقۂ بیعت مرا دنیا میں ہے سب سے بڑا

میں برا ہوں یا بھلا ہوں لیک نسے ہوں بھلا
جو مرے عادی ہوئے ہیں جان کر مجھ کو برا

مستحق دنیا میں وہ انسان کہلانے کا کیا
جو برائی کو سمجھ کر بھی سدا کرتا رہا

کوئی دنیا میں نہ کیجو کام تم احسن مگر

راستی میں اس کی تم کو بال بھر ہو شک اگر

حسرت عشق
(از مخزن)

واحسرتا کہ میں نہ ہوا دردمندِ عشق
مجھ کو کیا نہ قابلِ ذوقِ گزندِ عشق

پہنچا نہ آہ! میرے گلو تک کمندِ عشق
تڑپا نہ خاک و خوں میں جراحت پسندِ عشق

پہلوئے دل پہ زخم نہ کاری ہوا کوئی

خونِ جگر سے چشمہ نہ جاری ہوا کوئی

بجھتی جو آبِ تیغ سے وہ تشنگی نہ دی
دل ہی دیا فضول۔ جو دل کی لگی نہ دی

جو انتہائے عشق ہے وہ بیخودی نہ دی
تھی جس کی آرزو مجھے وہ زندگی نہ دی

سوزِ دروں ملے! تپشِ جاں فزا ملے۔
تب جا کے زندگی کا مجھے کچھ مزا ملے۔

ساغر سے کیوں مرے مئے جوشاں کو عار ہے
ہم مشربوں سے میری نظر شرمسار ہے
ساقی تری نگاہِ کرم پر مدار ہے
مایوس دل نہیں۔ ابھی امیدوار ہے
قسمت میں خم نہیں ہے تو اک جام ہی سہی
وہ شل ہے پھول نہیں۔ پنکھڑی سہی

دیتا اگر نصیب مجھے عندلیب کا
ہرگز ہیں شکوہ سنج نہ ہوتا نصیب کا
دیتا وہ درد مجھ کو جو ذوقِ حبیب کا
محتاج میرا درد نہ ہوتا طبیب کا
آزاد ہو کے کشمکشِ روزگار سے
ہوتا ترانہ ریختہ کسی شاخسار سے

ہوتی میرے نوشتہ میں تقدیر شمع کی
شبہائے تارِ زیست میں تنویر شمع کی
ملتی جو بزمِ دہر میں توقیر شمع کی
منظور جان و دل سے تھی تعزیر شمع کی
منظور مجھ کو سوز و گدازِ شبانہ تھا
ملتا جو شانِ عشق سے جلنا بُرا نہ تھا

یا جلتا شب کو شعلۂ جانان نہ بنکے میں
یا گرتا شمعِ حسن پہ پروانہ بنکے میں
یا پھرتا دشتِ نجد میں دیوانہ بنکے میں
اڑتا ہوا یہ نالۂ مستانہ بنکے میں
یا ادم ادم کہتا ہوا اک امنگ میں۔
گرتا پھسل کے حلقۂ گردابِ گنگ میں۔

یارب کدھر گئے مرے لیل و نہارِ عشق
میں خام رہ گیا نہ ہوا پختہ کارِ عشق
اب کیوں نہیں ہے وہ خلشِ خارِ عشق
باغِ جہاں میں آہ! نہ لوٹی بہارِ عشق
پہلو میں دل ہے۔ دل میں وہ احساس کیوں نہیں
اس گل میں بھی جو پہلے وہ بو باس کیوں نہیں

اے لذّتِ فراق میں تجھ کو ترس گیا
ذوقِ اسیری ہاتھ سے کنجِ قفس گیا
اے عشق! الغیاث کہ دنیا میں پھنس گیا
گوہر اس آب و تاب کا کیچڑ میں پھنس گیا
اے اضطراب دیکھا مرا دل ٹھہر چلا

۱۱

بیماری کی پوری تشخیص نصف صحت کے قریب ہے۔

اک نیم جان تھا ولولہ پہلو میں۔ مرچلا

ہاں اے نسیم آہ سحر! تجھ کو کیا ہوا — اے گریۂ سحاب اثر! تجھ کو کیا ہوا

اے آفتاب داغ جگر! تجھ کو کیا ہوا — باران اشک دیدۂ تر تجھ کو کیا ہوا

نخل مراد کو مرے یونہی سکھاؤ گے۔

کس روز کام آؤ گے گر اب نہ آؤ گے۔

بے رنگ عشق خاک ہے تصویر زندگی — ہے آفتاب عشق سے تنویر زندگی

دلدادگان عشق ہیں دلگیر زندگی — ان کی نظر میں ہیچ ہے توقیر زندگی

خاکستر وجود بشر میں شرر ہے عشق۔

انسان کو زندہ جانئے ہمدم اگر ہے عشق

ہیں رہنمائے عقل سے منہ اپنا موڑ کر۔ — وحشت سے راہ و رسم رفاقت کو جوڑ کر

دربان نام و ننگ کی گردن مروڑ کر — نکلوں گا ایک دن در زنداں کو توڑ کر

پابستۂ سلاسل اندیشہ تا کجا

سرزیر پائے وہم جفا پیشہ تا کجا

تضمین

اک بت سیمیں بدن سے کر لیا لنڈن میں عقد — اس خطا پر سن رہا ہوں طعنہ ہائے دلخراش

دل میں کچھ انصاف کرتا ہی نہیں کوئی بزرگ — آخر ہو مجبور میں کرتا ہوں دل کا راز فاش

مجھ پہ تھی تاکید لنڈن جاؤ انگریزی پڑھو — قوم انگلش سے ملو سیکھو وہی وضع تراش

جگمگاتے ہوٹلوں کا جا کے نظارہ کرو۔ — سوپ کاری کی طرف مائل نہ ہو چھوڑو دال ماش

لیڈیوں سے جا کے سیکھو ان کے انداز و طریق — بال میں ناچو کلب میں جا کے کھیلو ان سے تاش

جب عمل اس پر کیا پریوں کا سایہ پڑ گیا — جن سے تھا اپنی طبیعت کو سراسر انتعاش

دونوں جانب تھا رگوں میں جوش خون نغمہ زا — یاں جوانی کی امنگ اور اس کو عاشق کی تلاش

پھر بھلا ممکن تھا یہ مجھ سے کہ اک سیمیں بدن — دست سیمیں کو بڑھاتی اور میں کہتا دور باش

بار بار آتا ہے احمد میرے دل میں یہ خیال۔ — حضرت سید سے جا کر کوئی کہہ دیتا یہ کاش

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ — باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

ایک قسم کی خط و کتابت ... نام ... کا ... تعلقات ... ہونی چاہئے

تخمیس

برغزل حضرت فیض

عبث چھانا کئے بے فہم خاک کوئے برزن ہم
عبث کرتے رہے دیر و حرم میں آہ و شیون ہم
کریں کیوں خم بتوں کے سامنے یہ اپنی گردن ہم
صنم ہم دیر ہم بتخانہ ہم بت ہم برہمن ہم
کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کسکو چندن ہم

ہوئے عزلت گزیں جب سے کہیں آنا نہیں جانا
ہمیں پروا نہیں کہہ لے کوئی دیوانہ فرزانہ
ہے وحدت کا کچھ ایسا چڑھا ہے رنگ مستانہ
در و دیوار ہے نظروں میں اپنے آئینہ خانہ
کیا کرتے ہیں گھر بیٹھے اپنا آپ درشن ہم

نہیں کچھ خوف مرنے سی نہ کچھ الفت ہے جینے سی
نہ شربت سے کوئی رغبت نہ نفرت خون پینے سی
ہو الظاہر ہو الباطن کہا ہے اس قرینے سے
محبت ہی تو اپنے سی عداوت ہے تو اپنے سے
ہیں آپ ہی دوست اپنے ہم آپ ہی اپنے دشمن ہم

رہے کشتہ زمانہ سی کسی کی بانکی چتون کے
رہے سرگشتہ مثل قیس ہر اک دشت میں بن کے
خدا نے یہ دکھایا دن گئے ایام شیون کے
کب اٹھتے ہیں اٹھانے سی کسی شیخ و برہمن کے
در دلبر پہ مار کے بیٹھے ہیں آسن ہم

اسے کہتے ہیں جلوت آپ خلوت جسکو جانتے ہیں
وہ عین مجمع کثرت ہے وحدت جسکو جانے ہیں
اسی وحدت کی ہیں اشکال کثرت جنکو جانتے ہیں
جسے غیب آپ سمجھے ہیں شہادت جسکو جانے ہیں
بنا رکھتے ہیں اپنا دل گلی کے آنگن ہم

غرض افعال بد سے ہی نہ نیک اعمال سے مطلب
غرض کچھ رقص سے ہے اور نہ وجد و حال سی مطلب
نہ پروائے حسیناں ہے نہ خط و خال سے مطلب
نہ قیل و قال سے مطلب نہ شغل اشغال سی مطلب
مراقب بنے رہتے ہیں جھکا کر اپنی گردن ہم

جنہیں ڈھونڈا کئے دیر و حرم میں دلنشیں تھے وہ
ہم ہی ہوتے گئے دوران سے حالانکہ قرین تھے وہ
ٹھکانے ہو کے دیکھا عشق تھا چشتی تھے ہم یہاں پہنچے وہ
ہوا ہے فیض معلوم ایک مدت میں یہیں تھے وہ
جپا کرتے ہیں جنکے نام کی دن رات سمرن ہم

ابو محمد خواجہ غلام غوث بغدادی عشقی چشتی از حیدرآباد

تمام خط و کتابت بنام منیجر کشمیری دکان امرتسر (پنجاب) آنی چاہیئے۔

مرتبہ جناب پروفیسر سندر سنگھ صاحب ہارمونیم میوزک ماسٹر ملازم خاص سرکار عالیہ جناب مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر

گلدستہ ہارمونیم قیمت ۱۲؍

اگر آپ ہارمونیم باجا بجانا یا سیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ہندوستان بھر میں آپکو اس سے زیادہ آسان اور اعلیٰ درجہ کی کوئی گائیڈ نہ ملیگی۔ آپ اس گلدستہ کے ذریعہ بغیر کسی استاد کی مدد کے باجا بجانا سیکھ سکتے ہیں اول اس کتاب میں نہایت اعلیٰ اور آسان طریقے گانے بجانے کے متعلق درج کئے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ سروں پردوں راگوں۔ گت۔ تال وغیرہ کے نقشے دیئے گئے ہیں۔ جو ہر ایک شخص کی سمجھ میں آسانی سے آسکتے ہیں بعد میں مختلف ناٹکوں کی مختلف اعلیٰ درجہ کی چونسٹھ طرزیں جو اٹھارہ راگوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے ترتیب دی گئی ہیں جب کوئی شخص پروفیسر صاحب کی ہدایات کے مطابق جو گلدستہ میں درج کیگئی ہیں۔ پورے طور پر عمل (پریکٹس) کرلے اور گلدستہ میں درج شدہ طرزوں کو ایکدفعہ بجالے پھر اس کے لئے کسی دوسرے ناٹک کا بجانا کچھ مشکل نہیں۔

اگرچہ پروفیسر صاحب کے اس گلدستہ ہارمونیم بنانیکے بعد ہندوستان میں اور بھی بہت سی کتابیں باجہ کے متعلق شائع ہوئے ہیں۔ مگر جو طریقے اور قاعدے اسمیں درج ہیں وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں لکھے گئے چونکہ پروفیسر صاحب فن موسیقی میں پورے ماہر ہیں۔ اس لئے آپکی تصنیف کے اعلیٰ ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہتا چنانچہ پروفیسر صاحب کو راگ سبھا امرتسر نے ہارمونیم و میوزک ماسٹر کا تمغہ عطا کیا ہوا ہے جو آپکی قابلیت کی ایک زندہ دلیل ہے۔ اس گلدستہ کے علاوہ پروفیسر صاحب نے مفصلہ ذیل ناٹکوں کو ایسی طرز پر ترتیب دیا ہے کہ ہر ایک شخص بغیر کسی اوستاد کے باجا میں بجا سکتا ہے اور گا سکتا ہے

جام جہاں نما اردو قیمت ۶؍ سفید خون اردو قیمت ۶؍ چتر ابکاولی اردو قیمت ۴؍ گیان درپن گورمکھی

چندراولی " ۴؍ گلرو زینہ " ۶؍ گوپی چند " ۶؍ قیمت ۲؍

ہملیٹ " ۴؍ گلنار فیروز " ۶؍ بھجن آریہ سماج " ۱۲؍

ہر پشیچند " ۶؍ اسیر حرص " ۴؍ شبد سنگیہ سبھا گورمکھی " ۱۲؍

پروفیسر سندر سنگھ صاحب ہارمونیم و میوزک ماسٹر ملازم خاص سرکار عالیہ جناب مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کے دیگر مرتبہ ناٹک جسکو ہر ایک شخص بغیر مدد استاد کے پروفیسر صاحب کی ہدایات کے مطابق جو گلدستہ ہارمونیم میں درج ہیں سارمونیم باجا میں بجا سکتا ہے اور گا سکتا ہے۔

۱۴

چہار گلزار حالی

نشاط امید

کلمۃ الحق

تعصب و انصاف

ترکیب بند

مصنّفہ
ملک الشعراء جناب مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی - پانی پتی

جسکو
منشی فضل الدین تاجر کتب قومی و مالک اخبار اشاعت کشمیری بازار لاہور نے
مطبع مصطفائی لاہور میں حافظ محمد الدین مالک مطبع کے اہتمام سے طبع کرائی

قیمت فی جلد ۳ محصول ڈاک ۱/

تہذیب الاخلاق جلد اول

یعنی عالیجناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب منیر نواز جنگ مصنف کتاب آیات بینات وغیرہ کے کل مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق گذشتہ ہفت سالہ از ابتدائے ۱۲۸۷ھ لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری۔ یہ ہی مضامین ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں اپنی صداقت سے ایک غیر معمولی ترقی کا جوش پھیلایا اور یہی مضامین ہیں جنکی تلاش ایک مدت سے خیر خواہان قوم و ملک کو تھی مگر افسوس کہ ان کو میسر نہ آئے۔ اب ہم نے نہایت کوشش سے بہم پہنچا کر شائع کر دئے ہیں۔ بہت عمدہ کاغذ پر خوشخط کتاب ہے قیمت - ۲

تہذیب الاخلاق جلد دوم

یعنی عالیجناب آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں صاحب بہادر بالقابہ کے گذشتہ ہفت سالہ تہذیب الاخلاق کے مضامین جنکی قوم کو از حد ضرورت تھی از ابتدائے ۱۲۸۷ھ لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری چھپکر تیار ہو گئے ہیں۔ اس میں سر سید کے وہ مضامین ہیں جنکے پڑھنے سے ایک قسم کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ تعداد میں یہ مضامین ایک کم سو ہیں۔ اخلاقی اور تمدنی مضامین کا مخزن ہیں۔ اسلامی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ایک کورس۔ مضامین نگاری کے لئے ایک اتالیق۔ اردو لٹریچر کی جان یہ وہی مضامین دلچسپ ہیں جن کی مقبولیت سے سر سید کو کامیابی ہوئی۔ یہ وہی سچے اور بے لوث آرٹیکل ہیں جنہوں نے سر سید کا بول بالا کیا۔ مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا۔ اسلام اور اسلامی ہمدردی کا سبق دیا۔ ان مضامین کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اصلاح قوم میں سر سید کو کس قدر رکاوٹیں اور تکلیفیں پیش آئی ہیں مفصل حالات آپ کو اس کے دیکھنے سے معلوم ہونگے۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ اہل اسلام کو اس کتاب کی کہاں تک ضرورت ہے بہت بڑی کتاب ہے ۶۳۲ صفحہ پر اور قیمت صرف تین روپیہ . . . . للعہ

سیرۃ الفاروق

عمری

منشی سراج الدین احمد صاحب ایڈیٹر اخبار چودھویں صدی کی تالیف کی ہوئی جناب فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری جس میں ان کے بچپن کے زمانہ سے لیکر وفات کے وقت تک کے تمام حالات مع فتوحات کے جو اُن کے زمانہ میں ہوئے ہیں بڑی محنت اور تحقیق سے مرتب کرکے درج کئے گئے ہیں دیباچہ میں بہت سے اہم اور عظیم الشان امور پر نہایت دلچسپ بحث کیگئی ہے کسی مسلمان کو اس بے نظیر اور عدیم المثال اسلامی بزرگ ہیرو کے حالات کو شوق سے پڑھنے کے واسطے ترغیب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جسقدر وہ حالات دلچسپ ہیں اُسیقدر اس زمانہ کے مسلمانوں کے واسطے ہادی اور رہنما اور ناصح ہیں۔ غرض اسلامی سچی شان و شوکت اور اصل جاہ و جلال اور بے نظیر شجاعت اور تہور کی تصویریں ہیں جو اس کتاب میں کھینچی گئی ہیں۔ ضخامت تین سو صفحہ سے زیادہ۔ اعلےٰ قسم کے سفید کاغذ پر نہایت خوشخط تیار ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۸

ازالۃ العین عن ذو القرنین

سکندر ذو القرنین کے حالات کے متعلق ایک نہایت زبردست کتاب متن مع ترجمہ اردو اور حاشیہ پر تفسیر کبیر عربی مصنفہ سر سید احمد خاں صاحب ۵ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی

کلمۃ الحق

اے راست گوئی کیا قہر ہے تو
شے کوئی تجھ سی کڑوی نہ ہو گی
ہے ناگواری پہچان تیری
یارون کو کرتی اغیار تو ہے
رشتے ہزارون تو نے توڑے
سقراط کو زہر تو نے دلایا
بے جرم مسموم تو نے کرائے
رخنے عرب میں تو نے نکالے
موسےٰ کو مدین تو نے بھگایا
تو نے صلہ میں بخشے ہین اکثر
مظلوم کتنے تیرے سہارے
خونخوار لشکر ہین ساتھ تیرے
تیرے جلو میں رسوائیاں ہیں

اے حق کی تلخی کیا زہر ہے تو
حنظل میں بھی ایسی تلخی نہ ہو گی
الحق مُرٌّ ہے شان تیری
چلواتی گھر گھر تلوار تو ہے
باپون سے بیٹے تو نے چھڑائے
شبیرؓ کو قتل تو نے کرایا
سولی پہ معصوم تو نے چڑھائے
بدر و اُحد میں رن تو نے ڈالے
احمدؐ سے مکہ تو نے چھڑایا
سولی کے اورنگ کانٹوں کے افسر
ایلی ہی ایلی کہتے سدھارے
رنگین لہو سے ہیں ہاتھ تیرے
سنگت میں تیری تنہائیاں ہیں

تدبیر ہے تو ناکامیوں کی — تقریب ہے تو بدنامیوں کی

تو آشتی کی رہتی ہے دشمن — تو مصلحت سے رکھتی ہے اَن بن

قطع و برش ہے تاثیر تیری — رہتی ہے ننگی شمشیر تیری

ہوتی ہے جس جا تو جلوہ گستر — دفتر بہت سے ہوتے ہیں ابتر

پڑتی ہے ہل چل ہر مرحلے میں — آتی ہے دنیا اک زلزلے میں

حق معبدوں میں ہوتا ہے داخل — ہوتے ہیں جھوٹے معبود باطل

اُٹھتا ہے عملہ لات اور صفا کا — ہوتا ہے گھر پر قبضہ خدا کا

عبرانیوں کا اُڑتا ہے پرچم — صف قبطیوں کی ہوتی ہے برہم

ہوتے ہیں اغیار احمد کے ساتھی — بوجہل کے سب چھٹتے ہیں ناتی

اے راست گوئی اے تیغ بُرّاں — تیرا مخالف کیوں ہو نہ دوراں

سب وحشت آگیں مضمون ہیں تیرے — نیت مصلحت پر شب خون ہیں تیرے

گُن تیرے جن پر ظاہر ہوئے ہیں — وہ تیری دھن میں آخر ہوئے ہیں

اُمڈا جہاں سے سیلاب تیرا — پھر واں کشتی ٹھہری نہ بیڑا

اُٹھتی ہیں دل سے جب تیری موجیں — ہوتی ہیں نازل واں حق کی فوجیں

دیتی ہے ہمت اُن کو سہارے — کرتی ہے امید پنہاں اشارے

عزم اِن کے مشکل کرتا ہے آسان — دل اُن سے لاکھوں کرتا ہے پیماں

چھا جائے ظلمت گو بحر و بر میں — ہے روز روشن ان کی نظر میں

زوراں پہ تیرے ہیں آشکارا — مٹھی میں اِن کے عالم ہے سارا

عظمت جہاں ہے تیری سمائی — پربت وہاں ہے نظروں میں رائی

شاہوں سے گردن جھکتی نہیں واں — طوفان میں کشتی رُکتی نہیں واں

اے راست گوئی تو ہے وہ افسوں — سنکر بھی دل سے ہیں جس پہ مفتوں

تلخی میں تیری طرفہ مزا ہے — ہر دل میں چبھتی تیری ادا ہے

تو نے جہاں دی آواز جا کر — لاکھوں سر اُٹھے تیری صدا پر

ہوتی ہے دھیمی پرواز تیری — بڑھتی ہے کم کم آواز تیری
پھر دوڑتی ہے یوں مرد و زن میں — جس طرح آتش لگتی ہے بن میں
بنتے ہیں دشمن انصار تیرے — ہوتے ہیں قیدی احرار تیرے
پطرس نے چھوڑے یار آشنا سب — پر دن یہ دیکھی تیری ادا جب
ڈالا عمر پر جب تو نے سایہ — ارقم کے گھر میں آ سر جھکایا
آہٹ سے تیری کرتے ہیں جو رم — ہیں گدگداتے دل اُن کے ہر دم
جوں جوں وہ زد سے کرتے ہیں دوری — ضرب اُن پہ تیری پڑتی ہے پوری
جاتا ہے آہو جب چوٹ کھا کر — گرتا ہے آخر کچھ دور جا کر
تجھ سے بھی جو ہیں وحشی بدکتے — پھر پھر کے تجھکو جاتے ہیں تکتے
گو حق کی تلخی پائے ہوئے ہیں — پر چوٹ دل پر کھائے ہوئے ہیں
بھاگے ہیں کھا کر زخم نہاں وہ — جائیں گے بچکر تجھ سے کہاں وہ
دل دوز ہیں سب تیری ادائیں — کڑوی ہیں ساری تیری دوائیں
زہر ہلاہل برسوں پئیں جب — بیمار تیرے پائیں شفا تب
دیتی ہے اول تو زخم کاری — مرہم کی آخر آتی ہے باری
کل ہے مسرت آج غم تو — دیتی ہے امرت کہتی ہے سم تو
ہوتی ہے بیچ سے جب سب کو نفرت — تو جھوٹ پر دان کرتی ہے لعنت
جس جا تعصب ہے عین ایمان — انصاف کا غل کرتی ہے تو واں
رسم سلف پر مرتے جہاں ہیں — رسموں پہ حملے تیرے وہاں ہیں
تقلید جس جا ہے طوق گردن — تقلیدیوں سے ہے تیری اَن بن
کرتی ہے واں تو واعظ کو رسوا — ہے وحی منزل قول اُس کا جس جا
واں مفتیوں پر ہیں تیرے دھاوے — ہیں مثل قرآن جس جا فتاوے
پجتی ہیں قبریں جب اولیا کی — تو ہے دہائی دیتی خدا کی
جس ملک میں ہے جاری غلامی — ہوتی ہے واں تو بردوں کی حامی

غل بھبھڑیوں کا پڑتا جہاں ہے
زہر اُس عسل کو ہے تو بتاتی
اُس نیش میں تو کہتی شفا ہے
منہدی میں تیری تازی کی بو ہے
جس سرزمین میں پانی ہے عنقا
ہر سو جہاں ہے طغیان باران
سانپوں کا خطرہ پاتی جہاں ہے
طوفان کی آہٹ پہلے سے پاکر
ڈلکے کی آمد ڈاکے سے پہلے
بلبل ہے گل پر جب چہچہاتی
پاتی ہے گھر میں جب کچھ دُھواں تو
جب دیکھتی ہے تو ہیں بگڑتی
کرتی ہے ظاہر اُن کی خطائیں
گہہ منعموں پر ہے تو برستی
دیتی ہے طعنے بے غیرتوں کو
للکارتی ہے تو کاہلوں کو
جھڑکی ہے تیری عادت میں داخل
بگڑے ہیں تجھ سے دل بے نہایت
یاں نام تیرا جس نے لیا ہے
احکام تیرے ٹلتے رہے ہیں
پہونچایا جس نے پیغام تیرا
کتنوں نے جانا ساحر نبیؐ کو
طوفاں اٹھائے اہل ہُدیٰ پر

تو بکریوں کی واں ہاں میں ہاں ہے
جس میں حلاوت ہے سب کو آتی
نیش اجل کا جس میں مزا ہے
مشرق میں کہتے مغرب کی تو ہے
تو چھیڑتی ہے وہاں ذکرِ دریا
شور العطش کا کرتی ہے تو واں
اندھوں کے آگے کرتی فغاں ہے
بہروں میں چرچا کرتی ہے جاکر
کہتی ہے جاکر تو کارواں سے
اُس دم خزاں سے تو ہے ڈراتی
آگ آگ کا غل کرتی ہے واں تو
ہے آگ میں تو قوموں کے پڑتی
دیتی ہے اُن کو پیچیدہ رائیں
گہہ جھاڑتی ہے مفلس کی مستی
کرتی ہے رسوا بے عزتوں کو
پھٹکارتی ہے تو جاہلوں کو
ترشی ہے تیری طینت میں داخل
لاکھوں نے کی ہے تیری شکایت
عالم کو اپنا دشمن کیا ہے
تیرے نوشتے چلتے رہے ہیں
جمہور میں وہ بدنام ٹھہرا
کتنوں نے مانا کافر علیؓ کو
بہتان باندھے زین العبا پر

نعمان رضؓ کو دی بدعت سے نسبت
مالک رضؓ پہ لائے آفت حصبا جو
کی ابن حنبل رحؒ کی ھیبہ مدارا
نکلے ائمہ رضؓ اکثر وطن سے
کتنوں کی بانہیں ذلت سے مشکیں
مرتد بتایا اہل یقیں کو
اے کلمۂ حق تیری بدولت
ٹھہرے جہاں میں بیگانے سب سے
دنیا نے اُن پر گو ظلم توڑا
ہے تلخ و شیریں ہر بات تیری
کانوں کو تو ہے گو ناگوارا
جو حرف حق سے بھاگے بگڑ کر
حق کے سب آخر طالب ہوئے ہیں
ہوتا نہ ہرگز جگ میں اُجالا
اے راست گوئی اے ابر رحمت
گر تو نہ ہوتی یاں سایۂ افگن
عالم ہے سرسبز تیرے قدم سے
باغ جہاں کو چھانٹا ہے تو نے
تو بے کسوں کی یاور رہی ہے
جن بستیوں میں تو چھپا ئی
بند اپنی جنس جانتو نے زباں کی
رہبر نہ ہوتا گر نور تیرا
گر مصر کی تو کھوتی نہ کامی
بسریا میں حق کا جھنڈا نہ گرتا

کی شافعی رضؓ پر برپا قیامت
یہانتک کہ اُکھڑا مفصل سے بازو
چہرہ پر تھوکا کوڑوں سے مارا
خالی ہوا رے ابن حسن سے
کتنوں کے رسی ڈالی گلے میں
ٹھہرایا زندیق ارباب دیں کو
مردوں پہ گذری کیا کیا مصیبت
تجھ پہ ہوئے وہ دیوانے جب سے
دامن اُنھوں نے تیرا نہ چھوڑا
سُننے میں کڑوی کہنے میں میٹھی
مُنہ سے نکلنا تیرا ہے پیارا
حق اُن کو لایا گردن پکڑ کر
تب حق کے دعوے غالب ہوئے ہیں
حق کا نہ ہوتا گر بول بالا
ہے اس چمن میں سب تیری برکت
برباد ہوتا کب کا یہ گلشن
آباد یہ گھر ہے تیرے دم سے
اکثر خزاں کو ڈانٹا ہے تو نے
تو گم رہوں کی رہبر رہی ہے
کھیتی انہیں کی یہاں لہلہائی
نکبت نے منزل آکر وہاں کی
یونان میں ہوتا ہر سو اندھیرا
مصری نہ ہوتے عالم میں نامی
سایہ اگر واں تیرا نہ پڑتا

جنبش نہ ہوتی گر تیرے لب کو — قبلہ نہ کرتے خاک عرب کو
ہوتے رہے ہیں سب ملک و ملت — سرسبز تجھ سے نوبت بہ نوبت
مشرق میں جب تھی تیری حکومت — چھائی ہوئی تھی مغرب میں ظلمت
جب دور تیرا مغرب میں آیا — مغرب کو تو نے مشرق بنایا
کھلتے رہے ہیں گل تیرے ہر سو — مہکی ہے اکثر یہاں تیری خوشبو
گر تجھ میں تلخی حد سے سوا ہے — پر تیری دارو صحت فزا ہے
ہر بول تیرا جوش غضب ہے — ہے حق کی آواز راہ طلب ہے
گو علم کی تو ہے زندگانی — پر جہل تیرا دشمن ہے جانی
جاہل ہمیشہ تجھ سے لڑے ہیں — نادان ہزاروں تجھ سے اڑے ہیں
لاکھوں بلائیں آئی ہیں تجھ پر — اکثر گھٹائیں چھائی ہیں تجھ پر
ملکوں نے تجھ پر حملے کئے ہیں — قوموں نے تجھ سے بدلے لئے ہیں
اے کلمۂ حق اے سر یزداں — جس وقت ہو تو پردہ سے عریاں
ہوں تیرے جب دم انصار تھوڑے — دشمن بہت ہوں اور یار تھوڑے

عالم ہو تیرا جب ناشناسا
حالی کو رکھیو اپنا شناسا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی

نشاطِ امید

اے میری امید مری جاں نواز ‏ اے مری دلسوز مری کارساز

میری سپر اور مرے دل کی پناہ ‏ درد و مصیبت میں مری تکیہ گاہ

عیش میں اور رنج میں میری شفیق ‏ کوہ میں اور دشت میں میری رفیق

کاٹنے والی غمِ ایام کی ‏ تھامنے والی دلِ ناکام کی

دل پہ پڑا آن کے جب کوئی دکھ ‏ تیرے دلاسے سے ملا ہم کو سکھ

تو نے نہ چھوڑا کبھی غربت میں ساتھ ‏ تو نے نہ اٹھایا کبھی سر سے ہاتھ

جی کو ہوا گر کبھی عسرت کا رنج ‏ کھول دیئے تو نے قناعت کے گنج

تجھ سے ہے محتاج کا دل بے ہراس ‏ تجھ سے ہے بیمار کو جینے کی آس

خاطرِ رنجور کا درماں ہے تو ‏ عاشقِ مہجور کا ایماں ہے تو

نوح کی کشتی کا سہارا تھی تو ‏ چاہ میں یوسف کی دل آرا تھی تو

رام کے ہمراہ چڑھی رن میں تو ‏ پانڈوں کے ساتھ پھری بن میں تو

تو نے سدا قیس کا بہلایا دل ‏ تھام لیا جب کبھی گھبرایا دل

ہو گیا فرہاد کا قصہ تمام ‏ پر ترے فقروں پہ رہا خوش مدام

تو نے ہی رانجھا کی یہ بندھائی آس ‏ ہیر تھی فرقت میں بھی گویا کہ پاس

ہوتی ہے تو پشت پہ ہمت کے جب ‏ مشکلیں آساں نظر آتی ہیں تب

ہاتھ میں جب آکے لیا تو نے ہاتھ
ساتھ سمندر سے گذرنا ہے بات

ساتھ ملا جس کو ترا دو قدم
کہتا ہے وہ یہ ہے عرب اور عجم

گھوڑے کی لی اپنے جہاں تو نے باگ
سامنے ہے تیرے گیا اور پراگ

عزم کو جب دیتی ہے تو میل جبت
گنبدِ گردوں نظر آتا ہے پست

تو نے دیا آکے اُبھارا جہاں
سمجھے کہ مٹھی میں ہے سارا جہاں

ذرّے کو خورشید میں دے تو کھپا
بندے کو اللہ سے دے تو ملا

دونو جہاں کی ہے بندھی تجھ سے لڑ
دیں کی تو اصل ہے دنیا کی جڑ

نیکیوں کی تجھ سے ہے قائم اساس
تو نہ ہو تو جائیں نہ نیکی کے پاس

دیں کی تجھ بن کہیں پرسش نہ ہو
تو نہ ہو تو حق کی پرستش نہ ہو

خشک تھا بن تیرے درخت عمل
تو نے لگائے ہیں سب پھول پھل

دل کو لبھاتی ہے کبھی بن کے حور
گاہ دکھاتی ہے شراب طہور

نام ہے سدرہ کبھی طوبےٰ ترا
روز نرالا ہے تماشا ترا

کوثر و تسنیم ہے یا سلسبیل
جلوے ہیں سب تیرے یہ بے قال و قیل

روپ ہیں ہر پنتھ میں تیرے الگ
ہے کہیں فردوس کہیں ہے سرگ

ایک سے ہے ایک انوکھا برن
ہے کہیں محشر کہیں آواگون

ایک اداہیں تیری لاکھوں رشی
کھپ گئی جن کی نہ خبر کچھ ملی

کوہ ہمالہ میں بہت جا گلے
اور تپسیا میں بہت جل بجھے

تیرے تصور میں ہزاروں ولی
ڈوبے کچھ ایسے کہ نہ اُچھلے کبھی

پڑھ دیا زاہد پہ کچھ ایسا فسوں
دل کی تپش اس کی ہے ہر دم فزوں

کر دیا راہب پہ خدا جانے کیا
ہو گیا دنیا سے وہ بیزار سا

جس کو غرض دیکھئے ہے دُھن یہی
صوفیٔ صافی ہو کہ ہو مولوی

نشّہ امید میں ہیں چور سب
ایک پیالے میں ہیں مخمور سب

جب کہ ہمایوں سے چھٹا ملک و تخت — اور پھنسا بندِ حوادث میں سخت

یار رہا اور نہ کوئی غمگسار — دوست و دشمن کے لگے چلنے وار

پھر گئے دِل دادۂ فرماں تھے جو — چھُٹ گئے وابستۂ داماں تھے جو

گھر میں نہ رہنے کی ملی کوئی راہ — ملک میں لی غیر کے جا کر پناہ

ہو گئے اغیار یگانے سبھی — تو نے مگر ساتھ نہ چھوڑا کبھی

چھوٹ گئے سارے قریب اور بعید — ایک نہ چھوٹی تو نہ چھوٹی امید

تیرے ہی دم سے کٹے جو دن تھے سخت — تیرے ہی صدقے سے ملا تاج و تخت

خاکیوں کی تجھ سے ہے ہمت بلند — تو نہ ہو تو کام ہوں دنیا کے بند

تجھ سے ہی آباد ہے کون و مکان — تو نہ ہو تو ہو ابھی برہم جہاں

کوئی پڑا پھرتا ہے بہرِ معاش — ہے کوئی اکسیر کو کرتا تلاش

ایک تمنا میں ہے اولاد کی — ایک کو دلدار کی ہے لَو لگی

ایک کو ہے دُھن کہ کچھ ہاتھ آئے — دھوم سے اولاد کی شادی رچائے

ایک کو کچھ آج اگر مل گیا — کل کی ہے یہ فکر کہ کھائینگے کیا

قوم کی بہبود کا بھوکا ہے ایک — جس میں ہو اُن کے لئے انجام نیک

ایک کو ہے تشنگئ قرب حق — جس نے کیا دِل سے جگر تک ہے شق

جو ہے غرض اُس کو نئی جستجو — لاکھ اگر دل میں ہیں تو لاکھ آرزو

تجھ سے ہیں دل سب کے مگر باغ باغ — گل کوئی ہونے نہیں پاتا چراغ

سب یہ سمجھتے ہیں کہ پائے مراد — کہتی ہے جب تو کہ اب آئی مراد

وعدہ ترا راست ہو یا ہو دروغ — تو نے دیئے ہیں اُسے کیا کیا فروغ

وعدے وفا کرتی ہے گو چند تو — رکھتی ہے ہر ایک کو خورسند تو

بھاتی ہے سب کو تری لیت لعل — تو نے کہاں سیکھی ہے یہ آج کل

تلخ کو تو چاہے تو شیریں کرے — بزمِ عزا کو طرب آگیں کرے

آنے نہ دے رنج کو مفلس کے پاس — رکھے غنی اُس کو رہے جس کے پاس

پاس کا پاتی ہے جو تو کچھ لگاؤ — سینکڑوں کرتی ہے اُتار اور چڑھاؤ
آنے نہیں دیتی دلوں پر ہراس — ٹوٹنے دیتی نہیں طالب کی آس
جن کو میسر نہیں کملی پھٹی — خوش ہیں تو تو قع پہ وہ زربفت کی
چٹنی سے روٹی کا ہے جن کی بناؤ — بیٹھے پکاتے ہیں خیالی پلاؤ
پاؤں ہیں جوتی نہیں پر ہے یہ ذوق — گھوڑا جو سبزہ ہو تو نیلا ہو طوق
فیض کے کھولے ہیں جہاں تو نے باب — جھونپڑوں میں آتے ہیں محلوں کے خواب

تیرے کرشمے ہیں غضب دلفریب — دل میں نہیں چھوڑتے صبر و شکیب
تجھ سے مہوّس نے جو مشورہ لیا — پھونک دیا کان میں کیا جانے کیا
دل سے بھلایا زن و فرزند کو — لگ گیا گھُن نخل برومند کو
کھانے سے پینے سے ہوا اسہر دجی — ایسی کچھ اکسیر کی ہے لَو لگی
دین کی ہے فکر نہ دنیا سے کام — دھن ہے یہی رات دن اور صبح و شام
دھونکنی ہے بیٹھ کے جب دھونکتا — شہ کو سمجھتا ہے اک ادنےٰ گدا
پیسے کو جب تاؤ پہ دیتا ہے تاؤ — پوچھتا یاروں سے ہے سونے کا بھاؤ
کہتا ہے جب ہنستے ہیں سب دیکھکر — رہ گئی اِک آنچ کی باقی کسر
ہے اسی دھندے میں آسودہ حال — تو نے دیا عقل پہ پردہ سا ڈال
تول کے گر دیکھیۓ اُس کی خوشی — کوئی خوشی اُس کو نہ پہنچے کبھی

پھرتے ہیں محتاج کئی تیرہ بخت — جن کے بڑوں میں تھا کبھی تاج و تخت
آج جو برتن ہیں تو کل گھر گرو — ملتی ہے مشکل سے انہیں نان جو
تیرے سوا خاک نہیں اُن کے پاس — ساری خدائی میں ہے لے دے کے آس
پھولے سماتے نہیں اس آس پر — صاحب عالم اُنہیں کہئے اگر
کھاتے ہیں اس آس پہ قسمیں عجیب — جھوٹے کو ہو تخت نہ یارب نصیب

ہوتا ہے نومیدیوں کا جب ہجوم
آتی ہے حسرت کی گھٹا جھوم جھوم

لگتی ہے ہمت کی کمر ٹوٹنے
حوصلے کا لگتا ہے جی چھوٹنے

ہوتی ہے بے صبری و طاقت میں جنگ
عرصۂ عالم نظر آتا ہے تنگ

جی میں یہ آتا ہے کہ سم کھائیے
پھاڑ کے یا کپڑے نکل جائیے

بیٹھنے لگتا ہے دل آوے کی طرح
یاس ڈراتی ہے چھلاوے کی طرح

ہوتا ہے شکوہ کبھی تقدیر کا
اڑتا ہے خاکا کبھی تدبیر کا

ٹھنتی ہے گردوں سے لڑائی کبھی
ہوتی ہے قسمت کی ہنسائی کبھی

جاتا ہے قابو سے دل آخر نکل
کرتی ہے ان مشکلوں کو تو ہی حل

کان میں پہنچی تیری آہٹ جو ہیں
رختِ سفر یاس نے باندھا وہیں

پھر وہی تو ہے وہی تیری بہار
اور وہی حالئے امیدوار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مثنوی

تعصب و انصاف

یاد ہے ہم کو وہ عالم اپنا
جبکہ ہم آپ تھے اپنے پہ فدا

اپنی جو بات تھی خوش آتی تھی
اپنی ایک ایک ادا بھاتی تھی

اپنی ہر آن پہ ہم مرتے تھے
اپنی رعنائی کا دم بھرتے تھے

اپنے انداز کے سودائی تھے
اپنے جلوے کے تماشائی تھے

کان کو اپنی ہی بھاتی تھی الاپ
سر دُھنا کرتے تھے ہم آپ ہی آپ

آپ خوبی پہ تھے اپنی مفتوں
خود ہی لیلےٰ تھے ہم اور خود مجنوں

جس جزیرے میں ہوئے تھے پیدا
اپنی لے دیکھے وہی تھی دنیا

روم کی تھی نہ خبر شام کی تھی
آگہی طوس نہ بُسطام کی تھی

تھے تماشائے دشت پرخار
کبھی گلشن کی نہ دیکھی تھی بہار

پیکے شور آب ہی ہوتے تھے نہال
کر نہ چکھا تھا کبھی آبِ زُلال

نالۂ زاغ و زغن پر تھے فدا
نہ سنی تھی کبھی بلبل کی صدا

سیر و انگوزہ کی بُو پر تھے نثار
کہ نہ سونگھا تھا کبھی مشک تتار

پرنیان جانتے تھے کمبل کو
کہ نہ برتا تھا کبھی مخمل کو

اُوپری تھی نہ سُنی بات کبھی
بدلے دیکھے تھے نہ ذرات کبھی

ہم بسر کرتے تھے جس عالم میں
وہاں سماں ایک تھا ہر موسم میں

رخ ہوا کا نہ بدلتا تھا کبھی | موسم آ کر نہ نکلتا تھا کبھی
ایک ہی فصل پہ تھا دار و مدار | واں خزاں جا کے نہ آتی تھی بہار
ایک سے رہتے تھے دن رات سدا | آسماں کو تھی نہ گردش اصلا
تھی سمجھ پیر و جواں کی یکساں | عقل تھی خورد و کلاں کی یکساں
رکھتے تھے ایک سبق از بر یاد | مبتدی منتہی شاگرد استاد
واں نہ تھی حد بلوغ صبیان | پیر بالغ تھے نہ بالغ تھے جواں
نئی بولی کا وہاں صرفہ نہ تھا | تیس حرفوں کے سوا حرف نہ تھا
تھے خدا کے وہی ننانویں نام | اور لینا تھا وہاں نام حرام
اہل دولت کی نہ تھی عام عطا | ایک ہی سمت برستی تھی گھٹا
تھا نہ دینداروں کو غیروں سے لگاؤ | ایک ہی سمت تھا رحمت کا جھکاؤ
دعوے غیروں کے تھے سب بے صرفہ | فیصلے ہوتے تھے نت یکطرفہ
راستہ کا تھا نہ غیروں پہ گماں | حق نہ دائر تھا فریقین میں واں
تھی عناصر میں نہ واں آگ نہ باد | خلق سے ایک موئی مٹی تھی مراد
حس و حرکت کے کوئی پاس نہ تھا | واں کا حیوان بھی حساس نہ تھا
تھی درختوں کو وہاں نشو و نما | چلنے پاتی تھی نہ گلشن میں صبا
گل شگفتہ تھے نہ پودے شاداب | واں زمانہ پہ نہ آتا تھا شباب
وہی مرغوب تھی واں کوشش تن | جس سے آدم نے چھپایا تھا بدن
تھے پسندیدہ اوسی شان کے گھر | کی تھی حوا نے جہاں عمر بسر
اوسی انداز کے چلتے تھے جہاز | کشتئ نوح کا تھا جو انداز
تھی اوسی نسخے پہ موقوف شفا | جو تھا بقراط نے ترکیب دیا
ٹوٹ سکتی تھی نہ واں رائے قدیم | تھا امٹ لکھ گئے جو اگلے حکیم
واں کسی طرح نہ ممکن تھا خلا | واں نہ پانی تھا مرکب نہ ہوا
گھوڑے دوڑائے تھے اگلوں نے جہاں | وہی جولانگہ مردم تھی وہاں

کی تھی جس جا قدما نے منزل   بڑھنے پاتے تھے نہ وہاں سے محمل

علم و فن تھے نئے سارے مردود   غیب کے وہاں تھے خزانے محدود

نئی لذت سے تھی ہر طبع نفور   نعمتیں حق کی وہاں تھیں محصور

سب کی گدّی پہ لگی تھیں آنکھیں   کچھ نہ آگے نظر آتا تھا اُنہیں

پیچھے گر دیکھتے تھے ریگستاں   سوجھتا تھا انہیں وہ آب رواں

آگے ہوتا تھا اگر چشمۂ آب   وہ سراسر نظر آتا تھا سراب

روشنی رکھتی تھی اُن سے اَن بَن   جیسے خفاش سے سورج کی کرن

تھا لکیر اپنی پہ ایک ایک فقیر   دل پہ ہر نقش تھا پتھر کی لکیر

رسم و عادت نہ بدلتی تھی وہاں   برف جم کر نہ پگھلتی تھی وہاں

آگ وہاں بجھ کے سلگتی کم تھی   اور سُلگتی تھی تو لگتی کم تھی

شان میں وہاں نہ سنا تھا حق کی   کُلَّ یَومٍ ھُوَ فِی شَانٍ کبھی

وضع میں تھا نہ تغیّر خو میں   جائے دل سنگ تھا ہر پہلو میں

سمجھا جاتا تھا وہ دل بے فرمان   مہر جس دل پر نہ ہوتی تھی وہاں

بات مشکل تھی دلوں سے جانی   نقش تھے دل کے خط پیشانی

غیر کی بات خطا اپنی ثواب   سب سوالوں کا تھا وہاں ایک جواب

چڑھ کے گر بحث کو جاتے تھے کہیں   فتح کا پہلے سے ہوتا تھا یقیں

تھی وہاں حق کی یہی "ڈفنیشن"   منہ سے جو اپنے نکل جائے سخن

اسی عالم میں پلے تھے ہم بھی   اسی ساون کے تھے اندھے ہم بھی

جانتے تھے کہ جہاں میں ہم پر   ختم ہیں سارے کمالاتِ بشر

حق نے جو ہم پہ کئے ہیں احسان   اُن سے محروم ہے نوعِ انساں

سب سے ہر بات میں ہم ہیں افضل   اب نہیں کوئی ترقی کا محل

اپنے حصے میں ہے ساری تہذیب   خانہ پرور ہے ہماری تہذیب

جو قدیم اپنا چلن ہے وہ چال — خوردہ گیری کی نہیں اُس میں مجال
ہے بری عیب سے خوراک اپنی — پاک دھبے سے ہے پوشاک اپنی
رسم اپنی نہیں بیجا کوئی — طور اپنا نہیں بھونڈا کوئی
آدمیت کے ہمیں ہیں مصداق — ہم سے سیکھے کوئی حُسن اخلاق
سب سے عالی ہیں خیالات اپنے — سب مُسلَّم ہیں کمالات اپنے
ہم چلے جاتے ہیں جس رستے پر — وہاں نہ کھٹکا ہے کہیں کا نہ خطر
تھے سمائے ہوئے جو دل میں خیال — تھا تصور بھی خلاف انکے محال
جس کو اک بار بُرا جان لیا — عمر بھر پھر اوسے اچھا نہ کہا
ٹوٹتی تھی نہ کبھی اپنی دلیل — وہی دعوے تھا وہی اپنی دلیل
وہم و شک کی کوئی صورت ہی نہ تھی — ہم کو تحقیق کی حاجت ہی نہ تھی
جو بدلتے تھے نہ بدلی تھی کبھی — رائے ایسی تھی پسند ایسی تھی
ہم سمجھتے تھے نہ سمجھانے سے — اور اُلجھ جاتے تھے سُلجھانے سے
سچ وہی تھا جسے سچ جان لیا — جھوٹھ تھا جھوٹھ جسے مان لیا
حق و باطل کی یہی تھی میزان — جھوٹھ اور سچ کی یہی تھی پہچان
ذاتِ باری کو نہیں جیسے زوال — رائے اپنی بھی بدلتی تھی محال
کوہ ہٹ جائے تو یہ تھا ممکن — ہم نہ ہٹتے تھے جگہ سے لیکن
حسن ظن تھا یہ سمجھ پر اپنی — غلطی کا تھا گمان تک نہ کبھی
تھے لڑکپن کے خیالات تمام — دِل میں اُترے ہوئے مثل الہام
دیکھتے سنتے تھے جو اُس کے خلاف — نظر آتا تھا وہ سب لاف و گزاف
تھی نئی بات سے یہاں تک نفرت — ہوتی تھی سننے سے پہلے وحشت
بو نئی شئے کی جو پا لیتے تھے — ناک بھوں دیکھے چڑھا لیتے تھے
عقل کی تھیں نہ صلاحیں مقبول — تھی وہ سرکار میں اپنے معزول
فکر پر زور نہ ڈالا تھا کبھی — ہوش ہم نے نہ سنبھالا تھا کبھی

جو کہ تھا اپنی کتابوں میں لکھا | کوئی حرف اُس میں جز الہام نہ تھا
جو کہانی تھی بزرگوں نے کہی | تھا وہی فلسفہ اور علم وہی
تھا لباسوں میں لباس اپنا لباس | اور سب سوختنی بے وسواس
تھی زبان اپنی زبانِ پاکاں | ماسوا اہل جہنم کی زبان
جلوہ دہر کا باقی تھا نہ ہوش | تھے نشہ میں یہ خودی کے مدہوش
کان میں پڑتی تھی جب بات نئی | غیر ہو جاتی تھی حالت دل کی
غرق عادت بھی اگر دیکھتے تھے | آنکھ اوٹھا کر نہ ادھر دیکھتے تھے
نئی آواز سے چونک اٹھتے تھے | اوپری شکل پہ بھونک اٹھتے تھے
ساری دنیا سے نرالا تھا مذاق | ہم کو تھا زہر بھی اپنا تریاق
اپنی حجت کو قوی جانتے تھے | بات پھر پھر کے وہی مانتے تھے
تھا نہ مقصد حق و باطل مطلق | جو پڑھا تھا وہی ازبر تھا سبق
خصم سے بحث اگر کرتے تھے | حق سے ہم قطع نظر کرتے تھے
کاٹ دی خصم نے جو بات کہی | بحث و تکرار کی غائت تھی یہی
خصم کی بات کو کرنا تسلیم | اپنے نزدیک ہزیمت تھی عظیم
حق کا خطرہ جو کبھی آتا تھا | نفس آپ اپنے کو جھٹلاتا تھا
دشمنی کے یہی معنے تھے کہ جو | ہم کہیں بات وہ تسلیم نہ ہو
ہم اندھیرے کو اگر کہتے تھے نور | دوستوں کو یہی کہنا تھا ضرور
گر خلاف اپنے کوئی بول اُٹھا | اُس سے بڑھ کر کوئی بدخواہ نہ تھا
ذکر غیروں کا نہ تھا بے نفرین | کوئی مردود تھا اور کوئی لعین
غیر کے واسطے تھی نار سعیر | باغ فردوس تھا اپنی جاگیر
اور تھے حرص و ہوا کے بندے | ہم تھے مخصوص خدا کے بندے
بخششیں ختم تھیں ساری ہم پر | وقف تھا رحمت باری ہم پر
نیک اعمال تھے غیروں کے تباہ | اور مغفور تھے سب اپنے گناہ

عین تحقیق تھی اپنی تقلید ‌ شرک اپنا تھا سراسر توحید
تھا بدی کا نہ گناہ کا کچھ ڈر ‌ پاس ایسی کوئی رکھتے تھے سپر
سب دعا گو تھے ہمارے ملکوت ‌ تھے ہمیں آدم و حوا کے سپوت
حوض کوثر پہ تھا قبضہ اپنا ‌ سلسبیل اپنی تھی طوبےٰ اپنا
اپنی ظلمت تھی سراسر تنویر ‌ اپنے اندھوں کو بھی کہتے تھے بصیر
رکھتے جنت میں تھے ہم ساجھی ‌ غیر ناری تھے سب اور ہم ناجی
تھے قضا اور قدر کے مالک ‌ ہم تھے اللہ کے گھر کے مالک

عصبیت میں ہے جب تک چور ‌ کھینچتے یونہیں رہے آپ کو دور
نظر آتا تھا نہ کچھ پست و بلند ‌ تھے ہم اک کلبۂ تاریک میں بند
دی جب انصاف نے دستک آکر ‌ حجرۂ تنگ سے نکلے باہر
جلوۂ علم و یقین کو دیکھا ‌ آسماں اور زمیں کو دیکھا
رخ حقیقت نے دکھایا ہر سو ‌ چاندنا سا نظر آیا ہر سو
کی تعصب سے جو ہیں قطع نظر ‌ ہوا اک اور ہی عالم میں گذر
علم پر تھا نہ جہاں کوئی حجاب ‌ دھوکہ پانی کا نہ دیتا تھا سراب
جھوٹھ سے سچ نظر آتا تھا الگ ‌ دودھ پانی نظر آتا تھا الگ
نکتہ چیں یار تھے وہاں یا دشمن ‌ قدرداں غیر تھے اغیاروں کے
دور بیگانہ نہ تھا خویش سے وہاں ‌ خویش اول تھا نہ درویش سے وہاں
عیب سب کہتے تھے اپنے خوش خوش ‌ دروغ وہاں اپنی بھی ہوتی تھی ترش
تھی نجس کوئی نہ انساں کی زباں ‌ دوگانہ بھی کہتے تھے اللہ کو وہاں
حق کی پہچان جز اخلاص نہ تھی ‌ حق کی پرستش کوئی وہاں خاص نہ تھی
ساتھ اغیار کے کھاتے تھے اگر ‌ کبھی ایمان کا نہ ہوتا تھا ضرر
صلح کا لمپ جلاتے تھے وہاں ‌ اتقیا میز پہ کھاتے تھے وہاں

نہ سمجھتا تھا وہاں کوئی بشر
بھائی انسان تھے سب انسانوں کے
ایک معدن کے تھے سب لعل و گہر
اشعری معتزلی - لا مذہب
اپنی ہر رائے پہ کرنا اصرار
ہٹ سے باز آتے نہ تھے جو زنہار
پاؤں وہاں جنکے پھسل جاتے تھے
ٹیر وہاں دل کی نکل سکتی تھی
دیکھ حجت کو قوی پیر و جواں
حق کی آواز جہاں آتی تھی
پاک عقلیں تھیں خطا سے نہ علوم
غور ہر بات میں کی جاتی تھی
تھی وہاں عقل معطل نہ حواس
آنکھ رہ سکتی نہ تھی بن دیکھے
سوجھتی تھی جو انوکھی کوئی چیز
سنتے تھے بات نرالی جبدم
کڑوے اور میٹھے کو چکھ لیتے تھے
پھول ہر خار سے چن لیتے تھے
عادتیں سب کی بدلتی تھیں سدا
عیب جس رسم میں پا لیتے تھے
اُجلی پوشاک جو مل جاتی تھی
دیکھ لی جس نے کہ شمع کا نور
ہاتھ آجاتا تھا جب مال نیا

آپ کو نوع بشر سے بہتر
ہیت ہندو تھے مسلمانوں کے
ایک ڈالی کے تھے سب برگ و ثمر
ایک ماں باپ کی اولاد تھے سب
کفر وہاں بس یہی پایا تھا قرار
تھے وہ بوجہل کی امت میں شمار
خود پھسل کر وہ سنبھل جاتے تھے
رائے اپنی بھی بدل سکتی تھی
بند ہو جاتے تھے بچوں سے وہاں
مت کروڑوں کی بدل جاتی تھی
جز نبی کوئی نہ تھا وہاں معصوم
مشورت عقل سے لی جاتی تھی
سب قوی کام میں تھے بے وسواس
کان سننے سے نہ باز آتے تھے
جانچتی تھی ادھر سے وہاں چشم تمیز
کستے تھے اُس کو محک پر پیہم
کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے تھے
بھوگ پنچوں کی بھی سن لیتے تھے
ایک اللہ کی عادت کے سوا
دل وہیں اُس سے ہٹا لیتے تھے
مل گئے کپڑوں سے شرم آتی تھی
تھا وہ چیکٹ بھری دیوٹ سے نفور
پھینک سب دیتے تھے عطار دوا

گر کے ہو جاتے تھے گھر جن کے کھنڈر
گھر کی واجب تھی مرمت اُنپر

نت نئی ریت نکلتی تھی وہاں
رُت سماں روز بدلتی تھی وہاں

قافلے چلتے تھے دن رات تمام
کسی منزل پہ نہ کرتے تھے مقام

قبلہ تھا علم الٰہی اُنکا
تھا سفر نامتناہی ان کا

تشنۂ علم تھے وہاں سب ایسے
پیاسے پانی کے ہوں طالب جیسے

نہ مجسطی پہ قناعت تھی اُنہیں
نہ اشاراتِ کفایت تھی اُنہیں

عرشِ تحقیق تھا استھان انکا
مصر تیرتھ تھا نہ یونان ان کا

دیکھا جب عالم انصاف کا رنگ
ہم کو خود آنے لگا آپ سے ننگ

خوبیاں اپنی تھیں جو ذہن نشیں
اِن پہ ہم کرنے لگے خود نفریں

عیب سب اپنے نظر آنے لگے
آپ ہم اپنے سے شرمانے لگے

ہوئی وہ بزم خیالی برہم
تھا طلسمات کا گویا عالم

جس کو سمجھتے تھے غلط ہم دریا
ایک وہ ناچیز سا قطرہ نکلا

تھا کیا جس کو یقین چشمۂ آب
وہ نمایش تھی حقیقت میں سراب

قصر و ایوان کا گمان تھا جن پر
نکلے آخر وہ گڑھے اور کھنڈر

تھا ٹھیک دانۂ خردل سے سوا
کوہ الوند جسے سمجھا تھا

جب ہر اِک قوم کا سامان دیکھا
ہم نے وہاں آپ کو عریاں دیکھا

نکلنے سب ہیچ خیالات اپنے
ٹھیرے سب پوچ کمالات اپنے

آپ کو اونٹ سمجھتا تھا بڑا
نکلا جب تک کسی گھاٹی سے نہ تھا

چوٹیاں آئیں جو پربت کی نظر
پھر اوٹھایا نہ کبھی اونٹ نے سر

ٹھینگا جب تک رہا گولر میں نہاں
تھا وہی اُس کے تصور میں جہاں

پردہ گولر سے جو باہر آیا
اپنی ہستی سے بہت شرمایا

پردہ جب تک رہا آنکھوں پہ پڑا
حسن پر اپنے گمان تھے کیا کیا

منہ جب آئینہ میں دیکھا جاکر
ہم کو اک شکل مہیب آئی نظر

ہوا حیرت سے دگرگون احوال — ڈر گئے دیکھ کے اپنے خط و خال
دیکھا جب آپ کو بالکل معیوب — چھپ گئے غیرونکی آنکھوں سے عیوب
یک قلم ہو گئی نخوت کافور — بن گیا رشک ہمارا وہ غرور
ناخن فکر نے کی دل میں خراش — عیب جویوں کی لگے کرنے تلاش
جن کے طعنوں کی تھی ہم پر بھرمار — ان کے ہم دل سے ہوئے شکرگزار
ہم نے جانا کہ یہی ہیں دل سوز — چل رہے تیر ہیں جن کے دل دوز
ان کا غصہ ہے سراسر رحمت — زہر میں ان کے بھرا ہے امرت
انہیں بندوں کے ہیں ایمان سچے — یہی کافر ہیں مسلمان سچے
قائم انصاف کا جب ہوگا نشان — مانے جائینگے انہیں کے احسان
بے خبر کب کے پڑے سوتے تھے — ان کی آواز سے ہم چونک اُٹھے
ان کے طعنوں نے جگایا ہم کو — زہر نے ان کے جلایا ہم کو
یار و اغیار کے عیب اور ہنر — آشکارا ہوئے ایک ایک ہم پر
حق کے جلوے نظر آئے ہر جا — اہل باطل میں بھی ایک پائی ادا
ملا ہر راہ میں باطل کا سراغ — اہل حق کو بھی نہ پایا بے داغ
اہل تقوے کی ریائیں دیکھیں — اہل حکمت کی خطائیں دیکھیں
زشتیاں دیکھیں نکوکاروں میں — خوبیاں پائیں گنہگاروں میں
کلب کی پاک سرشتی دیکھی — پائے طاؤس کی زشتی دیکھی
عیب بھی دیکھے ہُنر بھی دیکھے — خار دیکھے تو ثمر بھی دیکھے
ہنر اغیار میں پائے اکثر — عیب اپنے نظر آئے اکثر
دفتر علم کو ابتر پایا — علم کو جہل سے بدتر پایا
مجلسیں غیبت و بہتان سے پُر — صحبتیں جھوٹ سے طوفان سے پُر
منقطع بھائی کی بھائی سے امید — اپنا بیگانہ لہو سب کے سفید
پاک بندوں کی زباں پر دشنام — نہ ثقات اس سے بری اور نہ کرام

فقرا مکر و ریا کے پتلے — اغنیا حرص و ہوا کے پتلے

شیخ عیار تو زاہد پُر فن — مولوی عقل کے سارے دشمن

پیاز کیطرح نرے پوست ہی پوست — قوم کے دوست مگر نادان دوست

حالت القصہ جو دیکھی اپنی — کوئی کل پائی نہ سیدھی اپنی

سارے آوے کو ٹٹولا جا کر — کوئی برتن نہ سڈول آیا نظر

پایا ایک دین کا محکم قانون — وہ بھی یاروں کی بدولت مطعون

دیکھی آنکھوں سے جو یہ حالت زار — جی بھر آیا نہ رہا صبر و قرار

گو نہ تھا تلخ نوائی کا محل — آہیں دو چار گئیں دل سے نکل

تلخ گذرے جو کسی کو یہ صدا
حق ہیں تلخی کے سوا اور ہے کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترکیب بند

جو خواجہ صاحب نے محمڈن ایجوکیشنل کانگرس کے چوتھے سالانہ جلسہ منعقد علیگڈھ میں پڑھا

زمانہ دیر سے چلا رہا ہے اے مسلمانو — کہ ہے گردش میں میری غیب کی آواز پہچانو
سُنے ہوں گر نہ معنے لاتسبوا الدہر[۱] کے تم نے — تو اب سن لو کہ ہوں میں شان ربانی مجھے مانو
وہ ناصح اور ہونگے جنکا کہنا ٹل بھی جاتا ہے — اگر میری نہ مانو گے تو پچھتاؤ گے نادانو
میری بازی کا منصوبہ گیا کب کا پلٹ یارو — خبر تمکو بھی ہے کچھ؟ اے میری چالو نسے بیگانو
گئے وہ دن کہ نفرین کرتے تھے دیندار دنیا پر — بقائے دین و ملت منحصر دنیا پہ اب جانو
گئے وہ دن کہ ثروت باپ دادا چھوڑ جاتے تھے — بس اب ثروت ہے مزدوروں کا حصہ اے تن آسانو
گئے وہ دن کہ لاکھوں بے ہنر یاں عیش کرتے تھے — ہوا ہے بے ہنر جینا کبھی اب مشکل میری جانو
مٹے ہو جس ہنر اور فن پہ تم وہ مٹنے والے ہیں — یہ سودا کب تک اے شمع سحر گاہی کے پروانو
بھرا سمجھے ہو جس گھر کو نہیں دیار واں کوئی — کہاں بیٹھے ہو تم اے خانۂ ویراں کے دربانو

نصیحت میری مانو اب بھی اپنی ہٹ سے باز آؤ
پھری جس وقت دیکھو میری چتون تم بھی پھر جاؤ

گیا دورہ حکومت کا بس اب حکمت کی ہے باری — جہاں میں چار سو علم و عمل کی ہے عملداری
جنہیں دنیا میں رہنا ہے رہے معلوم یہ اُن کو — کہ ہیں اب جہل و نادانی کے معنی ذلت و خواری

۱؎ یہ ایک حدیث کیطرف اشارہ ہے جسکے الفاظ یہ ہیں "لاتسبوا الدہر فان الدہر ہو اللہ" یعنی زمانے کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ بھی ایک شان ہے شیون آہی میں سے اور زمانے کے جو واقعات تمکو ناگوار گذرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کے کام ہیں۔

ضرورت علم و دانش کی ہے ہر فن اور صناعت میں — نہ چل سکتی ہے اب بے علم نجاری نہ معماری
جہاں علم تجارت میں نہ ماہر ہوں گے سوداگر — تجارت کی نہ ہوگی تا قیامت گرم بازاری
نہ آئے گی پسند اُن نوکروں کی خدمت و طاعت — جنہیں پائیں گے آقا زیور تعلیم سے عاری
اگر چاہیں گے کرنی آدمی گھوڑوں کی سائیسی — تو دینا ہوگا اُن کو امتحان علم بیطاری
نہ مستغنی بکاول علم سے ہیں اب نہ باورچی — ہوا ہے مدرسوں سے مطبخوں تک فلسفہ جاری
یقیں جانو کہ آئندہ ملے گی درسگاہوں میں — گر آٹا پیسنے کو چاہئے گی اک پنہاری
کوئی پیشہ نہیں اب معتبر بے تربیت ہرگز — نہ فصادی نہ جراحی نہ کحالی نہ عطاری

جہاں تک دیکھئے تعلیم کی فرمانروائی ہے
جو سچ پوچھو تو نیچے علم ہے اوپر خدائی ہے

گئے وہ دن کہ تھا علم و ہنر انسان کا اک زیور — ہوئی ہے زندگی خود منحصر اب علم و دانش پر
کوئی بے علم روٹی سیر ہو کر کھا نہیں سکتا — نہ زرگر اور نہ آہن گر نہ بازی گر نہ سوداگر
مہندس چاہئے مزدور اب اور راج اقلیدس — بس اب دنیا میں بے علموں کا ہے اللہ ہی یاور
نہ پہنے گا کوئی جاہل کی شاید سی ہوئی جوتی — بس اب ہو چکی فلاطوں سے یونہیں کچھ ہوں تو ہوں کمتر
جہاں داری میں آج اک ایک عامل ہے جم و کسریٰ — جہاں گیری میں ہے ایک اک سپاہی طغرل و سنجر
گئے وہ دن کہ تھے محدود کام انسان کے سارے — برابر تھا بئے کا گھونسلا اور آدمی کا گھر
یہ دورہ ہے بنی آدم کی روز افزوں ترقی کا — جو آج اک کام ہے اعلیٰ تو کل ہے اُس سے اعلیٰ تر
کوئی دن میں خسارہ سب سے بڑھکر اس کو سمجھیں گے — کہ دو دن آدمی ٹھہرا رہے یاں ایک حالت پر
نہ تھا غیر از ترقی فرق کچھ انسان و حیواں میں — دیا ہے امتیاز انسان کو یہ تعلیم نے آکر

زمانہ نام ہے میرا تو میں سب کو دکھا دونگا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام اُن کا مٹا دونگا

ہمارے شکر سے اے قوم احسان اسکا بالا ہے — کہ جس نے قوم کی تعلیم کا یاں ڈول ڈالا ہے
خدا کی برکت اور رحمت ہو نازل تجھ پہ اے سید — کہ تو نے بھائیوں کا ڈوبتا بیڑا سنبھالا ہے
فدائی قوم کے تجھ سے ہی گذرے ہوں گے دنیا میں — کہ دل سوزی کا جن کے آج قوموں میں اُجالا ہے

بھلائی کا تری احسان مانیں یا نہ مانیں ہم بھلائی کرنے والوں کا ہمیشہ بول بالا ہے
کریں کیا گر نہ ابنائے زماں ہوں بدگماں تجھ سے کہ دردِ دل کی کیفیت سمجھ سے ان کے بالا ہے
نمونہ کوئی ہمدردی کا دیکھا تھا نہ یاروں نے ترے کاموں نے ان کو اس لئے حیرت میں ڈالا ہے
کیا ہے کام جو تو نے نہ ڈرا انجام سے اُس کے کہ نیکی کا نشاں قائم خدا خود رکھنے والا ہے
کیا گو تو نے سب کچھ پر بہت کچھ ہے ابھی کرنا ہے آخر قوم کی تعلیم یا منہ کا نوالا ہے
جسے احباب اک قیصر رفیع الشان سمجھتے ہیں نہ ہو تو اس کا پشتیباں تو اک مکڑی کا جالا ہے

عزیزوں کو خدا وہ نامبارک دن نہ دکھلائے
کہ سایہ تیری ہمدردی کا اُن کے سر سے اُٹھ جائے

ترے احسان رہ رہ کر سدا یاد آئیں گے اُن کو کریں گے ذکر ہر مجلس میں اور دہرائیں گے اُن کو
تری کوشش پہ تیری زندگی میں جو کہ ہنستے ہیں نتائج اُس کے تیرے بعد خون رُلوائیں گے اُن کو
تری رایوں کو جو منسوب کرتے ہیں ضلالت سے زمانے کے حوائج جلد تر شرمائیں گے اُن کو
ترے کاموں کو خود رائی پہ جو محمول کرتے ہیں دل اُن کے۔ کوئی دن جاتا ہے۔ خود جھٹلائیں گے اُن کو
اُنہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم دکھلائیں گے اُن کو
بہت مشکل ہے جانی سرد مہری قوم کے دل سے مگر تیرے ہی دل کے داغ کچھ گرمائیں گے اُن کو
اگر ہیں بھی کہیں کچھ کچھ دبی چنگاریاں باقی لگائیں گے وہ گھر میں آگ جب سلگائیں گے اُن کو
بہت ہیں مدعی ہمدردیٔ اسلام کے لیکن ٹٹولیں گے انہیں جب یار خالی پائیں گے اُن کو
کبھی تسبیح کو اُن کی ملی فرصت وظائف سے تو تیری خدمتیں اسلام کی گنوائیں گے اُن کو

ملا گو قوم سے اب تک نہیں اصلا صلا تجھ کو
نہیں امید پر تجھ سے کہ ہو اس کا گلا تجھ کو

جنہوں نے قوم کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ہے اُنہوں نے پھل سدا محنت کا کم دنیا میں پایا ہے
یہ تیری خوش نصیبی تھی کہ ثمرہ تیری کوشش کا خدا نے زندگانی میں تری تجھ کو دکھایا ہے
بہت جھکڑ چلے اور آئیں اکثر آندھیاں لیکن رہا گلزار ہو کر باغ جو تو نے لگایا ہے
دیا ہے ساتھ بھی تیرا ہزاروں نے دل و جاں سے اگر دو چار نے کچھ کہہ کے تیرا دل دُکھایا ہے

ادھر پورب سے پچھم تک اُدھر اُتر سے دکھن تک
ادھر سے سندھ تک کشمیر سے راس کماری تک
دکن میں تیرے یاور ہیں وہ ہیں تیرے ساتھی
خصوصاً وہ مبارک ملک جس نے ہند میں اوّل
خدا کی برکتیں پنجاب اور پنجاب والوں نے
جنہوں نے قوم کا ہم درد دل سے تجھ کو مانا ہے

مدد گار اپنا جس گوشہ میں ڈھونڈا تو نے پایا ہے
دلوں میں تو نے سکہ شہر شہر اپنا بٹھایا ہے
ترا مداح ملکوں میں ہر اک اپنا پرایا ہے
رکاب اسلام کی تھامی اور اس پر سر جھکایا ہے
جنہوں نے ہر سفر میں تجھ کو آنکھوں پر بٹھایا ہے
تری نصرت میں اخلاص مسلمانی دکھایا ہے

نہ ہو افسردہ دل اور قوم پر فیض اپنا رکھ جاری
کہ اک ہمت سے تیری بندھ رہی ہیں ہمتیں ساری

ہوئے ہیں سرد دل یاروں کے تو ڈھارس بندھاتا رہ
ہوا پروا ہو یا پچھوا نہ کر تو اس کی کچھ پروا
امیدیں ہیں بہت وابستہ تیری زندگانی سے
ابھی سیراب کم ہیں اور بہت ہیں تشنہ لب باقی
نہیں تعلیم بے علموں کی کم احیاء موتی سے
زبانیں تو نے گر اپنے پہ کھلوائی ہیں حق کہہ کر
فرو ہوتی نہیں آتش سے جب آتش بھڑکتی ہے
کیا ہے زندہ قوموں کو سدا قوموں کے گستاخوں نے
شدائد میں تحمل خاص میراث انبیا کی ہے

امیدیں ان کی استقلال سے اپنے بڑھاتا رہ
لگایا ہے چمن جو تو نے پودا اس میں لگاتا رہ
دعائیں قوم کی لے لے کے عمر اپنی بڑھاتا رہ
سبیل آخر لگائی ہے تو پیاسوں کو پلاتا رہ
جہاں تک تن میں دم باقی ہے مردوں کو جلاتا رہ
تو خاموشی سے اپنے نکتہ چینوں کو تھکاتا رہ
ہر اک شعلہ کو آب بردباری سے بجھاتا رہ
مہم گر فتح کرنی ہے تو چوٹیں دل پہ کھاتا رہ
جو تو آل محمد ہے تو سب صدمے اٹھاتا رہ

کوئی دن اور اس دار المحن میں رنج سہنا ہے
پھر اس کے بعد تجھ کو زندہ جاوید رہنا ہے

عزیزو حق کی رحمت ہے یہ پیر ناتواں ہم میں
ہزاروں ہم میں ہوں گے بیچارا اور ماسٹر پیدا
ہو ہم میں قوم کا ہم درد یہ قدرت خدا کی ہے
ہمارے تفرقوں نے کر دئے تحلیل سب اجزا

پھر ایسا پیر ہے ہم میں نہ کوئی نوجواں ہم میں
مگر اے قوم پھر یہ صورتیں پیدا کہاں ہم میں
نہیں رشتہ کوئی مدت سے باقی درمیاں ہم میں
نہ پاؤ گے کہیں ترکیب قومی کا نشاں ہم میں

ابھی اُٹھ کر فلاح قوم پر کوئی کمر باندھے
ابھی سن لیں کسی قومی جماعت میں شکر رنجی
بن آئے قوم کی خدمت تو کیونکر ہم سے بن آئے
اگر بوجھ پہیلی کی نہ سیّد ہم کو بتلاتا
نہ کی سیّد کے منصوبوں کی گر تائید یاروں نے

ہزاروں ہو جائیں گے پیدا بدگماں ہم میں
ہزاروں ہوں گے یہ بد فال شکر شادماں ہم میں
نہ دور اندیشیاں ہم میں نہ خیر اندیشیاں ہم میں
تو اسلامی اخوت تھی فقط اک چیستاں ہم میں
تو پھر ہرگز سنبھلنے کی نہیں تاب و تواں ہم میں

بہت مشکل سے ہاتھ آیا ہے منزل کا نشاں یارو
پہنچنے دو سلامت تا بمنزل کارواں یارو

رہو جیسے رہے ہو قوم کے غم خوار و یار اب تک
جماعت کو تمہاری دیکھتے ہیں لوگ حیرت سے
تمہاری کوشش اور ہمت کا چرچا ہے زمانے میں
جو کام انجام کرنا ہے تو سیّد کے رہو حامی
وگرنہ دوستو سن لو کہ ہے آپس کی ان بن کا
پڑے ہیں جا بجا بکھرے ہوئے اطراف عالم میں
ہزاروں باغ ویران ہو گئے آپس کے جھگڑوں میں
سفینے غرق لاکھوں کر دیئے بادِ مخالف نے
نہ سمجھو یہ کہ فارغ ہو گئے ہم خاک میں مل کر
نظر آتا نہیں یاں حملۂ دوراں سے بچنے کو

کرو ڈھونڈا نہ اُس رستے کو جو ہے پُر غبار اب تک
تمہارے دم سے ہے کچھ قوم کا باقی وقار اب تک
تمہاری خدمتوں کی قوم ہے منت گزار اب تک
کہ قومی کامیابی کا اسی پر ہے مدار اب تک
وہی انجام جو ہوتا رہا ہے آشکار اب تک
کھنڈر لاکھوں ہماری تفرقوں کے یادگار اب تک
پلٹ کر پھر نہیں آئی جہاں فصل بہار اب تک
زمانے کو نہیں معلوم خود جن کا شمار اب تک
ہماری گھات میں ہے انقلاب روزگار اب تک
سوا اک درسگاہِ قوم کے کوئی حصار اب تک

کرو پورا حصارِ قوم کو سر جوڑ کر یارو
ہٹاؤ حملۂ دوراں کو سب جی توڑ کر یارو

یہ دار العلم سدِّ راہ آسیب زماں ہوگا
نہیں صورت ابھرنے کی ہماری کوئی پستی سے
کمی نے کر دیا ہے علم کی ہم کو سبک سب سے
یہ بیت العلم روز افزوں ترقی کا ہے سرچشمہ

اسی دار الشفا میں بخت پیرا اپنا جواں ہوگا
اگر ہوگا اسی گھر سے بلند اپنا نشاں ہوگا
اسی پاسنگ سے ہوگا تو یہ پلّہ گراں ہوگا
اسی چشمہ سے دیکھو گے کہ اک دریا رواں ہوگا

اگر اس آگئی آب و ہوا اس کھیت کی ہم کو / تو جو اُٹھے گا پودا اس زمیں سے آسماں ہوگا
یقیں ہے ٹہنیاں پھیلیں گی طوبیٰ سے سوا اس کی / ہمارے واسطے دنیا میں یہ باغ جناں ہوگا
اگر اسلام میں باقی ہے خصلت حق شناسی کی / تو ایک اک نونہال اس باغ کا خود باغباں ہوگا
جو حق نے عالم اسباب دنیا کو بنایا ہے / تو جو نکلے گا یاں سے کامیاب و کامراں ہوگا
بہت مدت سے ہے قحط الرجال اس قوم ہست میں / اسی کھیتی سے اس میں جنس مردم کا ساماں ہوگا
بنا اسلام کی کھنتے ہیں یہ تعلیم ڈھا دے گی / نہ ڈھینے دے گا حق۔ اسلام پر گر مہرباں ہوگا
کسوٹی ہے یہ دار العلم اسلامی اخوت کی / ہم اُس سے بدگماں ہونگے جو اس سے بدگماں ہوگا

کبھی یاں آکے کچھ دیکھا بھی ہے اے نکتہ چیں یارو
بُرا کہنا گھروں میں بیٹھ کر اچھا نہیں یارو

اگر رکھتے ہیں دل پہلو میں آکر یہ چمن دیکھیں / ریاض قوم کا فصل خزاں میں بانکپن دیکھیں
وطن کو جو سمجھتے ہیں کہ ہے ترجیح غربت پر / وہ آکر شام غربت بہتر از صبح وطن دیکھیں
ہوئے ہیں جمع یاں جو نونہال اطراف سے آکر / بہم سب کو شریک شادی و رنج و محن دیکھیں
محبت اُن میں جب دیکھیں تو سمجھیں بھائی ماں جائے / وطن پوچھیں تو ہند و سند و پنجاب و دکن دیکھیں
اگر غیبت میں پوچھیں ایک کا حال ایک سے آکر / تو ہر طفل و جواں میں حفظ غیب و حسن ظن دیکھیں
تکلف سے بری ایک اک کو دیکھیں اور بناوٹ سے / سخن میں راستی دیکھیں بیاں میں سادہ پن دیکھیں
تواضع منعموں کی دیکھیں اور غیرت غریبوں کی / ادب بچوں کا دیکھیں نوجوانوں کا چلن دیکھیں
تامل سے میں دیکھیں تو دیکھیں کام میں پھرتی / لڑائی فیلڈ میں دیکھیں کلب میں یونین دیکھیں
اطاعت سلطنت کی احترام اہل حکومت کا / وفاداری کی گردن میں بندھی سب کے رسن دیکھیں
نہ بو ان میں غلامی کی نہ بے باقی کی خو ان میں / ادب اور معتدل آزادگی ان کا چلن دیکھیں
زباں سے قیصر ہندوستاں کا نام لے کوئی / تو اک دریا محبت کا دلوں میں موج زن دیکھیں
سلف پر فخر دیکھیں اور تاسف اپنی حالت پر / لگن اسلام کی اور قوم کی دل میں چبھن دیکھیں

نمازوں کی تقید دیکھیں اور روزوں کی پابندی
اجازت نیک کرداری کی اور ہر کام کی بندی

کلب میں آ کے گر احباب رنگ انجمن دیکھیں
تو زیب کرسی صدر اک مجسم یونین دیکھیں

نہ دیکھی ہوں جنہوں نے شفقت و طاعت کی تصویریں
وہ پاک اور اُس کے شاگردوں کو باہم ہم سخن دیکھیں

تاسف کرتے ہیں جو ہند کی نا اتفاقی پر
کلب میں ہندیوں کے آئیں وہ اور یونین دیکھیں

اگر باور نہ ہو اخلاص سُنی اور شیعی کا
بہم شیر و شکر یاں چار یار و پنجتن دیکھیں

نہ دیکھا ہو جنہوں نے پیار ہندو اور مسلمان میں
وہ آکر مسلم اور ہندو کو یک جان و دو تن دیکھیں

مسیحی کوششیں دیکھیں مسلمانوں کے بچوں کی
مسیحی کو مسلمانی قبا زیب بدن دیکھیں

مجسم دیکھنی ہو شکل مہر مادری جن کو
وہ بچوں سے سلوکِ آرنلڈ و میریسن دیکھیں

اگر ہو دیکھنی تقریر میں تصویر معنی کی
تو والس کا بوقت درس انداز سخن دیکھیں

اگر اسکول میں چاہیں کہ دیکھیں ہورسٹ کو اگر
فرائض میں تمام اوقات اس کے مرتہن دیکھیں

دم تدریس دیکھیں چکرورتی کو اگر برسوں
نہ پیشانی پہ بل دیکھیں نہ ابرو میں شکن دیکھیں

ادب اور مشرقی تاریخ کا ہو دیکھنا مخزن
تو شبلی سا وحید عصر و یکتائے زمن دیکھیں

اگر بو جعفر طوسی کو زندہ دیکھنا چاہیں
تو عباس ابن جعفر سا محیط علم و فن دیکھیں

سخن کوتاہ دار العلم پر ہوں قوم کے نازاں
جو آکر اس کا ایک اک در مکنوں من و عن دیکھیں

پھر ان کے بعد دیکھیں گر مربی اپنے بچوں کا
تو اک بچوں سے بڑھکر زندہ دل پیر کہن دیکھیں

خوشی میں رنج میں صحت میں بیماری میں دُکھ سکھ میں
اُسے جب آکے دیکھیں قوم کی دھن میں مگن دیکھیں

رہیں چُپ کسطرح ہم باغباں کی مدح و تحسیں سے
جب ایسا حیرت افزا آنکھ سے اپنے چمن دیکھیں

نہ سمجھیں یہ کہ ہے اس کو ہماری مدح کی پروا
اگر سیّد کا استحقاق اہل انجمن دیکھیں

محب قوم سُنتا ہے در و دیوار سے تحسیں
جنہیں باور نہ آئے وہ محب قوم بن دیکھیں

ادا سیّد کا حق تو ہم سے ہو سکتا ہے کیا حالی
مگر ہاں ہم کو اپنا فرض کرنا تھا ادا حالی

بقلم ۱۴۲

تاریخ اسپین اردو

تاریخ جس میں مسلمانان اسپین (اندلس) کی ترقی اور تنزل مفصل حالات درج ہیں انگریزی سے ترجمہ ہو کر اردو میں نہایت خوش اسلوبی سے چھپ گئی ہے اس کتاب کے چودہ باب ہیں۔ پہلے دس باب میں مسلمانوں کی ترقیات۔ فتوحات طرز حکومت جاہ و ثروت۔ اندلس کی ترقی رعایائے اسلام کی بہبودی و سرسبزی کا سچا اور صحیح نقشہ کھینچا ہے اور پچھلے چار باب میں عیسائیوں کے بے رحمانہ حملوں سے چمن اسلام اور سرسبز اور با آبرو دونکی تباہی کا بیان نہایت درد آمیز اور سچے واقعات سے قلمبند کیا گیا ہے اسوقت ہندوستان بھر میں یہی ایک اردو کتاب چھپی ہے جس سے مسلمانان اسپین کے جزو سے کل تک کے حالات ملتے ہیں۔ ان تمام حالات کو پڑھتے پڑھتے ان کے ساتھ آپ کو بہت سی اسلامی یادگاریں یعنی عمارتیں بحالت خستہ دیکھیگی جن کے فوٹو نہایت دقت سے بہم پہنچا کر ساتھ چھاپے گئے ہیں۔ قیمت صرف ۴؍ عہ

شیخ ابن بطوطہ کا اردو سفر نامہ

یعنی آٹھویں صدی ہجری کے مسلمان مسافر کا تصویر خانہ۔ اپنے زمانہ کی چشمدید تاریخ مسلمانونکی شاہنشاہی فتح و نصرت بزرگی اور حکومت۔ ترقی و تہذیب۔ علمیت و فضیلت۔ ایجاد و اختراع۔ جاہ و جلال۔ شان و شوکت۔ الوالعزمی اور ہمت۔ ہمدردی و اخوت۔ رحم و انصاف۔ بخشش و سخاوت۔ فیاضی کشادہ دلی۔ اتفاق و یکجہتی اور دینداری۔ اتقاء و پرہیزگاری کا نمونہ۔ نہایت کوشش سے بصرف زر کثیر اعلےٰ درجہ کے ڈمی کاغذ پر خوشخط چھپا ہوا طیار ہے۔ قیمت صرف عہ

ڈیوٹی

ڈاکٹر سموئیل سمائلز کی مشہور اخلاقی کتاب ڈیوٹی کا اردو ترجمہ کتاب ہذا کو بہ حیثیت اپنی اعلےٰ مضامین کے اس قابل ہے کہ کوئی فرد بشر اس کے مطالعہ سے خالی نہ رہے۔ لاکھوں کتابیں فروخت ہوئی ہیں اسمیں مندرجہ ذیل مضامین ہیں فرض۔ ضمیر ہمیرہ۔ فرض علمی۔ دیانتداری۔ صداقت راستی۔ دلیری۔ تحمل۔ انجام تک بردباری۔ سپہ نارولا۔ جہاز ران۔ سپاہی نیک عملی میں بہادری۔ ہمدردی۔ خیرخواہی عام طالب علم اور اخلاقی سبق لینے والوں کیلئے نہایت عمدہ اتالیق قیمت عہ

آئینہ روزگار

مصنفہ احمد حسین خانصاحب ایک نہایت دلچسپ ناول کے پیرایہ میں قوم کی بعض رسومات کے قبیح نتائج ظاہر کئے گئے ہیں قیمت ۸؍

دلکش ہر دو حصہ

مصنفہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی بانی طالب علموں اور کالج کے اعلےٰ تعلیم یافتوں کے حالات کا نقشہ دلکش و دلچسپ ناول کے پیرایہ میں کھینچا گیا ہے جو اپنے والدین کی آنکھوں سے دور۔ کالجوں اور سکولوں میں منچلاپن کرجاتے ہیں اس ناول کے دو حصے ہیں۔ اگر وہ ہی صفحہ مطالعہ کرکے سارا ناول ختم کرنے کا ولولہ پیدا نہ ہو تو حلف پر واپسی کا اقرار کیا جاتا ہے۔ قیمت ہر دو حصہ ۱۴؍

دلربا

ایکدوسرے شخص کی منکوحہ بیوی کے ساتھ عشق اور اپنی بیوی کو چھوڑ کر ایک ناکفو عورت سے آشنائی اور بدبخت عورت کی رسوائی کا سچا نمونہ ناول کے اندر دکھایا گیا ہے قیمت ۶؍

دلچسپ ہر دو حصہ مصنفہ عبدالحلیم صاحب شرر

ہندوستان کے معزز خاندانوں کے حالات کا آئینہ۔ انگریزی طبیع انشا پردازی کا نمونہ جس کے نمونے کے ذریعہ سے تصویر کھانے کا آلہ اردو کو ایک باعزت زبان بنا دینے کی کل۔ دلوں پر عمدہ اثر ڈالنے کی حکمی قوت۔ قیمت صرف ۱۴ر

درگیش نندنی مصنفہ عبدالحلیم صاحب شرر

یہ وہ مشہور ناول ہے جو تقریباً تمام زبانوں میں ترجمہ ہو کر چھپ چکی ہے۔ اس میں شاہنشاہ اکبر اور قتلو خاں والئے بنگالہ کی لڑائی کے ضمن میں تلوتما کی حسن اور کنور جگت سنگھ کے عشق کی حیرت ناک سرگذشت درج ہے۔ قیمت صرف عہ ر

ملک العزیز ورجنا مصنفہ عبدالحلیم صاحب شرر

یہ ناول جس میں اسلامی شان و شوکت اور دینی جوش کے بے نظیر نمونے نظر آتے ہیں اور دینی ناول ہے جو دلگداز کے ساتھ ۱۸۸۸ء میں طبع ہوا تھا۔ قیمت ۱۴ عہ ر

حسن وانجلینا مصنفہ عبدالحلیم صاحب شرر

یہ وہ ناول ہے جس میں کرچین اور روسیوں کی لڑائی کے سچے تاریخی واقعات درج ہیں کہ کیونکر اہل ایران سے نفاق اور اہل اسلام جوش اسلام سے زرکو کی امداد کو آنا اور روسیوں کو متواتر زکین دیکر اپنے عظیم الشان فتوحات حاصل کرکے اسلامی جوش اور ہمدردی دکھانا۔ آخر کار شیعہ اور سنیوں کا مذہبی فساد ہونا وغیرہ وغیرہ یہ وہی ناول ہے جو ۱۸۸۹ء میں دلگداز کے ساتھ شائع ہوا۔ قیمت صرف ۱۴ عہ ر

منصور اور موہنا مصنفہ عبدالحلیم صاحب شرر

اس ناول میں سلطان محمود غزنوی کے جوش اسلام اور ہندو راجہ اجمیر کی بہادری کی سچی تصویریں نظر آتی ہیں یہ ناول ۱۸۹۰ء میں دلگداز کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ قیمت ۱۴ عہ ر

شہید وفا مصنفہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

نہایت ہی اثر دلپذیر قصہ ہسپین کی تاریخ سے لیکر ایک ڈراما کی طرز پر لکھا گیا ہے یہی ایک کتاب ہے کہ جسکے ذریعہ سے نظر آسکتا ہے کہ اہل عرب کے زوال کے وقت ہسپانیہ میں مسلمانوں کی حالت کیا تھی۔ قیمت عہ ر

دلفریب ہر دو حصہ

غدر کے زمانہ کا حال ہے ایک شریف خاندان کی تباہی اور بے بسی اور بیکسی کی تصویریں ظالموں کا ظلم مظلوموں کا صبر پڑھنے کے قابل ہے پڑھ کر کتاب واپس۔ قیمت ۶ ر

شام نرائن اور پاربتی المعروف چھوٹا خاوند اور بڑی بیوی

یعنی وہ دلچسپ قصہ جس میں ایک نوجوان ہندو لیڈی کی مصیبت اور مجبوری اور محرم رشتہ داروں کا لالچ۔ لالچی برہمن کا واویلا۔ جوان مرگی طالب العلمی اور عشق۔ دوستوں کی رفاقت۔ عشق اور مصیبت۔ پولیس کی تفتیش۔ مردہ کا زندہ ہونا۔ بردہ فروشوں کی ناجائز کارروائیوں کا نقشہ محض عشق۔ ایک لائق اور سچے عاشق کی بیتابی۔ مہتر اور چمار بدمستی + قیمت فی جلد صرف ۱۴ر

المشتہر

منشی فضل الدین تاجر کتب قومی ملک اخبار اشاعت کشمیری بازار لاہور

Golden History of India

غنچۂ معرفت

جس میں

بابو برج موہن لال صاحب سیکنڈ ماسٹر ائیل کالجیٹ

سکول بلرامپور ضلع گونڈہ مصنف گلدستہ معرفت و

گلدستہ حقایق۔ انتخاب کلیات شمس تبریز وغیرہ نے

علم تصوف کے چند مضامین کا قابل دید انتخاب

درج کیا ہے

پہلی مرتبہ سنہ ۱۹۰۴ء میں

کارخانہ پیسہ اخبار کے خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی محمد عبدالعزیز مینیجر کے
اہتمام سے چھپا

قیمت ۸/

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و سپاس ذات ذوالجلال کے جس نے اپنا جلوہ بے تعداد شکلوں میں دکھلایا۔ اور ہر ذرہ کارگاہ کو اس کے وجود کا جس کا مظہر ہے یہ ذرہ خاکپائے اصحاب جویائے رمز عالم وحدانیت غنچہ معرفت پیش کرتا ہے کہ امید شرف قبولیت ہے ؎ ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

[illegible] سوہن لال ہری داس
ساکن جگجن پور متصل ریلوے اسٹیشن
فیض آباد
در ماہ [illegible] سنہ [illegible]

(۳) اگنی۔ صورت (۴) جل۔ ذائقہ

(۵) پرتھوی۔ بُو۔

بلحاظِ کثافت و لطافت عناصر تین اقسام کے ہیں:۔

(۱) کثیف۔ یعنے تم

(۲) لطیف یعنے رج

(۳) لطیف ترین یعنے ست

موجودات فانی عالم اسباب میں عناصر کے کثیف حصص کی خلط سے بنے ہیں۔
پنج حواس حسب ذیل موضوع ہوئے ہیں۔

(۱) آکاش سے قوت سامعہ

(۲) بایو " " لامسہ

(۳) اگنی " " باصرہ

(۴) جل سے " " ذائقہ

(۵) پرتھوی " " شامہ

یہ پنج حواس عناصر کے جدا جدا لطیف ترین حصص بنی ہیں۔ حواس فعلیہ و پران یعنے باد جسمی عناصر کے لطیف حصص کے خلط سے و دل جملہ عناصر کی مجموعی لطیف ترین حصص کی خلط سے بنا ہے۔ دل کو چونکہ بوجہ نہایت صاف اور شفاف ہونے کے عکس پذیر جمالِ نورِ حق ہے آئینہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔
(منطق الطیر) ب

گر ہمیں داری جمالِ یار دوست دل بداں کائینۂ دیدار اوست

اگر یہ کہا جائے کہ انسان جسم ہے تو جسم محسوس ہو سکتا ہے اور جو چیزیں محسوس ہو سکتی ہیں فانی ہیں پس انسان بھی فانی ہے مگر انسان جسم نہیں کیونکہ ہستی جسم موقوف بہ وجود دیر دیر ہے۔ ع

نور با گم اے عجب زیں مشتِ خاک

جسم ایک مشت خاک ہے ؎

بعد ازیں چیست کارِ مشتِ خاک　　جز نیایش گری بحضرتِ پاک

اور بذاتِ خود قائم نہیں رہ سکتا۔ عارف کی نظر میں جسم خوار و بے مقدار ہے
قابلِ دلبستگی نہیں۔ حسنِ صورت کی جانب رجوع ہونا دلیل نادانی و تہی مغزی کی ہے
خدا شناس تن پرور نہیں ہوتے کیونکہ تن پروری دلیل عدم ہنر پروری ہے ع

کہ تن پروراں از ہنر لاغر اند

ورنہ آسایشِ جسم و فربہی تن اُنکو مدنظر ہے تعلق قالبِ خاکی ہے باعثِ
وبال و مانع دیدار یار ہے۔ بموجب قول حافظ شیرازی۔ ؎

حجابِ چہرۂ جاں میشود غبارِ تنم　　خوشا دمیکہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم

اگر یہ کہا جائے کہ انسان حواس ہے تو پنچ حواس یعنے باصرہ۔ لامسہ۔ شامہ۔
ذائقہ۔ سامعہ۔ عناصر کے لطیف ترین حصص سے فرداً فرداً بنے ہیں۔ اور جو مصنوع ہے
ہے زوال پذیر ہے۔ حواس محکوم دل ہیں جس طرف دل چاہتا ہے اُنکا میلان ہوتا ہے

ع　بیبر دہر جا کہ خاطر خواہ اوست

عالمِ حیات میں اکثر لوگ پنچ حواس میں سے کسی نہ کسی سے محروم ہو جاتے
ہیں۔ حالتِ بیخودی میں حواس باطل ہو جاتے ہیں۔ مگر ہستی انسان میں اُس
حالت میں بھی کلام نہیں پس انسان حواس نہیں۔

اگر انسان کو کرم اندری یعنے حواس فعلیہ تسلیم کریں تو یہ بھی درست
نہیں کیونکہ قوت دست و پا تابع دل ہے۔ ع

آدمی را قوتِ دست از دل است

اگر وجود انسان تابع خلط عناصر مانا جائے تو راست نہیں۔ انسان محض پتلہ
خاکی نہیں۔ ؎

تو روح مجردی بہ معنے　　تن با تو مثالِ بار بر دوش

انسان کو قومیت سے منسوب کرنا بھی عارف کے نزدیک خلاف ہے۔

مثلاً یہ کہ زید ہندو ہے عمرو مسلمان۔ تو ہیت بلحاظ تعلق خاندان و والدین
جسم سے منسوب ہے نہ کہ روح سے۔ روح نہ ہندو ہے نہ مسلمان نہ ترسا ہے
نہ یہودی بموجب قول شمس تبریز ؎

چہ تدبیر اے مسلماناں کہ من خود را نمی دانم نہ ترسا و یہودیم نہ گبرم نہ مسلمانم

اگر یہ کہا جائے کہ ہستیٔ انسان قوت پر منحصر ہے تو یہ بھی خلاف ہے
کیونکہ اسباب قوت و خورش غیر ذی روح یعنے جڑ ہیں۔ اور انکی منفعت منفعت
رسانی و بالیدگی جسم موقوف بہ جیو آتما ہے بموجب قول شمس تبریز ؎

مازندہ بجانیم بجانیم بجانیم تا ظن نہ بری زندہ بنانیم بنانیم
ما نورِ خدائیم دریں خانہ فتادہ مامرغ شنگفیم دریں دام زانیم

پس ہر فرد بشر نہ جسم ہے نہ جان بلکہ جانِ جاناں ہے۔ (شمس تبریز) ع
نہ تن باشد نہ جاں باشد کہ من از جانِ جانانیم

دیگر۔ ع "از جوہر پاکیم نہ از عالم خاکیم"۔

اے خفتہ بیاد یار برخیز

عالمِ وحدت سے باعث آوارگی کیا ہے؟

خودی یعنے اہنکار و دوی روح کے لئے باعث جدائی عالم جاں ہیں
ورنہ روح بنفس خود روح مطلق ہے۔ روح سے یہاں مراد جیو آتما روح
مطلق سے پرماتما ہے وجود خودی و دوی باعث شہوت و میلان فعل (کرم)
ہے اور فعل کے سرزد ہونے پر انسان اُسکی سزا و جزا کا مستحق بنتا ہے۔
چونکہ بغیر تعلق قالب خاکی یعنے جسم سزا و جزا دونوں غیر ممکن ہیں روح کو
تعلق جسم ضروری ہے اور بحالت جسم شہوت و خواہشات لابدی ہیں اسطرح
فعل سرزد ہوتے رہتے ہیں اور خودی کی بیخکنی نہیں ہوتی۔ سینہ دل کو خس و
خاشاک شہوت سے پاک کر کے سلسلہ افعال قبیح و حسنہ کو توڑنا اور تارک خودی بننا

اس ہرزہ گردی سے نجات حاصل کرنا ہے۔ (مولوی روم)

خویش را صافی کن از اوصاف خود   تا ببینی ذاتِ پاکِ صافِ خود

بینی اندر دل علومِ انبیا   بے کتاب و بے معید و اوستاد

آں صفای آئینہ وصفِ دل است   صورتِ بے منتہا را قابل است

بغیر صفائی دل ترک خودی و منی محال ہے۔ اسباب ذیل دلیل صفائی قلب ہیں۔

(۱) طالب نجات کو صورت پرستی سے گریز لازم ہے طالب معنی کو راست کار و راست سخن ہونا چاہئے۔

ز صورت راہ معنی رد اگر مردی و مردانہ   چو غواصاں بدریا شو کہ یابی دُرِ یکدانہ

(۲) رہرو معرفت کے لئے ہمنشینی صاحب دل سے بڑھکر کوئی صحبت نہیں جو خود منزل مقصود سے واقف ہے دوسرے کو بھی رہنمائی کر سکتا ہے برعکس اسکے ہمنشینی دنیا پرست سے بجز اسکے اور کیا حاصل کہ سبق صورت پرستی کا ازبر کراوے اور دلائل و براہین سے بہار معرفت کو خزاں کے پیرایہ میں دکھلائے اور نقشِ ثبات جہاں بے اصل کو مستحکم کرے بموجب قول مولوی روم

دوستیٔ مقبلاں چوں کیمیاست   چوں نظر شاں کیمیا خود کجاست

اولیا و صاحب دل کی ہمنشینی رہروِ عشق کے لئے اثر کیمیا رکھتی ہے۔

(۳) دنیا کو فانی و بے ثبات تحقیق کر کے گھڑی زمانہ سے عبرت حاصل کرنا و ناپائداری گیتی پر شیفتہ نہ ہونا رہرو منزل عشق حقیقی کے لئے دلیل صفائی قلب ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک انسان کسی شے میں کچھ بھی ثبات کا قائل نہ ہو اسے دل نہیں دیتا جب تک دنیاوی تعلقات کی فانی ہم نقش دل سے محو نہیں ہوتا ہوس کی کمی محال ہے۔ عالم بلوغت میں عالم طفولیت کی لہو و لعب میں حظ باقی نہیں رہتا۔ بموجب قول حافظ

حاصلِ کارگہِ کون و مکاں ایں ہمہ نیست   بادہ پیش آر کہ اسباب جہاں ایں ہمہ نیست

دنیا ناپائیدار ہے ثبات کی اُس میں بُو نہیں۔

(۴) توکل بخدا باعثِ جمعیت خاطر و اندفاعِ انتشار ہے۔ بموجب قول ؎

جملہ را رزاق روزی مے دہد ۔ قسمتِ ہر یک بہ پیشش می نہد

پروردگار پردۂ غیب سے ہر مخلوق کو رزق بہم پہونچاتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جسقدر رزق مقسوم ہے اُسی قدر میسر آتی ہے۔ یہ خیال عبث ہے کہ ہم اپنی قوت بازو سے حاصل کرتے ہیں اور جسقدر سعی حصول معاش کے لئے کیجائے گی اُسی قدر فراغ دستی حاصل ہوگی کسب معاش واجبات سے ہے ؎

رزق ہر چند بیگماں برسد ۔ شرطِ عقلست جستن از درہا

مگر توکل بہ خدا شرط ہے۔ صاحب توکل کو روزی عالمِ غیب سے بہم پہونچتی ہے۔ بموجب قول غنی ؎

توکل پیشہ را روزی بدستِ خویش میباشد ۔ مکد انگشتِ خود کودک چو ننہد شیر پستان را

اگر توفیق ایزدی یاور نہ ہو تو قوت بازو و ہنر حصول معاش میں قاصر ہوتے ہیں۔ ع ہنر بکار نیاید چو بخت بد باشد

شیر ژیان باوجود قوت سرپنجہ گرسنہ رہتا ہے اور مور ضعیف صاحب دسترخوان ہے ؎ نہ سختی رسد از ضعیفی بمور ۔ نہ شیراں بسرپنجہ خوردند و زور

توکل بہرہ معرفت کے لئے بغرض حضور قلب ضروری ہے۔ کیونکہ عمر گراں مایہ بموجب قول سعدی ؎

عمر گراں مایہ در ایں صرف شد ۔ تاچہ خورم صیف و چہ پوشم شتا

کھانے پینے کی فکر میں گذرتی ہے اور جب تک کہ فکر نان و جامہ سے فرصت نہ حاصل ہو مسئلہ معرفت کے حل کرنیکی مہلت کہاں! ؎

کجا اندیشۂ عقبےٰ ہست عقل ذوفنوں را ۔ کہ دارد فکر نان و جامہ بیرون و درون را

(۵) جس قدر کسبِ حلال ہاقوت بازو سے بحسب قسم منعم حقیقی حاصل ہو۔ بموجب ع آنچہ از دوست میرسد نیکوست

اُس پر قانع ہونا لازم ہے حسرت و حسد کو دل میں جگہ دینا کفر ہے۔ قناعت وہ دولت ہے جو گدا کو شاہ کرتی ہے اور جب تک اقلیم قناعت ہاتھ نہ آئے سلطنت ہفت اقلیم سے بھی سیری نہیں حاصل ہوتی۔ مس و روپیہ سے جو محروم ہے باوجود حصول ملک و ثروت گدا ہی ہے۔ یہ وہ ملک ہے جسکو کشور کشا فوج کثیر سے بھی فتح نہیں کر سکتے بموجب قول حافظ ؎

بال آزادگی و گنج قناعت گنجیست — کہ بشمشیر میسر نشود سلطاں را

طالب حقیقت کو شمشیر آبدار قناعت سے مسلح ہو کر دشمنان آز و حرص کو شکستہ و پامال کرنا چاہیے۔ تاکہ حضور قلب حاصل ہو۔

این ہمہ غمہا کہ اندر سینہ ہاست
از بخار گرد و باد و بود ماست

ہر فرد بشر پابستہ محنت و کلفت ہے خار و خس ملالت سے کسیکا سینہ پاک و صاف نہیں کوئی منکوب و مغلوک ہے کوئی ذلت سے خوار کسیکا اعزاز دنیاوی کے نہ برآنے سے نشتر غرض یہ کہ ہر کس و ناکس بقدر ہمت خود سرگرداں درطۂ غم و الم ہے ؎

ہست دریں فرش دو رنگ آمدہ — ہر کسے از کار بتنگ آمدہ

اب یہ امر قابل تحقیق ہے کہ اسباب غم و الم کیا ہیں اور یہ خود کہاں تک اسکے وجود کے باعث ہیں۔ عموماً حضرت فلک پر سارا الزام ڈالا جاتا ہے۔ اور اجرام فلکی سے ہر متنفس کو جو گرفتار دام محن ہے شکایت ہے۔ ؎

اے چرخ غافلی کہ چہ بیداد کردہ — وز کیں چہا دریں ستم آباد کردہ

علاوہ گردش زمانہ مصائب کے باعث قضا و قدر و اعدا قرار دیئے جاتے ہیں۔ بہر حال ذات خاص کا توسل کسی حالت میں آلام کے موجد ہونے میں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ مگر یہ شکایت بجا نہیں۔

ہماری پابستگی اور گرفتاری بند رنج ومحن اس وجہ سے ہے کہ ہم جادہ معرفت وحق شناسی سے بے بہرہ ہیں صورت پرستی نے کسب لذت روحانی سے غافل وبے خبر کر دیا ہے حظ جسمانی ولذائذ نفسانی ہمارے لئے غایت الآمال ہیں۔ جسکا دل نور معرفت سے منور ہے اُسکے لئے کوئی موقع ومحل ترددات وشکایت کا ابنائے جنس سے نہیں۔

جو کچھ کہ انسان کو مدت حیات میں پیش آتا ہے اُسکے افعال واعمال کا نتیجہ ہے بمقتضائے قوانین سیاست مجرم اپنے جرائم کی سزا کا از روئے عدل مستحق ہے آقا اپنے خادم کی رعایت وخاطر بلحاظ اُسکے حسن خدمات وخصائل پسندیدہ کے کرتا ہے۔ دہقان جیسا تخم مزرعہ میں ڈالتا ہے ویسا وفل پاتا ہے۔ پس جیسے تخم نیکی وبدی کے مزرعہ عمل میں ڈالے گئے ہیں داور جہاندار اُسکے مطابق ہر فرد بشر کو سزا وجزا بردہ غیب سے دیتا ہے جس نے بدی کی۔ بقول سعدی ؎

ہر آنکہ تخم بدی کشت وچشم نیکی داشت دماغ بیہودہ پخت وخیال باطل بست

اُسکو نیکی کی امید نہ رکھنا چاہئے۔ ایک صاحب دل بدل وجان رضاجوئی وبہبودی انام کے لئے کمربستہ ہے کسی مخلوق کی حق کہ دو ودام کی مضرت وایذارسانی منظور نہیں۔ مجسم صورت اخلاق ورحم ورفقت سے شہرہ آفاق ہے۔ خدمت بندگان خدا وعجز وتواضع کو اپنا فرض خیال کرتا ہے۔ ایک جور پسند بدخو مجسم نخوت وکبر ہمہ ابنائے جنس کی ذلت ودل خستگی ہیں اُسکو فخر ہے۔ اِن دو اشخاص کا انجام کیونکر ایک ہوسکتا ہے۔ اگر ایک کے لئے نور ہے تو دوسرے کے لئے نار۔ اگر ایک مستحق جنت ہے تو دوسرا مستحق دوزخ۔

ہمارے ترددات وتفکرات اکثر خیالات فاسد پر مبنی ہیں۔ عالم صورت میں صورت پرستی نے رنگ وبو پر اسقدر شیفتہ کر رکھا ہے کہ باطن کے جانب مطلق توجہ نہیں۔ حسن صورت ہر دم مقصود ہے معنے سے غرض نہیں۔ چگونہ چیزیں عناصر (خاک۔ باد۔ آب۔ آتش۔ آکاش) کے مرکبات سے

بنی ہیں۔ جزو عناصر کی قلت و کثرت پر خواص عناصر کی زیادتی و کمی موقوف ہے صاحب دل محض صورت پر فریفتہ نہیں ہوتے۔ اُنکی نظروں میں گلیم و شال حریر و پلاس یکساں ہے۔ ؎

تا چند اسیر رنگ و بو خواہی شد   چند از پئے ہر زشت و نکو خواہی شد

آرزو حرص دل پر غلبہ پا کر انواع و اقسام کے تفکرات کی تصویر کھینچا کرتے ہیں جس حالت میں سامان اسباب ضروری زیست بھی مہیا ہوتے ہیں۔ حرص کوچہ گدائی میں سرگرداں کرتا ہے۔ اور طمع اپنا حلقہ بگوش بنا کر مورد یاس و ہراس کرتا ہے۔ عقل و فراست کچھ بھی کام نہیں کرتے۔ ؎

بدوزد شرہ دیدۂ ہوشمند   در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

اگر نظر حق بین ہو اور جلوۂ یار نظر آئے تو ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز مظہر حق ہے۔ وجود حرص و طمع اُس حالت میں ممکن ہے جبکہ ایک کو دوسرے سے ترجیح دیجائے۔ عارف معنی جو ہیں اگر ذرہ ہے تو وہ بھی صاحب دل کی نظروں میں عزیز ہے۔ گنج و خراب نوش و نیش رنج و راحت عارف کے لئے یکساں ہیں۔ ؎

موحد چہ در پائے ریزی زرش   چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش

کافر و مومن خدا گو بند لیک

در میان ہر دو فرقے ہست نیک

کتب مقدسہ ہر مذہب و ملت کی یاد حق پر زور دیتی ہیں ہر لفظ خدا ورد زبان ہونا بموجب منقولات ملل و نحل نجات آلام دنیوی و ثواب عقبیٰ ہے ہر مذہب میں باوجود کثرت خلل اعتقاد و مذہبی ایسے ہزارہا اشخاص ہیں جو لفظ خدا زبان پر ہر روز لاتے ہیں۔ مگر بظاہر اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ نجات خواہ ثواب عقبےٰ حاصل ہوا۔ اس سے اکثر اصحاب کے اعتقاد کو نقصان پہونچتا ہے

اور اگرچہ برملا تردید کلام بزرگان دین نہیں کر سکتے ۔ دل سے صحت کلام
میں کلام ہے ۔ عشق حقیقی بموجب قول مولانا روم ؎

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد ۔ او ز حرص و عیب کلی پاک شد

و ریاضت و عبادت و یاد حق باعث حصول سرور ابدی و امن لایزالی بندگان
ہیں بشرطیکہ حضور قلب و خضوع و خشوع نفس کے ساتھ ہوں ۔ جس طرح ہر روز
دیکھتے ہیں کہ بغیر حضور و راستی دل کسی کام میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی اور
آخرت بھی بخیر انجام نہیں پاتے ۔

غذا ہر شخص استعمال کرتا ہے ۔ جو قوت کہ ایک لقمہ سے تندرست کو حاصل
ہوتی ہے مریض کو نہیں ۔ جس کا سینہ و دل ۔ خودی حرص و طمع و شہوت و غضب
سے پاک و عشق حقیقی سے منور ہے لفظ خدا کا اُسکے لئے ورد زباں ہونا دلیل
حصول حیات ابدی ہے ۔ باوجودیکہ یاد حق میں کافر و مومن دونوں ہیں ۔
بموجب قول مولوی روم ؎

آں گدا گوید خدا از بہر نان ۔ متقی گوید خدا از بہر جان

اللہ اللہ میزنی از بہر نان ۔ بے طمع بنشیں آئی صدر اخوان

گدانان کے لئے اور متقی جان کے لئے یاد حق میں ہے ۔ ایک کو دوسرے
سے کیا نسبت ۔ عبادت و ریاضت بغرض حصول مراد دنیوی نافع جان نہیں ۔
مولوی روم ؎

بس کسان کایشان عبادتہا کنند ۔ تا برضوان و صواب آں برہند

بہر خود او آتشے افروختست ۔ در دل رنجور خود در سوختست

بلکہ باعث پابندی ہے ۔ عاشق صادق کو جنت کی تمنا نہیں ۔ نہ وہ تونگری
کے خواہاں ہیں ۔ نہ مال و مکسب کے جویاں ۔ اُنکا یاد حق باغرض نہیں بلکہ بغرض
ہے ۔ عبادت میں طالب غیر حق ہونا جبر پسندی ہے ۔ ع

جہد کن تا رنگ غیر حق کنی

طواف و زیارت صومعہ و یاد حق سینہ و دل کو خار و خس تر دامنی سے صاف کرتے ہیں جس سے صفائی قلب منظور ہے۔ نہالِ عشق جب باثمر ہوا تو کدورت و نجاست دنیا معدوم ہوئے بشرطیکہ ظاہر و باطن یکساں ہو اور صورت و معنی میں اختلاف مناسبت نہ رہی۔ مولانا روم ؎

ظاہر و باطن اگر باشد یکے   نیست کس را در نجاتِ او شکے

ایک شخص دل باسوزت یاد خدا میں بااغراض دنیوی مشغول ہے۔ دوسرا عوام میں اپنے زہد و طاعت کے اظہار کے لئے خدا کو یاد کرتا ہے۔ ایک کو عبادت سے مقصود حشمت و جاہ ہے دوسرے کو فقر و مسکینی۔ دونوں کے منشا میں کسقدر فرق ہے۔ دونوں مستوجب رضائے حق کیونکر تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔ یادِ خدا بحضورِ قلب دلیل نجات ہے۔ مگر حضورِ قلب تاوقتیکہ دل سرگرداں بہر حصول اغراض نفس ہے محال ہے۔ ترکِ تن و کسبِ جان اصل نماز ہے۔ بموجب قول مولانا روم۔ ع

زانکہ ترکِ تن بود اصلِ نماز

شہوت مانع راستی دل ہے۔ ع

میل شہوت کر کند دل را کور

بمقتضائے قدرت جس شے کا خیال دل میں جمتا ہے۔ خواہ جیسی چیزیں نظر کے سامنے گذرتی ہیں اُنکے جملہ اوصاف کی تصویر لوح دل پر مرتسم و منقش ہو جاتی ہے۔ اور خیالات بھی اُنہی کے پرتو پر پیدا ہوتے ہیں پس جب لفظ خدا کا زبان پر آیا یہ امر ضروری ہے کہ حضورِ قلب اوصافِ حق کی محویت میں حامی ہو اور احکام حق کی اطاعت و متابعت کی جانب دلی میل پیدا ہو۔

ایسی حالت میں ظاہر و باطن کے یکساں ہونے پر نجات میں کیا کلام ہے۔ ؎

از صفت وز نام چہ زاید خیال   آں خیالش ہست دلالِ وصال
اسم خواندی رو مسمّیٰ را بجو   ماہ بالا داں نہ اندر آبِ جو

گر ولی زہرے خورد نوشے بود

بظاہر ہی یہ امر عام تجربہ و قیاس سے محال نظر آتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا قیاس اس جہاں میں ذاتی تجربہ پر مبنی ہے اور اُس سے مشکل تجاوز کرتا ہے۔ ہر شخص کے ذاتی تجربہ کی وسعت بلحاظ اُسکے علم و تحقیقات کے ہے۔ ایک شخص نے اپنے مسکن سے ہرگز قدم باہر نہیں رکھا۔ دوسرے کی زندگی جہاں گردی و گیتی پیمائی میں بسر ہوئی۔ دونوں کی تحقیقات و تجربہ میں کیا مناسبت جو ایک کے لئے ممکن الوجود ہے دوسرے کے لئے غیر ممکن الوجود۔ ایک طالب جمال یار ہو کر صحبت صلحا و فقرا کے تلاش میں ہے۔ دوسرا اکتساب دولت و مال میں رضا جوئی و تملق انام میں مشغول دونوں کے خیالات میں یکجہتی کیونکر ممکن ہے۔ پس محض ذاتی تجربہ و قیاس سے مسائل دینی و کلام بزرگان کی تحقیق کرنا دلیل نادانی ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ خالق نے ہر شے کو ایک خاص خواص و جوہر عطا کیا ہے جس میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ شکر میں حلاوت و حنظل میں ہلاکت ہے۔ ایک دوسرے کو اپنے جوہر سے تبدیل نہیں کرتا اور ہر موقع و محل پر بلا قلت و کثرت ان خواص کا اظہار ہوتا ہے۔ ہر شخص کی وسعت استعداد میں بھی اختلاف ہے جو ایک کے لئے نافع ہے دوسرے کے لئے مضر۔ جو ایک کے لئے شافی ہے دوسرے کے لئے مہلک۔

ولی سے مراد صاحب کشف و کمال ہے جسکی نظروں میں یہ ماسوا مظہر ذات حق اور ہر ذرہ کارگاہ ہستی دلیل صنعت صانع حقیقی ہے۔ اس جہاں میں کسی چیز کو خالق نے رنج و راحت پہونچانے کی خاصیت نہیں عطا کی البتہ جوہر ذاتی ہر شے میں پایا جاتا ہے۔ اگر وابستگی رنج و راحت محض اشیا میں تسلیم کیجاوے تو ابنائے جنس میں سے ہر ایک پر اُنکا اثر یکساں ہونا

چاہیئے۔مگر ایسا ہرگز نہیں۔ افرادِ حضرتِ انسان میں سے جو ایک کے لئے باعثِ حصولِ راحت ہے دوسرے کے لئے باعثِ حصولِ درد و رنج۔

دراصل دل ہی پر راحت و رنج موقوف ہے۔ حسبِ استعداد و قابلیت دل ہر ایک شئے کا اثر اسپر پڑتا ہے۔ پس اگر زہر کسی کے لئے اثر نوش رکھے تو کیا محال۔ عالمِ صورت میں ہر ذرہ مظہرِ حق ہے بموجب قول ؎

ہر کجا چشم فتد اے شوخ بے پروائی تُو | چوں شرر در سنگ ہمچوں بادہ در مینا توئی
ہیچ جا خالی ز تاب جلوہ حسن تو نیست | نورِ شمع محفل و رنگِ گل رعنا توئی۔

ہر ذرہ سے قدرتِ حق کا اظہار ہے۔ ممکنات میں خواص تعینات دلیل و مظہرِ حق ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

در مقامے زہر و در جائے دوا | در مقامے کفر و در جائے روا
در مقامے خار و در جائے چو گل | در مقامے سرکہ در جائے چو مل
در مقامے خوف در جائے رجا | در مقامے بخل و در جائے سخا
در مقامے فخر و در جائے عنا | در مقامے قہر و در جائے رضا
در مقامے جود و در جائے وفا | در مقامے منع و در جائے عطا
در مقامے دُرد و در جائے صفا | در مقامے خاک و در جائے گیا
در مقامے عیب و در جائے ہنر | در مقامے سنگ و در جائے گہر
در مقامے حنظل و جائے شکر | در مقامے خشکی و جائے مطر
در مقامے ظلم و جائے محض عدل | در مقامے جہل و جائے عین عقل

حضرتِ شمس تبریز فرماتے ہیں۔ نظم

نوح توئی روح توئی فاتح و مفتوح توئی | سینہ مشروح توئی پر دہ اسرار مرا۔
نور توئی سور توئی دولتِ منصور توئی | مرغ کہ طور توئی خستہ بمنقار مرا
قطرہ توئی بحر توئی لطف توئی قہر توئی | قند توئی زہر توئی بیش میازار مرا
روز توئی روزہ توئی حاصل دریوزہ توئی | آب توئی کوزہ توئی آب دہ ای یار مرا

دانہ توئی دام توئی بادہ توئی جام توئی ۔ پختہ توئی خام توئی خام بگذار مرا
حور توئی نور توئی جنت معمور توئی ۔ بجت سرور توئی سرو سالار مرا

بغیر ذاتِ پاک کوئی ذی روح خواہ غیر ذی روح اس جہالت میں قیام ہستی نہیں رکھ سکتا۔ زہر و نوش دونوں میں قدرتِ حق عیاں ہے۔ اور قدرت اپنے قادر سے جدا نہیں۔ پس اگر یار حقیقی اپنے طالب کے لئے زہر کو خاصیت نوش عطا کرے تو کیا محال۔

پس ہے نوا پر اہل دول کی نظر شفقت وکرم ہو وہ فطرۃً اشلاس سے اسکو نجات ملے اور فاکستر ذلت اُسکا مسند عیش وطرب میں مبدل ہو ملازمان بساط قرب اُس صاحب نعم کے اُس بے نوا کی خاطر و رضا جوئی ملحوظ رکھیں۔ اسی طرح جو ریاضت وعبادت سے مقبول درگاہ ہوا صحابِ کشف وکمال کے حلقہ میں آیا۔ منزل روشنضمیری کو فائز ہوا۔ ہر ذرہ عالم مطاوعی ومعبدی اُسکا فرمان پذیر ہوتا ہے۔ بموجب قول صاحب ؎

چوں آفتاب ہر کس روشنضمیر شد ۔ ذرات عالم اورا فرمان پذیر شد

یہاں تک کہ عناصر بھی کہ اطاعت و انقیاد باندھتے ہیں اور حد مانبری سے قدم باہر نہیں رکھتے۔

ذرات عالم لشکرِ حق ہیں اور صاحب نظر کے نزدیک ہر ایک سپاہی ہے کرنل ہے جنرل ہے مشیت ایزدی سے بموجب اعمال و افعال بندگان کسی کو پامال کرتے ہیں کسی کو آباد کسی کے حافظ جان و مال ہیں کسی کیلئے رہزن۔ کسی کے لئے حامی کسی کے لئے جانی بموجب قول مولانا روم ؎

جملہ ذراتِ دو عالم در جہاں ۔ لشکر حق اند گاہِ امتحان

پس اگر نوش ایک کے لئے زہر اور زہر دوسرے کے لیے نوش ہو تو کیا بعید ہے
درجہ عشق حقیقی میں ایک وہ منزل ہے کہ جسمیں عابد کی محویت معبود میں ہوتی ہے۔ اس حالت میں دوئی۔ منی و توئی کے معدوم ہونے سے یکتائی میں مبتلا

ہوجاتی ہے۔ اور تعلقات عالم بشریت بھی اوٹھ جاتے ہیں۔ پس جس طرح کہ ذات کائنات فرمان پذیر معبود ہیں جان پرِ عابد ہوتے ہیں۔ اس حالت میں زہر کا ولی کے لئے افزنوش رکھنا ممکنات سے ہے۔

خشم وشہوت مرد را احول کند

خشم سے مراد غضب وشہوت سے غرض خواہشات نفسانی ہے۔ انکی پیروی وفرمانبرداری مورد رنج ومحن اولان سے کنارہ کشی وقطع وبیل نجات وحصول راحت روحانی ہے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو انسان کو خلعت بشریت سے محروم کر کے جامۂ حیوانیت پہناتے ہیں۔ جو انکا مطیع وحلقہ بگوش ہوا منزوک ومردود زماں ہوا جس نے انکو مغلوب کیا مقرب درگاہِ ایزدی ہوا۔ بتقنضائے قانون قدرت حضرت انسان کے لئے یہ اوصاف مقصود نہیں۔ ؎

خشم وشہوت وصفِ حیوانی بود　　رحم ورقت وصفِ انسانی بود

اب دیکھنا چاہئے کہ خشم وشہوت دنیا وآخرت میں کسقدر باعث حرج ومرج ہیں۔ اور زہد وعبادت میں کہاں تک سدِّ راہ ہیں۔ ہر ایک ملت مسلمہ کا اعلیٰ اصول ترکِ آزار ہے۔ صاحبِ نظر کو کسی کی دل آزاری منظور نہیں۔ نہ صرف یہ کہ ابنائے جنس کے ساتھ سلوک میں اس امر کا لحاظ رکھیں بلکہ ہر ایک جنس کے ذی روح کی دل آزاری سے گریز ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

دلِ خراب کہ اورا ہیچ نشماری　　زعرش وکرسی ولوح وقلم فزوں باشد
مدار خوار ولی را اگرچہ خوار بود　　کہ بس عزیز عزیز است دل دراں خواری
اگر سعادت واقبال وبخت مے طلبی　　شوی تو طالب دلہا وگر تو بگذاری

حضرت سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

میازار مورے کہ دانہ کش است　　کہ جاں دارد وجان شیریں خوش است

بزرگان دین نے ترکِ آزار پر اسلئے زور دیا ہے کہ خصائل ستودہ واخلاق حمیدہ کا

وجود اسکے عدم پر موقوف ہے۔

خشم کے ہمدم ظلم وستم ونخوت وکبر ہیں۔ جب خشم کا غلبہ ہوا کسی کا دل پژمردہ
کسی کا خانۂ دل خراب ہوا۔

جائے غور ہے کہ صاحب خشم کو خشم سے کسقدر منفعت وکسقدر مضرت ہے
وجود خشم دلیل طمع وکبر وحسد وخودی ہے۔ جب کہ سینہ دل پیران ظالموں کا تحکم
ہوا۔ دروازۂ غم کھلا۔ امن وامان راہی ہوئے۔ تعلق قلب خاکی نتیجہ اعمال ہے
خشم ایسے افعال کے مرتکب ہونے کی ترغیب دیتا ہے کہ جنکی سزا وجزا کے
لئے پابندی روح مستحکم ہوتی ہے۔ ایک لحظہ کے لئے حضرت خشم کی اطاعت
گویا دوزخ کے لئے سند حاصل کرتا ہے۔ انصرام کار دنیوی میں عقل وفراست
دلیل مقصد باری وحسن انجام ہیں۔ مگر خشم وہ جفا پسند فرمانده ہے کہ دستور
فہم وفراست کی مشورت کارگر نہیں کرتی۔ پس صاحب خشم خود انجام کار
دنیوی کا مانع ہے۔

کسب معرفت وطلب راہ حقیقت میں یک سوئی دل ضروری ومطلوب ہے۔
انواع خیال فاسد طالب کے لئے یاد خدا وحصول حضور قلب میں سد راہ ہیں
خشم وشہوت باعث وجہ انتشار ہیں۔ اور ہوا وہوس کے درپے انکی وجہ سے
میلان دل محض عالم صورت کی جانب ہوتا ہے۔ ؎

خانہ خالی کن دلا تا منزل جاناں شود کیں ہوسناکان دل وجاں جائے دیگر میکنند

ترک ہوا وہوس ہی راہ راست ہے اور فرمان پذیری خشم وشہوت موجب گمراہی
ہے۔ راہ راست راہرو کے لئے منزل مقصود تک پہونچنے میں دلیل ہے۔ راہ
کج باعث ہرزہ گردی ہے۔ ؎

رہے راست رو تا بمنزل رسی تو بر رہ نۂ زیں قبل واپسی

شہوت طالب حصول لذات پانچ حواس ہے۔ باصرہ۔ شامہ۔ لامسہ۔ ذائقہ۔
سامعہ۔ یہ پانچ حواس ہیں۔ انکا وجود مرکبات عناصر سے ہے۔ اور عناصر عالم

صورت میں ہیں۔ پس تعلق اثبات لذات حسی بھی متعلق عالم صورت ہے۔ عالم باطن سے غرض نہیں۔ رہرو معرفت کو عالم جان مقصود ہے۔ پس جن اسباب سے تعلقات عالم صورت سے نجات حاصل ہو وہی حامی و دستگیر ہیں۔

شہوت آتش دوزخ ہے جس نے اسکو اپنا معبود بنایا آپ کو جلایا شہوت پرست کے سوز جگر کی حد نہیں۔ باوجودیکہ خود اسکو اپنے ہلاکت خانہ خرابی کا علم نہیں ہوتا۔ بدمست کبھی اپنی حالت نشہ میں اپنی خواری و ذلت کا قائل ہے۔

کور کو تمام جہان میں سیاہی سائر نظر آتی ہے۔ جاہل صاحب عقل کو جہالت سے منسوب کرتا ہے اور خود بین کی نظروں میں تمام جہان خوار و ناچیز ہے۔ ؎

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد ۔۔۔ گماں بہ خود نبرد ہیچ کس کہ نادانم

جس نے آج اس آتش دوزخ کو فرو کیا کل قیامت میں جلنے کے خوف سے آزاد ہوا۔ بموجب قول سعدی شیرازی ؎

کہ شہوت آتش است از وے بپرہیز ۔۔۔ بہ خود بر آتش دوزخ مکن تیز

دراں آتش نداری طاقت سوز ۔۔۔ بصبر آبے بریں آتش زن امروز

امن و صلح رعایا طریق حسن سیاست پر منحصر ہے۔ اور سیاست بغیر پابندی قانون ممکن نہیں۔ مدار قانون کا پابندی پر ہے۔ اور بمقتضائے قانون عدل ہر ایک فرد بشر کو اپنے حقوق پر قائم اور ہمسایوں کے حقوق کا نگران و محافظ رہنا چاہئے۔ خشم مقتضی حرمان حقوق و اسباب راحت ابنائے جنس ہے۔ پس صاحب خشم سرکش ملک و بدخواہ عوام ہے اور بدخواہی خلق مورد عتاب حق ہے۔

پس صاحب خشم کے لئے خشم دلیل نافرمان برداری و ترک اطاعت حق و رابطہ امتناع دیدار یار و راحت ابدی ہے۔

جستجوئے حق ہمی کن در جہاں

ہر ایک مذہب و ملت میں علاوہ کسب اخلاق و ادب و تحصیل علم جستجوئے جادۂ حقیقت و طلب معرفت کی لیئے ہدایت کی گئی ہے اور حصول رضائے ایزدی کو تمام امور دنیوی پر ترجیح دیگئی ہے۔ ہر ملت میں کم یا زیادہ ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں کہ جنکی کوشش ترک نعم دنیوی و حصول توشۂ آخرت پر مبنی ہے۔ ہر ایک زبان کی کتب مقدسہ میں حیات انسان مقصود حصول شرف وصل معبود تسلیم کیا گیا ہے۔ اور ایک ذات پاک وکھلائی گئی ہے جو خالق کون ومکان ہے اور جسکی اطاعت وپاد ہر مخلوق پر فرض ہے۔

یہ عام سوال ہے کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے۔ اور بغیر عین الیقین اُسکی ہستی عین الیقین سے کیونکر تسلیم کیجاوے۔ اکثر اصحاب کو اُس ذات پاک کے وجود میں گمان ہے اور جسکو کچھ یقین بھی ہے اُسکے اعتراضات کا دفتر ایک طول طویل ہے۔ اکثر جماعت کا یہ قول ہے کہ اس مسئلہ کے حل کی کوشش کرنا درد سر خریدنا ہے۔ اکثر اصحاب کا یہ گمان ہے کہ اُسکی تحقیق غیر ممکنات سے ہے ایسے انواع خیالات فاسد مانع دلالت حقیقت و معنے ہیں۔ بموجب قول:- "جوئندہ یابندہ"۔ جس نے کمر ہمت باندھی منزل مقصود تک پہونچا۔ اور جس نے جستجو کی گل مقصود اُسکے ہاتھ آیا۔ بموجب قول حضرت حافظ شیرازی ؎

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

البتہ بغیر جد وجہد در مقصود کا ہاتھ آنا محال ہے۔ اور بغیر برداشت رنج طلب مطلوب کا حاصل ہونا غیر ممکن ہے۔ ؎

بس گل شگفتہ میشود ایں باغ را ولے کس بے جفائے خار نچید است ازو گلے

اب دیکھنا چاہیئے کہ اُسکا سراغ کیونکر ملسکتا ہے جس طرح کہ ایک شخص اپنے دوست کی تلاش میں ہر فرد بشر سے استفسار کرتا ہے۔ رہرو حقیقت کو استقلال و ثبات

کے ساتھ جستجوے و تفحص یار حقیقی میں قدم رکھنا و درپئے طلب ہونا چاہئے

؎ دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

وہ جسم نہیں کیونکہ وجود جسم دو عدم کے درمیان میں ہے قبل از وجود حالت عدم میں تھا۔ اور پھر بعد وجود عدم پذیر ہے۔ مگر حق پر اطلاق عدم نہیں۔ جسم زوال و صورت پذیر ہے۔ جسم کبھی ضعیف کبھی توانا کبھی فربہ کبھی لاغر کبھی خوش منظر کبھی کریہ الصورت ہے۔ حق زوال و صورت پذیر نہیں۔ بموجب قول ؎

تو بُدی و نہ بود ایں ہمہ چیز ہم تو مانی و کس نماند نیز

جسم مرکبات عناصر یعنے آکاش۔ باد آتش۔ آب۔ خاک کے کثیف خلط سے بنا ہے جو مصنوع و موضوع ہے فنا پذیر ہے۔ خدا فانی نہیں اس لئے جسم نہیں۔

وہ کرم اندری یعنے حواس عملیہ نہیں کیونکہ دست و پا بذاتِ خود کسی فعل کے کرنے سے قاصر ہیں جب تک کہ دل دلالت نہ کرے قوت دست و پا و زبان تابع و محکوم دل ہے بموجب کلام مولانا روم ؎

دست و پا در امرِ دل شد مبتلا ہمچو اندر دستِ موسیٰ آں عصا

جو تابع و محکوم ہے قائم بذاتِ خود نہیں اور تغیر پذیر ہے۔ خدا محکوم نہیں بلکہ احکم الحاکمین ہے۔

وہ پنج حواس بھی نہیں۔ کیونکہ حواس عناصر کی لطیف ترین حصص و خلط سے بنے ہیں۔ یعنے قوت باصرہ آتش سے۔ قوت سامعہ آکاش سے قوت شامہ خاک سے۔ قوت ذائقہ آب سے۔ قوت لامسہ باد سے بنا ہے پنج حواس تابع دل ہیں بموجب قول مولانا روم ؎

دل مگر مہرِ سلیماں یافت است کہ مہارِ پنج حس برتافت است

پنج حسے از بروں ماسور او پنج حسے از دروں مامور او

جو تابع و مصنوع ہے زوال پذیر ہے۔ خدا ساختہ نہیں بلکہ سازندہ ہے ؏
کارسازی او کارسازت نہ

آفرینش نہیں بلکہ آفرینندہ ہے ؎

آفرینش رقم کشیدۂ تست ‌ ‌ ‌ ہر چہ چیز است آفریدۂ تست

وجود حواس موقوف پہ قالب خاکی ہے۔ خدا اپنی ہستی کے لئے کسی پہ موقوف نہیں بلکہ ہستی خود اُس سے ہے۔ ؏

ہستی باز دے علم برآوردہ

وہ دل بھی نہیں۔ دل سے مراد انسان ہے جو کہ عناصر کی لطیف ترین مجموعی خلط سے بنا ہے۔ پنج حواس و حواس فعلیہ تابع دل ہیں۔ وجود دل متعلق وجود قالب خاکی ہے اور اُسکی قوت قلت و کثرت پذیر ہے۔ حالت خواب و بیداری میں دل فرمانروائے حواس ہے۔ مگر حالت خواب غفلت میں محمول و مجہول۔

حق جان جان و روح روح ہے۔ عالم صورت و معنی شاہد وجود حق جاناں ہے جسکی قدرت کاملہ کا مظہر عالم کائنات ہے۔ وہ ایسا کارساز ہے کہ جسکا کوئی کارساز نہیں۔ وہ ایسا منعم لایزال ہے کہ جسکی نعمت کو زوال نہیں۔ وہ ایسا شافی مطلق ہے کہ جسکا درد مند محتاج درماں نہیں۔ اُسکے شوریدگان غم کے لئے ریش و مرہم یکساں ہے ؎

خوشا وقت شوریدگان غمش ‌ ‌ ‌ اگر ریش بیند و گر مرہمش

اُسکے گدا بادشاہی سے نفور ہیں۔ ؎

گدایانش از بادشاہی نفور ‌ ‌ ‌ بامیدش اندر گدائی صبور

اُسکے اسیر طالب رہائی نہیں ہیں ؎

اسیرش نخواہد رہائی ز بند ‌ ‌ ‌ شکارش نجوید خلاص از کمند

نور حق سائر آفاق ہے کوئی جگہ اُس سے خالی نہیں۔ بموجب کلام مولانا روم ؎

من چہ گویم ہوش دارم پیش و پس چوں نباشد نور یارم پیش و پس
نورِ او در یمن و یسر و تحت و فوق بر سر و بر گردنم مانندِ طوق۔

اس کارگاہِ ہستی کا کارکن وہی ہے اور اپنی کارگاہ میں پوشیدہ ہے۔ ع
کارکن در کارگاہ باشد نہاں

جس طرح کہ گل اپنی بُو اور قدرت قادر سے جدا نہیں خدا اپنے بندہ سے جدا نہیں۔ حضرت شمس تبریز فرماتے ہیں۔ ؎

جویاں بُدم روز و شب وز ذکر گویاں یارب
چوں باز کردم دیدہ را دیدم کہ ہم جویاں توئی

دیگر۔ آنانکہ رموزِ حق بدانند خود را از خدا جدا ندانند

ذرۂ عشق از ہمہ آفاق بہ

ہر ایک جزو محتاجِ کل ہے۔ اور تعلق جز بہ کل دلیل فروغ جز ہے۔ چونکہ ہستی عالم صورت و معنی موقوف بہ قدرت قادرِ بر حق ہے طالب یار و یار میں بھی نسبت جز بہ کل ہے۔ جزو کل میں صرف اُس وقت تک فرق ہے کہ جب تک جزو کا کل سے وصل نہ ہو۔ ہر ایک قطرہ بارش کا دریا میں پڑ کر بحرِ بے پایان ہو جاتا ہے۔ اور علیحدگی میں وہی قطرۂ آب ہے پس ایک فردِ بشر کو جو بشکلِ جز ہے عشق وصل کل اعلیٰ فرائض سے ہے۔ ع
کل طلب کل باش گل شو گل گزیں

ہر شخص کی کشش اپنی جنس کیجانب ہوتی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

صاف را ہم صافیاں طالب شوند وز دراہم تیرگاں جاذب شوند
زنگ را ہم زنگیاں باشند یار روم را با رومیاں افتاد کار

پس تن کو تن کی جانب اور جان کو جان کی جانب کشش امر ضروری و لازمی ہے۔ تن سے یہاں مراد عالمِ صورت ہے جو کچھ کہ پنج حواس سے محسوس ہو سکتا ہے

اور صورت پذیر ہے وہ تن ہے۔ جو اس کی رغبت ہر لحظہ ایسی اسباب دنیاوی کی جانب رہتی ہے کہ جس سے نفس کو حظ حاصل ہو۔ مگر نفس کی سیری ممکن نہیں۔ اطاعت نفس کے ساتھ طمع و غضب و شہوت ملزوم ہیں۔ اگر عالم جان کی طرف میل پیدا ہوا۔ مکروہات بے اصل سے نجات حاصل ہوئی۔ پس خدا کے عشق کا ایک ذرہ تمام آفاق سے برتر ہے۔ عشق زر و دولت۔ جاہ و مال۔ نام و ننگ باعث ازدیاد حرص و طمع ہیں اور صاحب حرص کو سیر چشمی محال ہے۔ ع

کاسۂ چشم حریصاں پُر نشد

تا حیات اس عشق میں بجز ناشکیبائی و اضطراب حاصل نہیں غم قلت و طلب کثرت میں عمر گراں بہا گذرتی ہے۔ اور بعد نقل روح مال و دولت شرط ہوا خواہی ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ صرف اعمال ساتھ دیتے ہیں۔ ع

کہ مال تا لب گور است و بعد ازاں اعمال

عشق حقیقی برخلاف اسکے جہان و کار جہاں کو بموجب قول حافظ شیرازی ؎

ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق جہان و کار جہاں جملہ ہیچ در ہیچ است

عاشق کی نظروں میں بے ثبات و بے اصل تحقیق کر اکے عالم جان کیطرف مائل و راغب کرتا ہے۔ جہاں دنیاوی موہوم تفکرات کو گذر نہیں۔ اور غم و الم کو مجال بار نہیں۔ عاشق صادق کو بجز دیدار یار کوئی تمنا نہیں۔ یہاں تک کہ خیال کفر و ایمان سے بھی آزادی ہے۔ ؎

عاشق یارم مرا با کفر و با ایماں چہ کار تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار

(غزل)

عاشق از خود رفتہ را با کفر و ایماں کار نیست پائے آزاداں بہ بند سبحہ و زنار نیست
در شریعت عاشقاں از بشریت فانی شدن ایں وضو باشد بآب ظاہر بہا کار نیست
ہر کہ را دل از دوئی صاف است باشد در نماز قبلۂ محراب و جز ابروان یار نیست

در مکان ولامکاں جز جلوۂ معشوق نہ — طلب جہت کفر باشد سیرتِ دینداری نیست
عارفانِ ذاتِ حق تحقیق وحدت کردہ اند — خلق وحق را جدا گو محرم اسرار نیست

نہ سلطنتِ ہفت اقلیم کی خواہش نہ گدائی سے عار نہ دنیت سے خوشی نہ مرگ سے غم عشقِ خدا و دنیاے دنی اُسکو فریفتہ کرنے سے قاصر گردشِ روزگار کا اُسپر مطلق اثر نہیں۔ دوست و دشمن نیک و بد اُسکے اُسکے نزدیک برابر ہیں۔ اب غایت عشقِ حقیقی کی طرف دیکھنا چاہیے۔ بہ مقتضائے کمال عشق عاشق کو ہمرنگِ معشوق ہونا چاہیے۔ جب تک اس صفت سے عشق موصوف نہ ہو خالی ہے بموجب کلام مولانا روم سے

ہر کہ او ہمرنگ یارِ خویش نیست — عشقِ او جز رنگ و بوئے بیش نیست

بموجب کلامِ سعدی "دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" ایک ہی قلمرو دل میں عشق و ہوا و ہوس و دنیا دنی کی فرمانرہی و حکمرانی محال ہے۔ اگر ایک غالب آیا دوسرے کو مغلوب ہونا شرط انصاف ہے۔ اگر عشق غالب آیا تو ترددات جہاں روپوش ہوئے۔

صفتِ عشق میں حضرت شمس تبریز فرماتے ہیں سے

عاشقی دانی چہ باشد جان دستِ یار دادن — غیر او ہر چیز را از دل بروں انداختن
از خودی بیزار گشتن دوستِ را جستن بجاں — ترکِ دو عالم کردن و با درد عشقش ساختن
مرگ را بہ زندگی بگزیدن و شاداں شدن — در فنا دیدن بقا را سوے بے سو تاختن
بے مراد ے را گزیدن نفس را گردن زدن
در ہوائے آں سرامرد انہ ایں سر باختن۔

(دیگر)

عاشقی چیست بگو بیدل و بے جاں بودن — گرد آں سر چو فلک دائم گرداں بودن
عاشقی نیست شدن باشد از ہستی خود — روز و شب بے خور و بے خواب و افغاں بودن
بجز از عشق ہمہ چیز فنا دانستن — با غم عشق ہمیشہ خوش و شاداں بودن

عشق و عقل کی دلالت میں اختلاف ہے۔ غزل۔

عقل میگوید کہ سیر کوچہ و بازار کن — عشق میگوید طوافِ کوئے آن دلدار کن
عقل میگوید کہ رو با دوستاں خوشدل نشین — عشق میگوید جدائے روز خویش و یار کن
عقل میگوید کہ رو در بستر آرام خسپ — عشق میگوید فراش خویشتن از خار کن
عقل میگوید کہ میر انجمن شو در میاں — عشق میگوید کہ جائے خود بکنج غار کن
عقل میگوید کہ نقش عالم و آدم بہ بیں — عشق میگوید کہ از غیر خدا انکار کن
عقل میگوید کہ ممکن نیست رویت در جہاں — عشق میگوید دو عالم مظہر دیدار کن
عقل میگوید کہ ملک و مال و دنیا راحت است — عشق میگوید کہ ہے ترک ایں امروز کن
عقل میگوید کہ حور و جنت و رضواں بجو — عشق میگوید کہ جز دیدارش اندر نار کن

اے تو دلبر را نہاں پنداشتہ
عالم تن را تو جاں پنداشتہ

سالکان طریقت و رہروانِ معرفت نے خدا کو ہر جا ناظر و حاضر تحقیق کیا ہے اور ہر ذرہ میں جمالِ یار کا نشان دیا ہے۔ قول حضرت شمس تبریز رحمۃ

اے نورِ چشم و عقل و جاں بر تختِ دل سلطاں توئی
چوں صد ہزاراں ماہ و خور بے آسماں تاباں توئی

مگر اس حقیقت کا یکایک عیاں ہونا آساں نہیں کیونکہ بہت سے اسباب مانع عقدہ کشائی ہیں۔ پنج حواس جنکے ذریعہ سے عالم اسباب کا علم ہوتا ہے بمقتضائے قانون قدرت ازلی مائل جانب عالم صورت ہیں جو اِن حواس سے جدا ہیں، قوت لامسہ سے وہی محسوس ہو سکتی ہے۔ قوت باصرہ کی رسائی بھی اُنہی تک ہے۔ قوت شامہ و سامعہ و ذائقہ بھی اسی طرح محدود ہیں یعنے جب تک اشیاء سے بُعد نہ ہو علم ہونا مشکل ہے۔ خاص ذرائع علم پنج حواس ہیں جنکی قوت باطن کی جانب مائل نہیں ہوتی۔

زبان نعم و بنوی کی لذت حاصل کرنے میں شناطر ہے مگر اپنی لذت کا علم نہیں۔ خدا نور حسن ہے اسلئے حواس سے محسوس نہیں ہو سکتا۔ نورِ عقل ہے پس احاطہ عقل میں نہیں آسکتا۔ ؎

نے عقل بر دلسوئے اوراہ   نے فکر شود ز کارش آگاہ

کسی چیز کا علم عین الیقین سے کسی کا علم الیقین سے اور کسی کا حق الیقین سے ہوتا ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ پنج حواس ہی کے ذریعہ سے ہر ایک چیز کے علم کی جستجو کیجائے۔ حواس بذاتِ خود محدود القوت ہیں۔ لطیف ترین اشیا نظر نہیں آتیں جنہیں صورت نہیں خواہ جو نفیس ترین ہیں وہ قوت باصرہ کے احاطہ اختیار سے باہر ہیں۔

بہت سی مخلوق کارگاہِ ہستی میں ایسی ہیں جنکا علم بلا وساطت آلات ممکن نہیں۔ ماسوا ایک ہی چیز مختلف طور سے محسوس ہوتی ہے جو ایک کی نظروں میں زشت ہے۔ دوسرے کی نظروں میں خوب۔ جو ایک کے لئے بدمزہ دوسرے کے لئے بامزہ۔ جو ایک کے نزدیک کریہ المنظر دوسرے کے نزدیک خوش منظر۔ اس سے ظاہر ہے کہ حواس ظاہری تابع و محکوم حواس باطنی ہیں پس ایسے محدود و ناقص حواس سے بذریعہ عین الیقین طالب دیدار یار ہونا خلاف راہِ صواب ہے۔

چشم سر محتاج چشم سر ہے۔ دیدار یار کے لئے چشم سر مطلوب ہے۔ بموجب قول شمس تبریز ع

مارا بچشم سر مبیں مارا بچشم سر ببیں

حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

دیدن روئے ترا دیدۂ جاں می باید   ویں کجا مرتبہ چشم جہاں بین من است

بہت سی چیزوں کا علم بذریعہ منقولات ہوتا ہے۔ علوم معقول و منقول دونوں قابل تعظیم و تکریم ہیں۔ اگر مدار اعتبار و یقین محض ذاتی تجربہ پر تسلیم کیا جائے

تو کتب تواریخ کی کوئی وقعت نہیں کیونکہ جن انقلابات کا ذکر مورخین
نے کیا ہے اور جن اشخاص کی سوانح عمری دیگئی ہے ۔ آج اُنکی تقدیق
عین الیقین سے نہیں ہوسکتی ۔ جائے تعجب ہے کہ محض بذریعہ نقشہ روئے
زمین بلا طے مسافت بہ یقین کامل ہے کہ جزیرہ الف جنوب ملک ب ہے
مگر فقرا و صلحا کے اس کلام میں ع

خود را منمودی اے احد اندر نقوش بے عدد

اور کتب مقدسہ کے منقولات میں وفور اعتراض کا کھلے ۔ "جو بندہ یا بندہ"
امر مسلمہ ہے ۔ جس نے جستجو میں قدم رکھا کامیاب ہوا ۔ ہر شخص کو جستجو میں
راہ راست اختیار کرنا چاہئے ۔ زید کو بکر کے گھر میں تلاش کرنا منصور سے
نسخہ دردسر کا طالب ہونا دلیل نادانی و کم فہمی ہے ۔ حکیم صاحب کا پتہ مطب
اور معلم کا مدرسہ دعوئ حقیت کا فیصلہ محکمہ پولیس میں نہیں ہوتا ۔ شفا خانہ
دفتر رجسٹری و منی آرڈر نہیں ۔ رہرو معرفت کو خدا کی تلاش کارگاہِ ہستی
میں کرنا شرط عقل ہے کیونکہ صانع کا پتہ کارگاہ و نقش بیچوں کا نگار خانہ ہے
خدا خازن وجود ہے ۔ ے

اے کشا بندہ خزانہ وجود — نقش بیچوں کا رگاہِ وجود
کوکب آرائے آسمان بلند — ہم زمیں ساز ہم فلک پیوند
بود نی را ہمیشہ بود از تو — بود و نابود را وجود از تو

جس طرح رقم نشان دہ راقم ہے ہر ذرہ عالم بود و نابود نشان دہ قادر مطلق
و صانع حقیقی ہے ۔ ع

سوئے حق ہر ذرہ تو رہبر است

ے ہر چہ در یں عالم کون و مکاں — ہست نشانیست از آں بے نشاں

مطلوب حقیقی طالب سے جدا نہیں ۔ غزل ۔

باغ توحید را نہال تو ئی — کعبۂ فقر را جمال تو ئی

ماہیت ایجاں خبر ہمیداری | در ہمہ وصف لایزال توئی
مرترا اے بشر ہمے گویم | قادر و حی پر کمال توئی
ملک وحدت ترا مسلم شد | مالک ملک بے زوال توئی
خویش را گر یقیں تو دریابی | حق پایندہ بے مثال توئی
گرچہ خاکی دریں جزیرۂ خاک | لیک صافی تر از زلال توئی
بگذر از خویش و در خود آ یکبار | تا بدانی کہ ذو الجلال توئی

مغرور جہاں شدی و بدہوش

جبکہ دل نفس کی جانب مائل ہوا اُن اسباب کی جانب خیالات رجوع ہوئے۔ جو متعلق جہان خواہ جسم ہیں چنانچہ مال و دولت اسباب عیش وعشرت لذاتِ نفس، زن و فرزند۔ خدم و حشم باعث تعلق دل ہوتے ہیں۔ اور عالم معنی و حقیقت کی جانب توجہ نہ ہونے سے جہان و کارِ جہان جملہ باتہا و قابل پرستش نظر آتے ہیں۔ آخرت کا خیال مشکل پیدا ہوتا ہے۔ اور عمر کا مقصود جہان پرستی منصور کیجاتی ہے۔ وجود توکل و قناعت نتائج جودت طبع کاہلان و تہیدستان تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور تسلیم و رضا شقاوت و حرمان سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ بموجب کلام مولانائے روم ؎

چیست دنیا از خدا غافل بُدن | نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

آخرت سے غافل ہونا ہی جہان ہے۔ حالت موجودہ ہر فرد بشر کا نتیجہ اعمال نیک و بد ہے۔ نعم دنیوی مقصود بندگانِ خالق کون و مکاں ہیں حسب استعداد و قابلیت بمقتضائے اعمال ہر فرد بشر مستحق نعم ایزدی ہے تصرف و حصول مال و دولت دلیل اعمال حسنہ بندگان ہے۔ یہ تسلیم کرنا کہ جو نعمت دنیوی سے بہرہ یاب ہے۔ رحمت ایزدی سے محروم و طریق ریاضت و معرفت سے دور خلاف رائے صواب ہے۔ غرض یہ ہے کہ بموجب ؎

خداوندا ز اں بندہ خورسند نیست	کہ راضی بقسم خداوند نیست

جو کچھ محنت و مشقت و کسبِ حلال سے میسّر ہو اُسپر قانع و شاکر رہے۔
اور تمام فرائض منصبی اور اشغال کے ساتھ بموجب ع
بہر کارے کہ باشی با خدا باش
توشۂ آخرت و طلب رضائے حق کا خیال ہر دم و ہر لحظہ دل میں رکھے محض دنیا پرستی کو مقصود زیست سمجھنا کفران نعمت ہے۔

ملک و دولت جہاں زوال پذیر ہیں قابل دل بستگی نہیں۔ ؎
جائے کہ تخت و مسند جم میرود بہ باد	گر غم خوریم خوش نہ بود بہ کہ می خوریم

کتنے صفحۂ ہستی پر آکر محو ہو گئے مگر ملک و دولت نے کسی کے ساتھ وفا نہ کیا۔ جو ایک روز صاحب جاہ تھے آج اُنکے اجزائے جسم نازنین ذرہ خشت گل کوزہ گراں ہیں بموجب رباعی عمر خیام ؎

اے کوزہ گرا بکوش گر ہوشیاری	تا چہ کنی بر گل مردم خواری
انگشت فریدون و سر کیخسرو	بر چرخ نہادۂ چہ مے پنداری

دولت ذریعہ حصول راحت دنیا و آخرت ہے اگر باعث از دیاد کلفت ہو لفظ دولت کا اطلاق اوسپر نہیں ہو سکتا۔

کسب سیم و زر بغرض رفع حوائج دل تنگستگان و مصیبت زدگان باعث رضائے حق و بلحاظ خود پرستی باعث ہلاکت ہے۔

حریص دنیا پرست کے لئے دولت بموجب۔ ع
زر خرد را والہ و شیدا کند
دلیل ترقی حرص و شہوت ہے اور جب پابند حرص ہوا بموجب۔ ع
بد دُزد و شرہ ویدۂ ہوشمند
تمیز خیر و شر و نفع و ضرر جاتا رہا۔ اور احکام ایزدی سے سرکشی کا آغاز ہوا بموجب قول سعدی شیرازی ع

کہ علم و دولت ناداں سلاح جنگ حدا ست

یہ خیالات عام طور سے دامنگیر رہتے ہیں کہ یہ میرا ہے۔ میں اسکا مالک و قابض ہوں۔ یہ حاصل کردہ ذات خاص ہے۔ چنانچہ ان خیالات موہوم و بے اصل میں دل مفتون و بدبست رہتا ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ ان خیالات کی اصلیت کہانتک ہے۔

آج جس قصر سراپردہ کو ایک شخص مملوکہ و منسوبہ خود تسلیم کر کے باغ باغ ہے اُسکے آباو اجداد بھی اپنے دوران عمر میں اُس جائداد کو ذات خاص سے منسوب کرتے تھے۔ آج جو سبزہ گاہ ہمارا تماشا گاہ ہے انجام کار کل ہمارا گور ہوگا جس قوت دست و بازو پر آج عالم غفلت میں ہمکو فخر ہے کل محتاج عصائے پیری ہوگا۔ آج جن اسباب دنیوی پر ناز ہے کل گو زنک ہی شرط ہمراہی بجالانے میں قاصر ہوں گے۔

اس جہان سے طالب شادی ہونا بموجب قول عمر خیام (رباعی)

شادی مطلب کہ حاصل عمر دمی است ۔ ہر ذرہ خاک کیقبادی و جمی است

احوال جہان و اصل این عمر کہ ہست ۔ خوابی و خیالی و فریبی و دمی است

قول حضرت حافظ شیرازی ؒ

نوشتہ اند بر ایوان جنت الماویٰ ۔ کہ ہر کہ عشوہ دنیا خرید وای بوی

یہ امر قابل غور ہے کہ روح یعنے جیو آتما کے خوشی و حالت اپنی کہاں تک تعلقات دنیاوی پر موقوف ہے۔ جب تک تعلق روح قالب خاکی سے ہے تین حالتوں میں سے کسی نہ کسی حالت میں روح رہتی ہے۔

اول۔ حالت بیداری یعنے جاگرت

دوم۔ حالت خواب یعنے سوپن

سوم۔ حالت خواب راحت یعنے سکھوپت۔

عالم بیداری میں پانچ گیان اندریاں یعنے پنج حواس و پانچ کرم اندریاں

یعنے حواس فعلیہ کار وبار عالم اسباب میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس حالت میں خودی وامنکار کے غالب ہونے سے انواع خیالات فاسد کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ حالت بیداری میں ایسا خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ میرا ہے یہ زید کا ہے۔ عمر میرا رفیق وبکر میرا عدو وخصم ہے۔ بوجہ خودی حرص و شہوت انواع دام وتزویر وتلبیس ڈالتے ہیں۔ حالت بیداری متعلق عالم صورت ہے۔

عالم خواب میں جہان کی ہستی معدوم اور ایک نئی دنیا نظر آتی ہے کہ جس سے اغیار کو مطلق علم اور خبر نہیں۔ حالت بیداری کے زن وفرزند ملک ودولت جاہ وحشم نام وننگ صلح وجنگ۔ دوستی وخصومت کا مطلق گمان بھی نہیں رہتا۔ نہ عالم کو اپنی فضیلت کا خیال۔ نہ جاہل کو اپنی خواری و ذلت سے خبر۔ نہ غنی کو اپنی دولت پر فخر۔ نہ مفلس کو اپنی تہیدستی وبینوائی پر حسرت۔ اس حالت میں بھی ہوا وہوس کا زور رہتا ہے۔ مگر تعلق عالم معنی سے رہتا ہے۔ عالم خواب راحت میں حواس باطل ہو جاتے ہیں۔ اور عالم اسباب سے کچھ بھی تعلق نہیں رہتا۔ چنانچہ شاہ وگدا وغنی وبے نوا سب یکساں ہیں۔ جو راحت کہ اس حالت میں روح کو حاصل ہے عالم بیداری وخواب میں اُسکا عشر عشیر بھی نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ تعلق ہی باعث وبال ہے۔ سے

دلبستگی است ما در ہر ماتمے کہ ہست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میزاید از تعلق ما ہر غمی کہ ہست

علم چوں برتن زند بارے شود

علم معدن کسب ومخزن ہنر ہے سینہ دل کو زنگ جہل سے پاک کرتا ہے۔ اور اخلاق واکرام کی جانب رہبر ہے۔ انسان کے لئے خلعت فاخرہ اور جامہ بشریت کے لئے باعث زیب وآرائش ہے۔ ہر ذرہ عالم کا یا

سے واقف کرتا ہے اور بوستان ہستی کے ہر برگ و بار میں نشان جمال یار دیتا ہے
علما و حکما زمانۂ قدیم سے تحصیل علم کے لئے ہدایت کرتے آتے ہیں اور بزرگان
دین کی بھی اس میں اتفاق رائے ہے ع

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

یہ امر قابل تحقیقات ہے کہ علم سے کیا غرض ہے۔ لغوی معنے لفظ علم
کے واقفیت ہے۔ اور لفظ واقفیت میں بڑی وسعت ہے۔ روزمرہ گفتگو میں
لفظ علم اس طرح مستعمل ہوتا ہے۔ "مجھکو اس شخص خماء اس چیز سے علم نہیں
یہ واقعہ میری حالت لاعلمی میں ہوا۔ چنانچہ یہاں ان فقرات میں لفظ علم بطور
اسم نکرہ مستعمل ہے نہ کہ معرفہ۔ مثلاً۔ علم مجلس۔ علم رقص و سرود۔ وغیرہ علم بلحاظ
استعداد و ترتیب کاشف جوہر صاحب علم ہے۔ اگر طبیعت مائل بہ شر واقع ہو تو
علم باعث ضرر۔ اور اگر مائل بہ خیر و خلق ہو تو دلیل نجات ہے۔ سہ

علم کزاں ہر دو جہاں روشن است طرفہ کہ آں رہزن و ہم رہبر است

اگر صاحب علم مائل بہ تن ہوا خود پرستی و نخوت و نفس امارہ نے اپنا سکہ جمایا ہو
اور عمر گراں بہا صورت پرستی میں گذری۔
اگر صاحب علم مائل بجاں ہوا دفتر معرفت کھلا اور آلام دنیائے دُنی سے فراغت
حاصل ہوئی۔ ع

علم چوں بر جاں زند یارے شود

اور حلقۂ اصحاب نظر و کشف و کمال میں آیا۔ اس امر کی جستجو مدنظر ہوئی کہ عالم اسباب کا
مسبب الاسباب و بہترین مقصود زلیست و باعث تعلق روح و جسم کیا ہے۔ (رباعی)

ہر چند کہ رنگ و بوئے زیباست مرا چوں لالہ رخ و چوں سرو بالا ست مرا
معلوم نشد کہ در طربخانۂ خاک نقاش من از بہر چہ آراستہ مرا

حضرت حافظ فرماتے ہیں سہ

عیاں نشد کہ چرا آمدم کجا بودم دریغ و درد کہ غافل ز کار خویشتنم

اِن امورات کی تحقیق پر کمال و سرور ابدی افراد انسان منحصر ہے۔ اگر صاحب علم مائل بہ تن ہوا اسرار عالم باطن سے نامحروم رہا اور آخرت کا خیال خواب میں نہیں پیدا ہوتا۔ ؎

دل چو غافل شد ز حق فرماں پذیر تن شود
میبرد ہر جا کہ خواہد اسپ خواب آلودہ را

اس حالت میں صورت ہی مدار فکر ہے اور آرائش جسم و حصول اسباب حظ نفس و لذات جسمانی میں اوقات شبا روزی صرف ہوتے ہیں۔ ع

مے شود اوقات مردم صرف در تعمیر تن

صاحب علم باتفاق عام سزاوار قدر و منزلت ہے۔ کیونکہ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ علم انسان کے لئے خلعت فاخرہ و دلیل تمیز و عقل ہے۔ اگر طالب علم اوصاف ستودہ و اخلاق حمیدہ و معرفت سے بے بہرہ ہے۔ تہمت جہل سے بری نہیں۔

دل اگر غبار تن سے پاک ہو عالم ارواح کو اپنا مسکن قرار دے۔ ؎

اے دل اگر از غبار تن پاک شوی
تو روح مجتبیٰ بر افلاک شوی

صاحب نظر کے لئے علم ذریعہ حصول معرفت و نجات دینوی ہے۔ و صورت پرست کے لئے ذریعہ حصول مال و مکنت و اسباب دنیوی ہے۔ علما و حکما کے حالات معاشرت سے پایا جاتا ہے کہ ہوا و ہوس کے محکوم و آرائش بے اصل دنیوی کے خواہاں نہ تھے صورت پرستی کو ذریعہ وبال و تحقیق معنوی کو باعث فراغ حال سمجھتے تھے۔ اقلیم آزادی کے خواہان و جویان و ترک حرص و طمع کے طالب تھے۔ حضرت خواجہ حافظ فرماتے ہیں ؎

حافظ غبار فقر و قناعت ز رخ مشوے
کایں خاک بہتر از عمل کیمیاگری

شاہ آں باشد کہ از خود شہ شود
نے ز مخزنہا و دولتہا شود

فرمانروائے ملک کو چونکہ ملک و دولت و خدم و حشم مہیا ہیں۔ تفکرات

جہاں سے فراغت حاصل ہے۔ وحصول ذریعہ معاش کی فکر دامنگیر نہیں رہتی۔ بوجہ محکوم نہ ہونے کے والیان اقلیم کو متابعت و فرمانبرداری سے نجات ہے۔ صاحب دول ہونے سے دستگیر درماندگان و محتاجان ہیں کسی کے دست نگر نہیں۔ پس لفظ شاہ سے یہاں اصطلاحی معنے مرد با اقبال و بختیار ہے۔

شعر بالا سے یہ غرض ہے کہ شاہ وہ ہے جو بلا وساطت مخزن و دولت از خود شاہ ہو۔ بظاہر یہ ایک معما نظر آتا ہے۔ مگر اس کلام کی صحت و متانت میں گنجائش اعتراض نہیں۔

تعلقات جہاں در اصل افراد انسان کو رنج و راحت پہونچانے میں استعداد و قابلیت دل پر موقوف ہیں۔ خواص اشیا سے یہ غرض ہے کہ ہر موقع و محل پر بلا قلت و کثرت اُنکا ظہور رہو۔ مثلاً خواص آتش سوز و گداز ہے ہر جگہ و ہر شخص پر اس خواص کا اثر ہے۔ خواہ بر عظم افریقہ ہو خواہ امریکہ آتش سے سرسبزی و شادابی کی امید نہیں۔ اسکو جلا دینے میں کسی کی رعایت مدنظر نہیں بموجب کلام سعدی شیرازی ؎

اگر صد سال گبر آتش فروزد چو یکدم اندراں افتد بسوزد

اسباب دنیوی اسکے برعکس پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی شخص کسی کا دوست کسی کا دشمن کسی کا حامی کسی کے لئے جافی ہوتا ہے۔ اگر خواص اُنس و شفقت اُس شخص کی ذات میں تسلیم کیا جائے تو ا بنائے جنس میں سے ہر ایک فرد پر اُسکا اثر یکساں ہونا چاہیئے۔ اس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہونچتا ہے کہ تعلق دل ہی باعث نیرنگی ہے۔ درویش و صاحب نظر چونکہ حرص و ہوا سے پاک ہیں۔ تعلقات جہاں اُنپر بشکل راحت و رنج اثر ڈالنے میں قاصر ہیں۔ عالم درویشی شہی ہے اور ایسی دولت ہے کہ جسکو کسی حالت میں زوال نہیں۔ ؎

دولتے را کہ نباشد غم از آسیب زوال بے تکلف بشنو عالم درویشان است

چونکہ کسی سے کچھ توقع نہیں رکھتے۔ ذلت طلب و توقع سے بری ہیں
اور کسی کے زیر بار احسان نہیں۔ قول حضرت سعدی ؎

توقع براند ز ہر مجلست   براں از خودش تا نراند کست

دولت قناعت بموجب کلام حضرت سعدی ؎

قناعت توانگر کند مرد را

گدا کو غنی اور تہیدست کو توانگر بنا دیتی ہے۔ جو اس دولت سے فیضیاب ہے
محتاج دولت دنیا نہیں۔ ہر حالت میں سیر و آسودہ ہے۔ گدائی اُسکے لئے گنج
سلطانی اور درویشی مفتاح تلیم آزادگی ہے گردش زمانہ سے اُسکو طمع نہیں۔

من کہ دارم در گدائی گنج سلطانی بدست
کے طمع در گردش گردون دوں پرور کنم ؎

بنائے درویشی مستحکم ہے۔ خلل پذیر نہیں۔ تغیرات و تبدلات کو اسمیں گذر
نہیں۔ کجروی زمانہ غدار کو اُسپر قدرت خلل انداز ہونے کی نہیں۔ زمانہ
درہم و برہم کیوں نہ ہو جائے۔ گنج درویشی تمام آفات سے امین ہے۔ ؎

اگر ز سیل حوادث جہاں شود ویراں   خلل پذیر نہ گردد بنائے درویشی

معرفت عالم درویشی کا حامی و دستگیر و آزادی و فراغت اُسکے بہترین وفا کیش
پاسبان ہیں۔ جو باہمت میدان معرفت میں آیا اگر گدا بھی ہے تو شاہ ہے۔
بموجب کلام مولانا روم ؎

ہر کہ باہمت دریں راہ آمدست   گر گدائی میکند شاہ آمدست

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ نعم شاہی سے رہرو معرفت کہاں تک فیضیاب ہیں۔
خادم و پاسبان واسطے خدمت و حفاظت ملک و جاہ داد کشور ملک مامور دست
بستہ حاضر رہتے ہیں۔ مخلص کا حافظ و ناظر قادر مطلق ہے جسکی آستان بوسی
میں تمام جہان سر بسجود ہے۔ ؎

سر بادشاہان گردن فراز   بدرگاہ او بر زمین نیاز

جو گدا کو غنی ذرہ کو کوہ اور پتلہ خاکی کو مزین بعقل و روح کرتا ہے اپنی نعمت بیکران سے جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ حضرت خسرو فرماتے ہیں۔ ابیات۔

تو توانی کہ بخشی دبہی | ہر چہ خواہی و ہر کرا خواہی
تو نگاری ز خاک صورت پاک | تو توانیش باز کردن خاک
خاک را آدمی توانی کرد۔ | آدمی نیز خاک خواہی کرد
دہی از لطف ہر کرا خواہی | چشمہ را آب و آب را ماہی
اے بصد لطف کارساز ندہ | بندہ را از کرم نوازندہ

کشورستان کے لئے انواع نعم و سامان عیش و طرب آمادہ ہیں۔ موحد طالب لذات نہیں۔ زہر و شکر یکساں اُسکو حلاوت دہ ہیں۔ بموجب قول مولانا روم ؎

تا ز زہر و از شکر در نگذری | کے تو از گلزار وحدت بُو بری

جہاندار ممالک مفتوحہ کو مملوکہ و مقبوضہ خود سمجھتا ہے۔ موحد تمام جہاں کو اپنا ملک موروثی جانتا ہے۔

عالم درویشی موقوف بہ طلب معرفت ہے۔ جس نے جہان کو بے اصل و ہیچ تحقیق کر کے طلب معرفت میں قدم رکھا مستحق ملکِ غنا ہوا۔ وجود حرص و شہوت و خودی مانع حصول فرمانِدہی ازلی و ابدی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہست دائم سلطنت در معرفت | جہد کن تا حاصل آید ایں صفت

ایں جہان نیست چوں ہستاں شدہ
واں جہان ہست بس پنہاں شدہ

اس عالم نیرنگ میں زیادہ تر تعجب انگیز و حیرت خیز یہ امر ہے کہ مصنوع و موضوع جو قبل از اختراع و ایجاد پردۂ عدم میں تھی عالم اسباب میں موجد

صانع وواضع کے مقابل زیادہ تر منظور ومشہور رہیں۔ ظاہر ہے کہ جو پر وہ نیستی سے ظہور میں آیا عدم اُسکا مرجع ہے۔ عالم شہود میں مدت قلیل کے لئے اُسکا ظہور ہے۔ پس اُسکو جہان نیست میں شمار کرنا بجا ہے۔

وجود کائنات موقوف بہ مشیت ایزدی وتابع احکام قضا و قدر ہے۔ چنانچہ آبادانی وویرانی یہ دو صفتیں ہمیشہ جہان کے ساتھ ملحق ہیں۔ بموجب کلام مولانا روم ؎

شاہ جہاں مر جسم را ویراں کند بعد ویرانیش آباداں کند

حضرت سعدی شیرازی فرماتے ہیں "دنیا وجودے است میان دو عدم"۔ جہان باوجود فانی ہونے کے مشہود ومنظور ہے۔ اور حق جو تہمت وجود وعدم سے پاک ہے پنہاں و پوشیدہ۔

وجود جسم موقوف بہ روح یعنے جیو آتما ہے حواس ودل نور جان سے منور ہوکر موصوف بہ صفت ہستی ہیں۔ اُدہر روح نے نقل کیا ادہر اجسام اجزا خاک ہوئے۔ مگر جسم ہی نظر آتا ہے جان نہیں۔ بموجب کلام مولانا روم ؎

جان از تن تن ز جان مہجور نیست لیک کس را دید جان دستور نیست

عالم صنعت میں جو چیزیں کہ ایجاد واختراع ہو یکیں نتائج فکر پڑو ہی سرطراز جادو کار ہیں۔ جو کچھ کہ کلک شنگرف کار نے صفحۂ قرطاس پر منقش کیا۔ نتائج جودت طبع سخن پر دازان حامل معنی ہیں مگر صانع وراقم کے جوش ذکاوت وذہانت نظر نہیں آتے۔

موسم بہار میں کارکنان حقیقی انواع و اقسام کے غنچہ وگل برگ وبار بوستان ہستی میں شگفتہ کرتے ہیں اور عناصر وحدت آفتاب عالمتاب وسیرابی رس نونہالان چمن کے نشو ونما میں مدد دیتے ہیں۔ فضائے چمن دلفریب نظر آتا ہے گل وبو مرغوب طبائع ناظرین پائے جاتے ہیں۔ مگر کارکنان حقیقی نظر نہیں آتے حالت علالت میں عوارض کے پیدا ہونے پر صورت وضعف مریض شاہد علالت

ہیں۔ مادہ کثیف جسکا اخراج ہوتا ہے نظر آتا ہے۔ مگر جن اسباب سے عوارض ظہور میں آئے اور جو در اصل باعث تن کا ہی ہیں نظر نہیں آتے۔ جہاں نیست مثل بدمستوں کے نظر آتا ہے اور جہاں ہست پوشیدہ تر ہے۔ جب تک کہ کوئے جانان میں گذر نہیں بے نشان بانشان و بانشان بے نشان نظر آتا ہے۔ بموجب قول مولانا روم سہ

اے ندیدہ از نشان یار ہیچ　　بے نشان را بانشان پیدا نشنہ

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی
نیستی بگزیں چو ابلہ نیستی

خود شناسی اول منزل حق شناسی ہے۔ دونوں در اصل لازم ملزوم ہیں۔ جس نے خود کو جانا حق کو پہچانا اور جس نے اپنا سراغ پایا حق شناس ہوا۔ مگر خود شناسی آسان نہیں۔ خودی سدّ راہ ہے قول حضرت شمس تبریز نظم

گم شدم در خود ندانم تا کیم یا چیستم　　قالبم عقلم حیاتم جان گویا چیستم
در چنیں صورت کہ من دارم چہ گویم وصف خویش　　آتشم خاکم نسیمم آب دریا چیستم
گاہ رند و گاہ زاہد گاہ مست و گہ خموش　　ساقیم یا بادہ ام یا جام صہبا چیستم
مردہ ام یا زندہ ام یا زندہ بے جسم و جاں　　نور ظلمت زہر و نوش و زشت و زیبا چیستم
آہ ازیں وادی حیرت آہ ازیں دریائے ژرف　　کشتیم یا بحر یا لولوئے لالا چیستم
بے نشانی شد نشانم بے زبانی شد بیاں　　بے نشان و بے زباں گویا و بینا چیستم

اہنکار یعنے خودی نے ایسا زنگ جمایا کہ دل کو جو کہ آئینہ ہستی ہے خود شناسی میں قدم رکھنا محال ہے۔ آئینہ کیسا ہی صاف و شفاف کیوں نہ ہو غبار و زنگ سے مکدر ہو جاتا ہے۔ دل عکس پذیر جمال یار بلکہ جائے یار ہے بموجب قول حضرت شمس تبریز ع

خانۂ حق است دل جز دل نباشد جائے حق

ع دل است کعبۂ معنی تو گل چہ پنداری

دل ہی جائے عبادت و درس حقیقی ہے۔ یہ وہ مکتب ہے کہ جہاں علما علوم صوری و معنوی سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ یہ وہ چشمہ ہے جو کہ حیات ابدی کا منبع ہے۔ مگر خودی نے غبار باد و گرد بود سے آئینہ دل کو ایسا مکدر کر دیا کہ بجائے نور ہمارے لئے ظلمت ہے۔ جب تک کہ یہ زنگ دور نہیں ہوتا حقیقت شناسی و خود شناسی دونوں ممکن نہیں۔ بموجب

نیست آں جانِ جہاں یکدم ز آغوشت جدا
ایکہ کردی نسبتِ دُوری بخود تنہا توئی

داور حقیقی ہماری آغوش سے جدا نہیں اور ہمارے نزدیک بھی نہیں بلکہ نزدیک تر ہے بموجب۔

من ز لا زرگِ جانت بتو نزدیک ترم   تو مرا در بدرِ خلق چرا مے طلبی

باوجودیکہ ہم اسکی تلاش و یاد میں کو بکو سرگرداں ہیں وہ ہر لحظہ ہمارا ہمدم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب تک عارف نہ ہو کس کو یارا ہے کہ اسطرح قربت معبود کا قائل ہو۔ بموجب قول شمس تبریز

نادیدہ کس کے گوید ایں زہرش درو از خوف ایں
ایں را تو ہیگوئی نہ من چوں در زباں گویا توئی

خودی کو ترک کرنا ہی نیستی ہے۔ اور یہی دلیل بہ کمال و معاصد حق شناسی اور خود شناسی ہے۔

ع تو مباش اصلا کمال این است و بس

عالم کائنات میں ذرہ بھی پرتو خورشید سے فروغ پاتا ہے۔ حقیر کو صحبت بزرگ باعث سرافرازی ہے۔ جہال کو صحبت فضلا درجہ علم و فضیلت کو پہونچاتا ہے

ع صحبتِ صالح ترا صالح کند

قطرۂ آب بحرِ ذخار میں پہونچکر تہمت قطرگی و ناچیزگی سے نجات پاتا ہے۔ گل کو صحبت گگل

قطعۂ تاریخ بابو جمنا پرشاد صاحب سری واستو (شاد) مصنف اینگلو خالقباری ایسٹوڈینٹ انٹرنس کلاس لائل کالجیٹ اسکول بلرام پور

ہوئی ہے کتاب اب یہ تصنیف کیا | جو گمراہ لوگوں کو ہے راہنما
جواب اپنا رکھتی نہیں یہ کتاب | جو مضمون اسمیں ہے وہ ہے نیا
نہ ہو کیونکہ اسکے مصنف وہ ہیں | جو بحر معانی کے ہیں آشنا
پڑھا جس نے دل ہو گیا اسکا صاف | اُسے ملگئی جلد راہِ خدا
یہ خوش ہو کے کہتے ہیں شادؔ سے | چلو غنچۂ معرفت اب چھپا
۱۹۰۱ء

قطعۂ تاریخ حکیم ضامن علی صاحب بلرام پور

مؤلف عجب ہدیۂ سالکاں | نمودہ است ایں غنچۂ معرفت
بصورت بود گرچہ چوں غنچۂ | بمعنی است گلدستۂ معرفت
بطبعم در آمد ز روئے طلب | سن طبع گلدستۂ معرفت
۱۳۱۸ھ ہجری

قطعۂ تاریخ جناب مولوی اوحد الدین صاحب شیفتہ بلرامپور

برج موہن بیدہ منشی ذی جاہ | ہیں معارف پناہ و حق آگاہ
ہیں تصوف سے سر بسر باکام | اے وہ صوفی مزاج خاطر خواہ
اُنکی تالیف یہ کتاب جلیل | کیا ہی ندرت فزا ہوئی واللہ
سب تصوف کے ہیں اصول و فروع | کیا مضامین اسکے ہیں دلخواہ

شیفتہ سال عیسوی لکھیے
غنچۂ معرفت یہ ہے اے واہ
سنہ ۱۹۰۱ع

فقط

التماس

بخدمت جمیع ناظرین و شائقین مضامین تصوف و معرفت

بکمال ادب گذارش ہے کہ احقر نے سال گذشتہ میں ایک نسخہ موسوم بہ

گلدستۂ معرفت مشتمل بر مضامین تصوف مرتب کیا۔ یہ رسالہ بہ سرپرستی

برگزیدۂ ذات والاصفات و کاشف اسرار حقیقی جناب بابو طالم سنگھ صاحب

پوسٹماسٹر لکھنؤ مطبع نامی منشی نولکشور میں بمقام لکھنؤ زیب طبع ہوا

مطبع موصوف نے حق تالیف بھی قبول کیا ہے ۞

امید کہ اصحاب دل و نظر احقر کی تالیفات کو بنظر قدردانی

مطالعہ فرما کر داد قبولیت سے سرافراز و ممتاز فرماوینگے ۞

برج موہن لال سیکنڈ ماسٹر لائل کالجیٹ اسکول بلرامپور

ضلع گونڈہ۔ اودھ

حررہٗ ہیچمیرز حبیب اللہ منشی فاضل متوطن راولپنڈی وارد لاہور۔ جون سنہ ۱۹۰۷ء

پیسہ اخبار لاہور

قیمت معہ محصولڈاک — اڑھائی روپے سالانہ

جسمیں ہر ہفتہ ملک کے تمام ضروری معاملات پر اعلیٰ درجہ کی رائے زنی کیجاتی ہے اور انگریزی عربی ترکی وغیرہ اخبارات کے مضامین ترجمہ ہو کر درج ہوا کرتے ہیں اور جسکو باقی تمام اردو اخبارات سے زیادہ و تر تازہ خبریں بہم پہنچانے کا فخر حاصل ہے بوجہ اپنی نہایت ارزاں قیمت اور ہر دلعزیزی کے ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپنے والا ہے قیمت معہ محصولڈاک نقد اڑھائی روپے (۲؎) پیشگی قیمت کی وصولی پر تین نادر کتابیں ہر ایک خریدار کو مفت ملتی ہیں۔

انتخاب لاجواب

قیمت معہ محصولڈاک — چار روپے سالانہ

دنیا کے تمام نہایت دلچسپ اخباروں مفید کتابوں اور مجموعوں کا عطر مجموعہ جسمیں ہزارہا ایسے قیمتی علمی اور عملی مضامین دل بہلاو اور تعلیم کے لئے درج ہوتے ہیں کہ جو اور کسی ذریعہ سے اردو زبان میں مل نہیں سکتے ہندوستان میں کسی زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب یا رسالہ نہیں چھپا اردو زبان میں بے نظیر ہے۔ ناظرین میں کئی قسم کے انعام تقسیم ہوتے ہیں اور نامہ نگاروں کو معاوضہ دیا جاتا ہے۔ ہفتہ وار اشاعت ۴۲ صفحہ کلاں

قیمت معہ محصول ڈاک چار روپے (للعہ)

روزانہ پیسہ اخبار

قیمت معہ محصولڈاک — پندرہ روپے سالانہ

روزمرہ تازہ بتازہ تاربرقیاں نہایت عمدہ ایڈیٹوریل اور تازہ ترین خبریں ہوتا ہے ہر ہفتہ علاوہ دیگر تصاویر کے ایک نہایت دلکش کارٹون ہوتا ہے جو کسی روزانہ اخبار میں نہیں ہوتا۔ قیمت سالانہ پندرہ روپے ماہوار سوا روپیہ۔

بچوں کا اخبار

قیمت معہ محصولڈاک — دو روپے چھ آنے

انگلستان اور امریکہ میں کم از کم ایک سو اخبار بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق شایع ہوتے ہونگے مگر اردو زبان میں تمام ہندوستان میں ایسا ایک اخبار یا رسالہ بھی شایع نہیں ہوتا۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے بچوں کا اخبار بڑی آب و تاب کے ساتھ کارخانہ پیسہ اخبار سے ماہوار شایع ہونا شروع ہوا ہے اور اسے ملک کے تمام اخبارات اور اہل الرائے لوگوں اور محکمہ تعلیم کے اکثر افسروں نے بچوں کے اخلاق آداب اور تعلیم و تربیت کے لئے نہایت مفید تسلیم کیا ہے۔ کوئی بال بچہ والا گھر اس سے خالی نہ رہے قیمت سالانہ معہ محصولڈاک دو روپے چھ آنے۔

[درخواستوں کا پتہ مینیجر پیسہ اخبار لاہور

مثنوی

حبِ وطن

مُصنّفہ

ملک الشعرا جناب مولنا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی
پانی پتی

بفرمایش

منشی فضل الدین ککےزئی تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت
بازار کشمیری لاہور

سنہ ۱۹۰۰ء

مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور

فی جلد

تصنیفات ملک الشعراء جناب خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

مسدس حالی مع ضمیمہ نو ترتیب

مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا نقشہ اگر دیکھنا منظور ہو تو اسے دیکھو۔ موجودہ حالت کی پُردرد کہانی سے شوق ہو تو اسے پڑھو۔ آبائی کارناموں کی فہرست درکار ہو تو اسے خریدو۔ ایک سچے عاشق قوم کے جلے ہوئے دل کی آہ کا نمونہ دیکھنا ہو تو اس مسدس کو لو۔ ہندوستان میں جو لوگ آج کل سوسائٹیاں اور کلب اور انجمنیں بناتے ہیں اور اسلامی اخوت کا دم بھر کر خیر خواہ قوم کہلاتے ہیں سب اسی مسدس کی برکت ہے ورنہ اس سے پہلے کہاں تھے خدا نے خواجہ حالی صاحب کو اسی مسدس کے لکھنے کے لئے پیدا کیا ہے قیمت ——— ۸/

مناجات بیوہ

ہندوستان کی مجبور بیواؤں کی آہ و زاری۔ بیوہ کے دل کی سچی باتیں۔ پڑھتے جاؤ اور روتے جاؤ۔ نظم کیا ہے تیر و نشتر پر درد دل اور عاشق قوم کے دل سے نکلتے ہوئے شعر ہیں۔ ٹھیٹھ ہندوستانی اردو اور زنانہ محاورات میں قیمت ۲/

چہار گلزار حالی

مصنفہ خواجہ حالی صاحب۔ ایک مجموعہ خواجہ صاحب حالی کی چار تصنیفات کا ہے۔ نشاط امید۔ تعصب و انصاف کلمۃ الحق۔ ترکیب بند تعلیم مسلماناں۔ نظم اردو قیمت ——— ۱۲/

شکوہ ہند

مصنفہ خواجہ حالی صاحب۔ ہندوستان میں اہل اسلام کے رونق افروز ہونے کی حالت اور اُن کی موجودہ حیثیت کا حیرت آمیز الفاظ میں مقابلہ کیا گیا ہے نظم قیمت ——— ۲/

مثنوی برکھا رت

بارش کے مضمون پر نیچرل طور پر عجیب سادگی اور صفائی سے خیالات ظاہر کئے گئے ہیں مصنفہ خواجہ حالی قیمت ——— ۱/

مثنوی حب وطن

مصنفہ خواجہ حالی۔ حب وطن کا سکہ کمال نتیجہ خیز صورت میں بیان کیا گیا ہے قیمت ——— ۱/

مثنوی رحم و انصاف

رحم و انصاف کا نہایت ہی دلچسپ طریق پر سوال جواب میں ایک معقول مناظرہ کر کے آخر میں عقل کی طرف سے محاکمہ کیا گیا ہے صاحبان عدالت کے لئے بالخصوص توجہ طلب ہے مصنفہ حالی قیمت ——— ۱/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُبِّ وطن

اے سپہرِ بریں کے سیارو
اے فضائے زمیں کے گلزارو

اے پہاڑوں کی دلفریب فضا
اے لبِ جو کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا

اے عنادل کی نغمۂ سحری
اے شبِ ماہتاب تاروں بھری

اے نسیمِ بہار کے جھونکو
دہرِ ناپائدار کے دھوکو

تم ہر اک حال میں ہو یوں تو عزیز
تھے وطن میں مگر کچھ اور ہی چیز

جب وطن میں ہمارا تھا رمنا
تم سے دل باغ باغ تھا اپنا

تم مری دل لگی کے ساماں تھے
تم مرے دردِ دل کے درماں تھے

تم سے کٹتا تھا رنجِ تنہائی
تم سے پاتا تھا دل شکیبائی

آن اک اک تمہاری بھاتی تھی
جو ادا تھی وہ جی لبھاتی تھی

کرتے تھے جب تم اپنی غمخواری
دھوئی جاتی تھیں کلفتیں ساری

جب ہوا کھانے باغ جاتے تھے	ہو کے خوشحال گھر میں آتے تھے
بیٹھ جاتے تھے جب کبھی لب آب	دھو کے اُٹھتے تھے دل کے داغ شتاب
کوہ و صحرا و آسمان و زمیں	سب مری دل لگی کی شکلیں تھیں
پر چھٹا جب سے اپنا ملک و دیار	جی ہوا تم سے خود بخود بیزار
نہ گلوں کی ادا خوش آتی ہے	نہ صدا بلبلوں کی بھاتی ہے
سیر گلشن ہے جی کا اک جنجال	شب مہتاب جان کو ہے وبال
کوہ و صحرا سے تا لب دریا	جس طرف جائیں جی نہیں لگتا
کیا ہوئے وہ دن اور وہ راتیں	تم میں اگلی سی اب نہیں باتیں
ہم ہی غربت میں ہو گئے کچھ اور	یا تمہارے ہی کچھ بدل گئے طور

گو وہی ہم ہیں اور وہی دنیا
پر نہیں ہم کو لطف دنیا کا

اے وطن اے مرے بہشت بریں	کیا ہوئے تیرے آسمان و زمیں
رات اور دن کا وہ سماں نہ رہا	وہ زمیں اور وہ آسمان نہ رہا
تیری دوری ہے مورد آلام	تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام
کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	گل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے

مٹ گیا نقش کامرانی کا
تجھ سے تھا لطف زندگانی کا

جو کہ رہتے ہیں تجھ سے دور سدا
ان کو کیا ہوگا زندگی کا مزا

ہو گیا یہاں تو دو ہی دن میں یہ حال
تجھ بن ایک ایک پل ہے ایک اک سال

سچ بتا تو سبھی کو بھاتا ہے
یا کہ مجھ سے ہی تیرا ناتا ہے

میں ہی کرتا ہوں تجھ پہ جان نثار
یا کہ دنیا ہے تیری عاشقِ زار

کیا زمانہ کو تو عزیز نہیں
اے وطن تو تو ایسی چیز نہیں

جن و انسان کی حیات ہے تو
مرغ و ماہی کی کائنات ہے تو

ہے نباتات کو نمو تجھ سے
روکھ تجھ بن ہرے نہیں ہوتے

سب کو ہوتا ہے تجھ سے نشو و نما
سب کو بھاتی ہے تیری آب و ہوا

تیری اک مشتِ خاک کے بدلے
لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے

جان جب تک نہ ہو بدن سے جدا
کوئی دشمن نہ ہو وطن سے جدا

حملہ جب قوم آریا نے کیا
اور بجا ان کا ہند میں ڈنکا

ملک والے بہت سے کام آئے
جو بچے وہ غلام کہلائے

شودر کہلائے راکشش کہلائے
رنج پردیس کے مگر نہ اٹھائے

گو غلامی کا لگ گیا دھبّا
نہ چھُپا اُن سے دیس پر نہ چھپا

قدر اے دل وطن میں رہنے کی — پوچھیے پردیسیوں سے جی سے کوئی
جب ملا رام چندر کو بن باس — اور نکلا وطن سے ہو کے اُداس
باپ کا حکم رکھ لیا سر پر — پر چلا ساتھ لے کے داغِ جگر
پاؤں اُٹھتا تھا اُس کا بن کی طرف — اور کھنچتا تھا دل وطن کی طرف
گزرے غربت میں اس قدر مہ و سال — پر نہ بھولا اجُدھیا کا خیال
دیس کو بن میں جی بھٹکتا رہا — دل میں کانٹا سا اک کھٹکتا رہا
تیر اک دل میں آ کے لگتا تھا — آتی تھی جب اجُدھیا کی ہوا

کٹنے چودہ برس ہوئے تھے محال
گویا ایک ایک جُگ تھا ایک اک سال

ہوئے یثرب کی سمت جب راہی — سیّدِ ابطحی کے ہمراہی
رشتے اُلفت کے سارے توڑ چلے — اور بالکل وطن کو چھوڑ چلے
گو وطن سے چلے تھے ہو کے خفا — پر وطن میں تھا سب کا جی اٹکا
دل لگی کے بہت ملے ساماں — پر نہ بھولے وطن کے ریگستاں

دل میں آٹھوں پہر کھٹکتے تھے — سنگریزے زمین بطحا کے

گھر جفاؤں سے جن کی چھوٹا تھا
دل سے رشتہ نہ اُن کا ٹوٹا تھا

ہوئیں یوسف کی سختیاں جب دور — اور ہؤا مُلکِ مصر پر مامور
مصر میں چار سو تھا حکم رواں — آنکھ تھی جانبِ وطن نگراں
یادِ کنعاں جب اُس کو آتی تھی — سلطنت ساری بھول جاتی تھی
دُکھ اُٹھائے تھے جس وطن میں سخت — تاج بھاتا تھا اُس بغیر نہ تخت

جنسے دیکھی تھی سخت بے مہری
لَو تھی اُن بھائیوں کی دل کو لگی

ہم بھی حُبِّ وطن میں گو ہیں غرق — ہم میں اور اُن میں ہے مگر یہ فرق
ہم ہیں نامِ وطن کے دیوانے — وہ تھے اہلِ وطن کے پروانے
جس نے یوسف کی داستاں ہے سُنی — جانتا ہوگا روئے داد اُسکی
مصر میں قحط جب پڑا آکر — اور ہوئی قوم بھوک سے مُضطر
کردیا اُن پہ وقف بیت المال — لب تک آنے دیا نہ حرفِ سوال
کھتّیاں اور کوٹھے کھولدیئے — مُنہ سارے ذخیرے تولدیئے

قافلے خالی ہاتھ آتے تھے ‌ ‌ ‌ اور بھرپور یہاں سے جاتے تھے

یوں گئے قحط کے وہ سال گزر
جیسے بچّوں کی بھوک وقت سحر

اے دل اے بندۂ وطن ہشیار ‌ ‌ ‌ خوابِ غفلت سے ہو ذرا بیدار

او شرابِ خودی کے متوالے ‌ ‌ ‌ گھر کی چوکھٹ کے چومنے والے

نام ہے کیا اسی کا حُبِّ وطن ‌ ‌ ‌ جس کی تجھ کو لگی ہوئی ہے لگن

کبھی بچّوں کا دھیان آتا ہے ‌ ‌ ‌ کبھی یاروں کا غم ستاتا ہے

یاد آتا ہے اپنا شہر کبھی ‌ ‌ ‌ لَو کبھی اہل شہر کی ہے لگی

نقش ہے دل پہ کوچہ و بازار ‌ ‌ ‌ پھرتے آنکھوں میں ہیں در و دیوار

کیا وطن کی یہی محبّت ہے ‌ ‌ ‌ یہ بھی اُلفت میں کوئی اُلفت ہے

اِس میں انساں سے کم نہیں ہیں درند ‌ ‌ ‌ اِس سے خالی نہیں چرند و پرند

ٹکڑے ہوتے ہیں سنگ غُربت میں ‌ ‌ ‌ سُوکھ جاتے ہیں رُوکھ فرقت میں

جا کے کابل میں آم کا پودا ‌ ‌ ‌ کبھی پروان چڑھ نہیں سکتا

آ کے کابل سے یہاں بِہی و انار ‌ ‌ ‌ ہو نہیں سکتے بارور زنہار

مچھلی جب چھوٹتی ہے پانی سے ‌ ‌ ‌ ہاتھ دھوتی ہے زندگانی سے

آگ سے جب ہوا سمندر دُور | اُس کو جینے کا پھر نہیں مقدور
گھوڑے جب کھیت سے بچھڑتے ہیں | جان کے لالے اُن کے پڑتے ہیں
گائے یا بھینس اونٹ یا بکری | اپنے اپنے ٹھکانے خوش ہیں سبھی

کہئے حُبِّ وطن اِسی کو اگر
ہم سے حیواں نہیں ہیں کُچھ کمتر

ہے کوئی اپنی قوم کا ہمدرد | نوعِ انساں کا جس کو سمجھیں فرد
جس پہ اطلاق آدمی ہو صحیح | جس کو حیواں پہ دے سکیں ترجیح
قوم پر کوئی زد نہ دیکھ سکے | قوم کا حال بد نہ دیکھ سکے
قوم سے جان تک عزیز نہ ہو | قوم سے بڑھ کے کوئی چیز نہ ہو
سمجھے اُن کی خوشی راحتِ جاں | واں جو نوروز ہو تو عید ہو یہاں
رنج کو اُن کے سمجھے مایۂ غم | واں اگر سوگ ہو تو یہاں ماتم
بُھول جائے سب اپنی قدر جلیل | دیکھ کر بھائیوں کو خوار و ذلیل
جب پڑے اُن پہ گردشِ افلاک | اپنی آسائشوں پہ ڈال دے خاک
بیٹھے بے فکر کیا ہو ہموطنو | اُٹھو اہلِ وطن کے دوست بنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ | ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ

جب کوئی زندگی کا لطف اُٹھاؤ ۔ دل کو دُکھ بھائیوں کے یاد دلاؤ

پہنو جب کوئی عمدہ تم پوشاک ۔ کرو دامن سے تا گریباں چاک

کھانا کھاؤ تو جی میں تم شرماؤ ۔ ٹھنڈا پانی پیو تو اشک بہاؤ

کتنے بھائی تمہارے ہیں نادار ۔ زندگی سے ہے جن کا دل بیزار

نوکروں کی تمہارے جو ہے غذا ۔ اُن کو وہ خواب میں نہیں ملتا

جس پہ تم جوتیوں سے پھرتے ہو ۔ وہاں میسر نہیں وہ اوڑھنے کو

کھاؤ تو پہلے لو خبر اُن کی ۔ جن پہ بپتا ہے نیستی کی پڑی

پہنو تو پہلے بھائیوں کو پہناؤ ۔ کہ ہے اُترن تمہاری جن کا بناؤ

ایک ڈالی کے سب ہیں برگ و ثمر ۔ ہے کوئی اُن میں خشک اور کوئی تر

سب کو ہے ایک اصل سے پیوند ۔ کوئی آزردہ ہے کوئی خرسند

مُقبلو مُدبروں کو یاد کرو ۔ خوش دلو غمزدوں کو شاد کرو

جاگنے والو غافلوں کو جگاؤ ۔ تیرنے والو ڈوبتوں کو تراؤ

ہیں ملے تم کو چشم و گوش اگر ۔ لو جو لی جائے کور و کر کی خبر

تُم اگر ہاتھ پاؤں رکھتے ہو ۔ لنگڑے لُولوں کو کچھ سہارا دو

تندرستی کا شکر کیا ہے بتاؤ ۔ رنج بیمار بھائیوں کا بٹاؤ

تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر — نہ کسی ہموطن کو سمجھو غیر
ہو مسلمان اس میں یا ہندو — بدھ مذہب ہو یا کہ ہو برہمو
جعفری ہووے یا کہ ہو حنفی — جین مت ہووے یا ہو ویشنوی
سب کو میٹھی نگاہ سے دیکھو — سمجھو آنکھوں کی پتلیاں سب کو
ملک ہیں اتفاق سے آزاد — شہر ہیں اتفاق سے آباد
ہند میں اتفاق ہوتا اگر — کھاتے غیروں کی ٹھوکریں کیونکر
قوم جب اتفاق کھو بیٹھی — اپنی پونجی سے ہاتھ دھو بیٹھی
ایک کا ایک ہو گیا بدخواہ — لگی غیروں کی پڑنے تم پہ نگاہ
پھر گئے بھائیوں سے جب بھائی — جو نہ آئی تھی وہ بلا آئی
پاؤں اقبال کے اکھڑنے لگے — ملک پر سب کے ہاتھ پڑنے لگے
کبھی تورانیوں نے گھر لوٹا — کبھی دُرّانیوں نے زر لوٹا
کبھی نادر نے قتل عام کیا — کبھی محمود نے غلام کیا
سب سے آخر کو لے گئی بازی — ایک شائستہ قوم مغرب کی
یہ بھی تم پر خدا کا تھا انعام — کہ پڑا تم کو ایسی قوم سے کام
ورنہ دم مارنے نہ پاتے تم — پڑتی جو سر پہ وہ اٹھاتے تم

ملک روندے گئے ہیں پیروں سے
چین کس کو ملا ہے غیروں سے

قوم سے جو تمہارے ہیں برتاؤ — سوچو اے میرے پیارو اور شرماؤ
اہل دولت کو ہے یہ استغنا — کہ نہیں بھائیوں کی کچھ پروا
شہر میں قحط کی دہائی ہے — جانِ عالم لبوں پہ آئی ہے
بھوک میں ہی کوئی نڈھال پڑا — موت کی مانگتا ہے کوئی دعا
بچے اک گھر میں بلبلاتے ہیں — رو کے ماں باپ کو رلاتے ہیں
کوئی پھرتا ہے مانگتا در در — ہے کہیں پیٹ سے بندھا پتھر
پر جو ہیں اُن میں صاحبِ مقدور — اُن میں گنتی کے ہونگے ایسے غیور
کہ جنہیں بھائیوں کا غم ہوگا — اپنی راحت کا دھیان کم ہوگا
جتنے دیکھو گے پاؤ گے بیدرد — دل کے نامرد اور نام کے مرد
عیش میں جن کے کٹتے ہیں اوقات — عید ہے دن تو شبرات ہے رات
قوم مرتی ہے بھوک سے تو مرے — کام اُنہیں اپنے حلوے مانڈے سے
اِن کو اب تک خبر نہیں اصلا — شہر میں بھاؤ کیا ہے غلہ کا
غلہ ارزاں ہے اِن دنوں کہ گراں — کال ہے شہر میں پڑا کہ سماں

کال کیا شے ہے کس کو کہتے ہیں بھوک | بھوک میں کیونکہ مرتے ہیں مفلوک

سیر بھوکے کی قدر کیا سمجھے
اُس کے نزدیک سب ہیں پیٹ بھرے

اہل دولت کا سُن چکے تم حال | اَب سُنو روئداد اہلِ کمال
فاضلوں کو ہے فاضلوں سے عناد | پنڈتوں میں پڑے ہوئے ہیں فساد
ہے طبیبوں میں نوک جھوک سدا | ایک سے ایک کا ہے تھوک جُدا
رہتے دو اہل علم ہیں اس طرح | پہلوانوں میں لاگ ہو جس طرح
عیدو (نام پہلوان) والوں کا ہے اگر پٹھا | نتھو (نام پہلوان) والوں میں جا نہیں سکتا
شاعروں میں بھی ہے یہی تکرار | خوشنویسوں کو ہے یہی آزار
لاکھ نیکوں کا کیوں نہ ہو اِک نیک | دیکھ سکتا نہیں ہے ایک کو ایک
اس پہ طرہ یہ ہے کہ اہل ہنر | دُور سمجھے ہوئے ہیں اپنا گھر
ملی اِک گانٹھ جس کو ہلدی کی | اُس نے سمجھا کہ میں ہوں پنساری
نسخہ اِک طب کا جس کو آتا ہے | سگے بھائی سے وہ چھپاتا ہے
جس کو آتا ہے پھونکنا کُشتہ | ہے ہماری طرف سے وہ گونگا
جس کو ہے کچھ رمل میں معلومات | وہ نہیں کرتا سیدھے مُنہ سے بات

باپ بھائی ہو یا کہ ہو بیٹا — بھید پاتا نہیں منجم کا
کام کندلے کا جس کو ہے معلوم — ہے زمانہ میں اُسکے بخل کی دھوم
الغرض جسکی پاس ہے کچھ چیز — جان سے بھی سوا ہے اُس کو عزیز
قوم پر اِن کا کچھ نہیں احساں — اِن کا ہونا نہ ہونا ہے یکساں
سب کمالات اور ہنر اِن کے — قبر میں اِن کے ساتھ جائینگے
قوم کیا کہہ کے اِن کو رو دیگی — نام پر کیونکہ جان کھو دیگی
تربیت یافتہ ہیں جو یہاں کے — خواہ بی اے ہوں اس میں یا ایم اے
بھرتے حُبِّ وطن کا گو دم ہیں — پر مُحبِّ وطن بہت کم ہیں
قوم کو ان سے جو امیدیں تھیں — اب جو دیکھا تو سب غلط نکلیں
ہسٹری ان کی اور جوگرفی۔ — سات پردوں میں منہ دیئے ہی پڑی
بند اُس قفل میں ہے علم اِن کا — جس کی کُنجی کا کچھ نہیں ہے پتا
لیتے ہیں اپنے دل ہی دل میں مزے — گویا گونگے کا گُڑ ہیں کھائے ہوئے
کرتے پھرتے ہیں سیر گل تنہا — کوئی پاس اِن کے جا نہیں سکتا
اہلِ انصاف شرم کی جا ہے — گر نہیں بخل یہ تو پھر کیا ہے
تم نے دیکھا ہے جو وہ سب کو دکھاؤ — تم نے چکھا ہے جو وہ سب کو چکھاؤ

یہ جو دولت تمہارے پاس ہے آج
مُنہ کو ایک اک تمہارے ہے تکتا
آپ شائستہ ہیں تو اپنے لئے
میز کرسی اگر لگاتے ہیں آپ
مُنڈا جوتا اگر آپ کو ہے پسند
قوم پر کرتے ہو۔ اگر احساں
کُچھ دنوں عیش میں خلل ڈالو

ہموطن اس کے ہیں بہت محتاج
کہ نکلتا ہے مُنہ سے آپ کے کیا۔
کچھ سلوک اپنی قوم سے بھی کئے؟
قوم سے پوچھئے تو پُن ہی نہ پاپ
قوم کو اس سے فائدہ نہ گزند
تو دکھاؤ کچھ اپنا جوشِ نہاں
پیٹ میں جو ہے سب اُگل ڈالو

علم کو کردو کو بہ کو ارزاں
ہند کو کر دکھاؤ انگلستاں

سُنتے ہو سامعین باتمکین
جو ہیں دنیا میں قوم کے ہمدرد
باپ کی ہے دعا یہ بہرِ پسر
ماں خدا سے یہ مانگتی ہے مراد
بھائی آپس میں کرتے ہیں پیار
اہل ہمت کما کے لاتے ہیں

سُنتے ہو حاضرینِ صدر نشیں
بندۂ قوم اُن کے ہیں زن و مرد
قوم کی میں بناؤں اس کو سپر
قوم پر سے نثار ہو اولاد
تو اگر مال دے تو میں دوں جان
ہموطن فائدے اٹھاتے ہیں

کہیں ہوتے ہیں مدرسے جاری — دخل اور خرچ جن کے ہیں بھاری

اور کہیں ہوتے ہیں کلب قایم — مبحثِ حکمت و ادب قایم

نت نئے کھلتے ہیں دواخانے — بنتے ہیں سیکڑوں شفاخانے

مُلک میں جو مرض ہیں عالمگیر — قوم پر اُن کی فرض ہے تدبیر

ہیں سدا اِس اُدھیڑبُن میں طبیب — کہ کوئی نسخہ ہاتھ آئے عجیب

قوم کو پہنچے منفعت جس سے — ملک میں پھیلیں فائدے جس سے

رسم بد کا اثر جہاں پایا — حملہ پر حملہ اُس پہ ہونے لگا

کہیں مجلس میں ہوتی ہے تقریر — کہیں مضمون ہوتے ہیں تحریر

ایک ناٹک بنا کے لاتا ہے — دوسرا اُس کو کر دکھاتا ہے

لاکھ تدبیریں جی سے جوڑتے ہیں — آخر اُس کو مٹا کے چھوڑتے ہیں

قوم کی خاطر اُن کے ہیں سب کام — خواہ اِس میں سفر ہو خواہ مقام

سیکڑوں گلرخ اور مہ پارے — لاڈلے ماں کے باپ کے پیارے

جان اپنی لئے ہتیلی پر — کرتے پھرتے ہیں بحر و بر کے سفر

شوق یہ ہے کہ جان جائے تو جائے — پر کوئی بات کام کی ہاتھ آئے

جس سے مشکل ہو کوئی قوم کی حل — مُلک کا آئے کوئی کام نکل

کھپ گئے کتنے بن کی جھاڑوں میں — مر گئے سیکڑوں پہاڑوں میں

لکھے جب تک جئے سفر نامے — چل دئے ہاتھ میں قلم تھامے

گو سفر میں اُٹھائے رنج کمال — کر دیا پر وطن کو اپنے نہال

ہیں اب اُن کے گواہِ حبِّ وطن — در و دیوار پیرس و لنڈن

کہئے دُنیا کا جس کو باغِ جناں — ہی فرانس آج یا ہے انگلستاں

کام ہیں سب بشر کے ہموطنو — تم سے بھی ہو سکیں جو مرد ہو

چھوڑ دو افسردگی کو جوش میں آؤ — بس بہت سوئے اُٹھو ہوش میں آؤ

قافلے تم سے بڑھ گئے کوسوں — رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کیوں

قافلوں سے اگر ملا چاہو — ملک اور قوم کا بھلا چاہو

گر رہا چاہتے ہو عزّت سے — بھائیوں کو نکالو ذلّت سے

اُن کی عزّت تمہاری عزّت ہی — اُن کی ذلّت تمہاری ذلّت ہی

قوم کا مُبتذل ہے جو اِنساں — بے حقیقت ہی گرچہ ہے سُلطاں

قوم دُنیا میں جس کی ہے ممتاز — ہے فقیری میں بھی وہ با اعزاز

عزّتِ قوم چاہتے ہو اگر — جا کے پھیلاؤ اُن میں علم و ہُنر

ذات کا فخر اور نسب کا غرور — اُٹھ گئے اب جہاں سے یہ دستور

اب نہ سیّد کا افتخار صحیح
ہوئی ترکی تمام خانوں کی
قوم کی عزّت اب ہنر سے ہے
کوئی دن میں وہ دور آئیگا
نہ رہینگے سدا یہی دن رات

نہ برہمن کو (شودر) پر ترجیح
کٹ گئی جڑ سی خاندانوں کی
علم سے یا کہ سیم و زر سے ہے
بے ہنر بھیک تک نہ پائیگا
یاد رکھنا ہماری آج کی بات

گر نہیں سنتے قول حالی کا
پھر نہ کہنا کہ کوئی کہتا تھا +

تمت بالخیر

قصیدۂ العیانیہ

اہل اسلام کی موجودہ حالت زار کی نسبت بطور ایک دعا کے بحضور جناب سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فریاد کی گئی ہے قیمت ——— /۲

مرثیہ

بقراط وقت جالینوس دوران بقیۃ السلف فخر الاماثل والاقران غفران مآب جناب حکیم محمد محمود خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ وجعل الجنۃ مثواہ ۔ مصنفہ حالی قیمت ——— /۱

مسدس ننگ خدمت

مع بھوت اور اپکے کا مناظرہ اور قصیدہ جیوبلی کے یہ کتاب نہایت ہی قابل دید اور لایق قدر ہے ۔ مسدس ننگ خدمت پڑھ کر حضرات نوکری پیشہ کو عبرت پکڑنی چاہیئے ۔ مصنفہ حالی قیمت ——— /۲

یادگار غالب مع تصویر فوٹو

ملک الشعرا میرزا اسد اللہ خاں غالب المعروف بہ نوشہ المخاطب بہ نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں غالب بہادر نظام جنگ دہلوی کی زندگی کے حالات اور اُن کی اقسام نظم ۔ نثر اردو ۔ فارسی کا انتخاب اور ہر ایک قسم پر جداگانہ ریمارکس ۔ مرتبہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی قیمت ——— عہ/

دیوان حالی

مع مقدمہ جس میں شاعری کی ماہیت اور اُس کے حسن و قبح پر مفصل بحث کی گئی ہے مع دیوان حالی مشتمل بر قطعات و غزلیات و ترکیب بندات و رباعیات وغیرہ ۔ یہ اُس فناہ فی القوم کی نظم ہے ۔ جس نے مسدس لکھ کر دنیا کو خواب غفلت سے جگایا ۔ بہت بڑی کتاب ہے قیمت ——— عہ/

مثنوی حقوق اولاد

مصنفہ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی ۔ جس میں والدین کو اولاد کے اصلی اور رسمی حقوق سے آگاہ کیا گیا ہے سلیس اردو زبان قیمت ——— /۲

مرثیہ سید مرحوم

مرتبہ عالیجناب ملک الشعرا مولنا مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی ۔ فارسی زبان میں ترکیب بند کی صورت میں ۔ نہایت دردناک نظم ہے قیمت ——— /۱

حیات سعدی

مصنفہ خواجہ حالی ۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری اور جملہ حالات متعلق ان کی سیر و سیاحت کے درج ہیں اور اُن کی تمام تصنیفات نظم و نثر پر ریویو کیا گیا ہے اور اس کتاب میں ۸۰ دلچسپ مضامین ہیں قیمت ——— عہ/

مخمس حسرت

جناب مولنا مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کے قصیدہ الغیاثیہ پر سید دین محمد صاحب حسرت ہوشیارپوری نہایت سلاست اور فصاحت سے مخمس کیا ہے قیمت ——— ۲/

مخمس سلیم

جناب مولنا مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کے شکوہ ہند پر سید وحیدالدین صاحب متخلص بہ سلیم پانی پتی نے بڑے جوش دل کے ساتھ تخمیس کیا قیمت ——— ۴/

مخمس مجید

جناب مولنا مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب حالی کے شکوہ ہند پر جناب مولوی عبدالحکیم صاحب لاہوری وکیل عدالت نے نہایت عمدہ تخمیس کیا قیمت ——— ۴/

آثار سلف

مصنفہ عالم بےبدل و فاضل جلیل مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مدرس آگرہ نے قلعہ آگرہ کی سیر کر کے شوکت و عظمت اسلام پر ایک بڑا شور انگیز پولیٹیکل مرثیہ لکھا ہے مع نقشہ قلعہ آگرہ قیمت ——— ۲/

جریدہ عبرت

مصنفہ مولوی صاحب ممدوح الصدر ـ مسلمانان ہند کے مختلف حالات موجودہ کی نہایت دلچسپی کے ساتھ اردو نظم میں تصویر کھینچی ہے قیمت ——— ۲/

مسدس سعید

مصنفہ چودھری محمد سعیدالدین حسین صاحب رئیس و تعلقہ دار کھرہ ضلع بدایوں ـ ہندوستانی زراعت کی خرابیوں اور ضرورتوں کا ذکر نہایت عمدہ پیرایہ میں بزبان اردو کیا گیا ہے قیمت ——— ۲/

ماں بیٹے کی مراسلت

اس چھوٹی سی نظم میں ایک چھوٹا یتیم بچہ اپنی ماں کو بذریعہ بجلی کے خط روانہ کرتا ہے اور اُس کا جواب اُس کو خواب میں ملتا ہے ـ ممکن ہے کہ روئے بغیر آپ اس چھوٹی سی دردانگیز نظم کو پڑھ سکیں قیمت ——— ۱/

المشتہر

منشی فضل الدین ککےزئی تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت کشمیری بازار لاہور

ماں بیٹے کی مراسلت

مصنفہ
جناب منشی معراج الدین صاحب رئیس قصبہ امیٹھی
ضلع لکھنؤ
طالب علم مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڈھ

حسب فرمائش
منشی فضل الدین تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت
کشمیری بازار لاہور
سنہ ۱۸۹۶ء
مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور
قیمت ۱ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

پیشکش کرتا ہوں ایک دلکش بیاں
جس کا ہے ایک ایک جملہ پُر اثر

ذہن نے عبرت کی کھینچی ہے شبیہ
فکر نے لی دو عالم کی خبر

نظم انگریزی سے ہی کچھ اقتباس
باقی اپنے بحرِ فکرت کے گہُر

ایک بچّہ اور مردہ اُس کی ماں
خط کتابت کرتے ہیں باہمدگر

خط ہے لیکن نظم انگریزی میں بند
میں دکھاتا ہوں لفافہ کھول کر

ہاے وہ بچپن کی بھولی گفتگو
ہاے وہ پیرانہ پندِ پُر اثر

ہاے کچھ کچھ علم کچھ کچھ جہل وہ
ہاے کچھ ضبط اور کچھ سوزِ جگر

ایک کی وہ آرزو وہ التماس
ایک کی وہ گفتگو ہے پُر اثر

ایک کا استطاع و استخبارِ حال
ایک کا کرنا بے خبر کو باخبر

ایک کا مُردہ بلانا پیار سے
ایک کا سوتے کو جگانا چیخکر

الغرض اس نظم کے جملے تمام
نیشتر ہیں نیشتر ہیں نیشتر

ناظرین اس مختصر مضموں پر آپ
عزت افزائی سے فرمائیں نظر

اور جہاں جا عیب یا نقصاں ہو کچھ
یا چھپائیں یا مٹائیں سر بسر

ایک دن ٹیلیگراف آفس میں میں
سن رہا تھا دور کی کوئی خبر

اور چھائی تھی گھٹا چاروں طرف
دے رہی تھی برق بارش کی خبر

ناگہاں یہ کان میں آئی بھنک
"بابو صاحب کیا یہی ہے تار گھر"

جب ملی مجھ کو فراغت کام سے
میں نے دیکھا اُس طرف مُنہ موڑ کر

بھولا بھالا سا عجب نازک بدن
ایک بچہ سامنے آیا نظر

عارضِ گلرنگ پر تھا آشکار
اُس کی روحانی مسرت کا اثر

وہ سنہرے بال وہ آنکھیں کبود
آہوؤں کے صید کو وہ دام زر

اُس کی آنکھوں میں وہ نیلا پن تھا
چرخ نے جادو جگایا تھا مگر

غور سے دیکھا کیا چاروں طرف
فرش سے لے چھت تلک ڈالی نظر

پھر کیا اُس نے وہی مجھ سے سوال
اپنی جانب مجھ کو مائل دیکھ کر

پیار سے میں نے دیا اُس کو جواب
ہاں یہی ہے میرے پیارے تار گھر

یہ چمک بجلی کی یہ بادل کا شور
ایسے میں تنہا نکل آئے کدھر

خیر ہے کہئے تو کچھ کیا کام ہے
میں کروں گا ہو سکا مجھ سے اگر

اُس کے ننھے ننھے ہاتھوں میں مجھے
آیا اِک لپٹا ہُوا کاغذ نظر

شوق کے لہجہ میں پھر کہنے لگا
ایک تمنا کھینچ لائی ہے اِدھر

یہ جو پھیلے ہر طرف کو تار ہیں
جن کے مرکز میں بنا ہے تارگھر

کتنی ننھی انّا کہ اِن تاروں کی راہ
بادلوں سے آئی ہے بجلی اُتر

اور منزل چاہے جتنی دور ہو
ایک لمحہ بھر میں لاتی ہے خبر

آسماں پر ہیں گئی امّاں مرے
مجھ ستم کش کو اکیلا چھوڑ کر

فرصت ابّا کو مرے رہتی ہے کم
وہ چلے جاتے ہیں اپنے کام پر

کیا کروں تنہا رہا جاتا نہیں
کاٹے کھاتا ہے اکیلا مجھ کو گھر +

ہو کے مایوس آج یہ لکھا ہے خط
ایک کونے میں مکاں کے بیٹھ کر

موٹے حرفوں میں لکھا ہے اسلئے
تاکہ جلدی سے فرشتے دیکھ کر

جھٹ سے میری ماں کو دیدیویں یہ خط
جلد امّاں کو مری ہو وے خبر

آپ اس خط کو ذرا پہلے سنیں
اور بتائیں بے قرینہ ہو اگر

خط

پیاری اماں لیجئے میرا سلام
ہو گئیں کیوں آپ مجھ سے بے خبر

یاد ہے مجھ کو وہ حالت آپ کی
جب نہ دیکھا مجھ کو تھوڑی دیر اگر

یا ذرا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا
یا نہ پائی دو گھڑی میری خبر +

ہو کے اپنے قلب سے بے اختیار
ڈھونڈھنے نکلیں مجھے سر پیٹ کر

دل کو تھامے ہر طرف پھرنے لگیں
ایک قدم اندر تو ایک دہلیز پر

جو نکلتا اُس سے کہتیں بے دھڑک
یاد ہی میں ہوں مری اماں کہ اب
یاد ہر وقت آپ آتی ہیں مجھے
جب نہیں ملتیں تو رو دیتا ہوں میں
کوئی بھی اب کھانے پینے کیلئے
اب منانیوالا ہی بیٹھا ہے کون
بال اُلجھے ہیں تو اُلجھے ہی سہی
کوئی خط بھی آپنے بھیجا نہیں
آپنے تو یہ بھی کچھ لکھا نہیں
ریل پر جاتے ہیں کتنی دور لوگ
پیشوائی کے لئے آیا تھا کون۔
کس طرح کے لوگ ہیں کیا حال ہے
ہے عمارت کس طرح کی شہر میں
شہر ہے قصبہ ہے یا ہے کوئی گاؤں
کون ہے اُس ملک کا فرمانروا
بیاہ شادی کا وہاں ہے کیا طریق
کس طرح کی ہے وہاں آب و ہوا

میرے بچے کو کہیں دیکھا اُدھر ؟
ایک مدت سے نہیں پوچھی خبر
دیکھتا ہر سو ہوں آنکھیں پھاڑ کر
دونو ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر
منتیں کرتا نہیں دو دو پہر
میری اماں کس پہ بیٹھوں روٹھ کر
گرد رُخ پر ہے تو ہووے جس قدر
ہوتی ڈھارس کاش اُسی کو دیکھ کر
طے ہوا کتنے دنوں میں یہ سفر
کرتے ہیں پانی میں کتنے دن سفر
آپ مہماں آج کل ہیں کس کے گھر
کرتے ہیں کس طور سے اپنی بسر
جس میں تم اُتری ہو وہ کیسا ہے گھر
آج کل ہے آپ کا جس میں گذر +
بادشہ عادل ہے یا بیدادگر
ناچ گانا ہوتا ہے کس طور پر
موسموں کا کیسا ہوتا ہے اثر

معدنی چیزوں کی پیداوار کیا ہوتے ہیں کس کس طرح کے جانور

آدمی جاہل ہیں یا لکھے پڑھے قوم کے وحشی ہیں یا صاحب ہنر

کچھ زراعت کا بھی کاروبار ہے ہے تجارت کا بھی وہاں مفتوح در ؟

مال کس کس طرح کا بکتا ہے واں کچھ کھلونے بھی ملیں ڈھونڈو اگر

چھوٹی چھوٹی چھتریاں بکتی ہیں واں اور باجے بھی کسی دوکان پر

سبز جھاڑوں کی کہیں ہے روشنی سرخ قندیلیں بھی آتی ہیں نظر ؟

مدرسے جاری وہاں ہیں یا نہیں اور پڑھاتے ہیں فرشتے یا بشر

وہاں سزا کا کیا طریقہ ہے بھلا ؟ مار تو پڑتی نہیں ہر بات پر ؟

امتحاں ہوتا ہے کوئی یا نہیں ہے ترقی منحصر کس امر پر ؟

پاتے ہیں لڑکے وہاں انعام بھی جلدی جلدی پڑھتے لکھتے ہیں اگر

کچھ وہاں کرکٹ کا بھی ساماں ہے کھیلتے ہیں یا ٹنس سب بیشتر

آپ نے میرے لئے کیا کیا لیا میں نہ مانوں گا نہ لائیں کچھ اگر

یاد ہے مجھ کو وہ کہنا آپ کا نعمتیں بیٹا بہت ہیں چرخ پر

وہاں کے باغوں میں نہیں آتی خزاں رہتے ہیں پھولے پھلے دائم شجر +

وہ ثمر ملتے ہیں جن کے نام سے ذائقے کے منہ میں پانی آئے بھر

میری اچھی اماں میرے واسطے میوے لانا اچھے اچھے ڈھونڈ کر

کچھ کھلونے کچھ مٹھائی بھی ضرور اور ایک چھوٹی سی چھتری دیکھ کر

لائیے گا بیت بھی اچھا سا ایک
جیسا مجھ کو لا دیا تھا پیشتر +

اور کیا مانگوں نہیں آتا ہے یاد
میرے قابل چیز جو آئے نظر +

لیکن ان فرمائشوں کی وجہ سے
دیر آنے میں نہ کیجئے گا ادھر

میں نہیں کچھ جانتا آپ آئیے
آپ کو اللہ پہنچائے ادھر

آرزو ہے آپکے دیکھوں قدم
آرزو ہے سر کو رکھوں پاؤں پر

آرزو ہے کہہ کے اماں لوں پکار
آرزو ہے یہ کہ لپٹوں دوڑ کر

آپ کچھ ناراض شاید ہوگئیں ؟
میری اماں مجھ پر غصہ اس قدر ؟

آئیے اب ضد کی باتیں چھوڑ دیں
آئیے اب ہٹ کو رکھا طاق پر

مَیں نہیں کچھ جانتا بس آئیے
آئیے مچلا پڑا ہوں خاک پر

اور اگر شاید کہ مجبوری سے آپ
ختم کر سکتی نہ ہوں اپنا سفر

پھر تو فوراً بھیجئے خط کا جواب
بنگئی ہے اب تو میرے جان پر

ہو جئے گا مطلع تاریخ سے
دیکھئے گا "تار میں خط" کو اگر

بابو صاحب کیجئے اتنا کرم
بادل اب کی مرتبہ گرجے اگر

کہئے بجلی سے کہ لیجائے اسے
آپ ان تاروں میں خط کو باندھ کر

ہائے اس ناداں کو کیا دیتا جواب
رہگیا میں خود کلیجہ تھام کر

کانپ اُٹھا اس واقعہ سے دل مرا
بھر گئی تھی آنسوؤں سے چشم تر

ہاں مگر اُس سے چھپانے کے لئے ‏ — بول اُٹھا آنکھوں سے آنسو پونچھ کر
تو نہ گھبرا مستقل رہ میری جاں ‏ — صبر کر اے میرے پیارے صبر کر
ماں سے اپنی ایک دن ملجائیگا ‏ — شام ہوگی یہ جدائی کی سحر
مجھ سے جو کچھ ہوسکیگا تیرا کام ‏ — میں نہیں ہرگز کروں گا درگذر
میرا شکریہ کیا اُس نے ادا + ‏ — اور بولا آسماں کو دیکھ کر
آپ کیا اُمید کرسکتے ہیں آج ؟ ‏ — ابر سے اُترے گی بجلی تار پر ؟
اُس کی کوشش پر ہنسا چرخ کبود ‏ — اور سورج مسکرایا دیکھ کر
چھٹ گیا ابر اور نکلا آفتاب ‏ — رنگ لایا ہائے چرخ فتنہ گر
خرمن امید پر بجلی گری + ‏ — آتش غم سے پھنکا اُس کا جگر +
وہ گلِ رُخسار مرجھانے لگے ‏ — رہ گیا اتنا سا چہرہ سوکھ کر
رنگ رُخ کی طرح سے اُڑنے لگا ‏ — اُس کے چہرہ سے مسرت کا اثر
یاس کے لہجہ میں آخر کو کہا ‏ — جا چکا خط آج اب جاتا ہوں گھر
آنے دیگی پھر نہ یہاں آنا مجھے ‏ — اور تھوڑی دیر میں ٹھیرا اگر
بس خدا حافظ کبھی آؤں گا پھر ‏ — بادل اُٹھا اور گھٹا چھائی اگر
الغرض لوٹا بڑی حسرت کے ساتھ ‏ — نا اُمیدی آگے آگے راہبر
گھر پہنچ کر غم کا مارا سو رہا ‏ — خواب میں خط کا جواب آیا نظر
خوش ہوا بیٹا جو پایا ماں کا خط ‏ — یوں لگا پڑھنے وہ اُس کو کھولکر

جواب خط

اے مرے پیارے میرے لختِ جگر
سلامت رہ جہاں میں رات دن
الٰہی مدتوں پھولے پھلے
ادا بچپن کی تیری بھا گئی
تیری ماں تیری یتیمی پر نثار
میرے لال اب تو کہاں اور میں کہاں
ریل کا کیا ذکر اور کیسا جہاز
اس سفر کو لوگ مرنا کہتے ہیں
کھینچ لاتا ہے جسے دامِ اجل
ہے نفس کا جادہ اِس منزل کی راہ
پیشوا تھا جو وہاں وہ ہے یہاں
یہاں نہ مہماں ہے نہ کوئی میزباں
بیاہ شادی کی نہیں کچھ احتیاج
جس کے جیسے ہیں عمل وہ ویسے ہی
یہاں کوئی موسم نہیں واں کی طرح

اے مرے جانی میرے نورِ نظر
جب تلک دنیا میں ہوں شام و سحر
تیری نخلِ کامرانی کا شجر
بھیجنی چاہی جو تو نے یہاں خبر
چوم لیتی ہاتھ بس چلتا اگر +
اب تمنا میرے ملنے کی نہ کر
ایک دم میں طے یہ ہوتا ہے سفر
ہے نہیں اس سے کسی کو بھی مفر
وہ نہیں جاتا یہاں سے لوٹ کر
اور اعمال ایک ایک کے راہبر
غمزدوں کا عاصیوں کا چارہ گر
یہاں نہ ویرانہ نہ بستی کا اثر
ہر کوئی ایک طور کرتا ہے بسر
اِس جہاں میں آ کے پاتا ہے ثمر
یہاں نہ وہ آب و ہوا کا ہے اثر

یہاں نہ پیداوار نے روئیدگی
یہاں نہ حاجت علم کی نے جہل کی
کچھ نہ صنعت ہے نہ کچھ حرفت ہے کام
یہاں نہ کچھ کھانے پہننے کی ہے فکر
جو وہاں بوتے ہیں یہاں پاتے ہیں جمع
نعمتیں ہر قسم کی موجود ہیں
لیکن اُن کو بس وہی پا سکتا ہے
مدرسہ تو یہاں کوئی جاری نہیں
مر کے جب آتا ہے انساں قبر میں
اور لیتے ہیں زبانی امتحاں
اُس کے پھر انعام کا کیا پوچھنا
بادشہ دونو جہاں کا ایک ہے
وہ سنا تو نے جو ہو دوزخ بہشت
خوش عمل رہتے ہیں جائے خیر میں
وہ جو دنیا میں رہا کچھ دن قیام
وہاں کے رونے نے رکھی یہاں آبرو
کام وہاں کی آہ و زاری آ گئی +

ہو چکا جو کچھ تھا ہونا پیشتر +
کیسی وحشت اور کیا ذکرِ ھنر
کچھ نہ شوق جاہ و فکرِ مال و زر
نے زراعت نے تجارت کا اثر
یہ ہے خرمن گاہ وہ کھیتی کا گھر
سچ کہا تھا میں نے تجھ سے پیشتر
جس پہ ہو میری طرح رب کی نظر
امتحاں ہوتا ہے لیکن سخت تر
دو فرشتے اُس پہ کرتے ہیں گذر
اُن سوالوں میں اگر ٹھیرا بشر
چاہتا جتنا ہے پاتا اُس قدر
ایک ہی کے حکم میں ہیں خیر و شر
ایک جائے خیر ہے ایک جائے شر
بد عمل لوگوں کا گھر ہے جائے شر
خواب کا عالم تھا گویا بسر
وہاں گرائے اشک یہاں پائے گہر
ابر رحمت بن گیا دودِ جگر

شکر ہے احسان ہے اللہ کا
ہر طرح کی مجھ کو آسائش ہے یہاں
تیری صورت کا ہے ایک بچہ یہاں
وہ ہے یعنی "تیرے ملنے کی اُمید"
میرے پیارے شاد رہ آباد رہ
سُن جو کچھ دنیا میں افسانہ سمجھ
خواب سے جس وقت ہوگا ہوشیار
بڑھ کہیں جاوے نہ تیرا اضطراب
لیکن اتنا میں سمجھتی ہوں ضرور
جان جاوے گا کہ میری پیاری ماں
عیش وہ جس کو نہیں ہرگز زوال
دولتِ دنیا ہے حادث یہ قدیم
عشرتِ فانی تھی وہ یہ لازوال
واں کا گھر مسمار ہونے کو کھڑا
اس مکاں کا ہر مکیں ایک بادشاہ
سیر کو وہ صاف و ستھرے مقام
نعمتیں یہاں کی خدا کی شان ہیں

جس نے جنت میں دیا رہنے کو گھر
شاق ایک تیری جدائی ہے مگر
ہوتی ہے تسکین اُسی کو دیکھ کر
بس یہی ہے دردِ دل کی چارہ گر
اس طرف چلنے کو باندھے رہ کمر
دیکھ جو کچھ خواب اُس کو وہاں کر
اور جانے گا کہیں آتاں گذر
میرے پیارے یہ بڑا مجھ کو ہے ڈر
جب کریگا غور میرے حال پر
عیش سے راحت سے کرتی ہوں بسر
راحت ایسی جو ہمیشہ اوج پر
لُٹنے پٹنے کا نہیں اس کو خطر
راحتِ آنی تھی وہ یہ مستمر
چار دیوار ادامت یہاں کا گھر
سر پہ ہر ایک کے ہے رکھا تاج زر
لڑکھڑاتا پھرتا ہے پاے نظر
کم نہیں ہوتیں لٹاؤ جس قدر

خادموں کی یہاں نہیں کچھ انتہا	لاکھ حاضر ایک کو چاہو اگر
ہر جگہ حوریں پئے خدمت کھڑی ہیں	خوب صورت خوش سلیقہ خوش سیر
بس یہ سچا حال جب جانے گا تو	اے میرے دلبند شب کردہ سحر
تو یقیناً تجھ کو صبر آجائے گا	جبکہ خوش ہو گا یہ دل میں سوچ کر
میری ماں دنیا سے اچھی جا گئیں	کی مرے خالق نے رحمت کی نظر
اس جہاں سے سب کو جانا ہے ضرور	کتنے اس عالم کو ہیں دار السفر
سب اسی صورت سے اٹھتے جائینگے	کوئی پیچھے اور کوئی پیشتر
چھوٹنا ایک ایک سے ہے سب کو ضرور	اس جدائی سے نہیں ممکن مفر
ہیچ ہے دنیا اور اس کی کائنات	پوچ ہے عالم اور اس کا کروفر
تف بریں دنیا و نعمتہائے او	فتنہ ہیں اموال و اولاد و زر

کھول آنکھیں چند روزہ ہے حیات
باز آ غفلت سے قصہ مختصر

محمڈن پبلیجس ٹریکٹ نمبر ۴

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ

سورۂ ق آیہ نمبر ۱۸

مضمون

تہذیب اللسان

جس میں

قرآنی آیات اور ضرب الامثال عربی و فارسی سے یہ ثابت کیا گیا ہی

کہ انسان کو ہر وقت اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھنا چاہیئے

مؤلفہ

مولوی محمد امام الدین صاحب ممبر انجمن تعلیم القرآن

گجرات پنجاب

جس کو جناب منشی فاضل شیخ غلام محمد صاحب مالک اخبار وکیل

نے

مطبع روز بازار امرتسر میں چھپوایا

قیمت ۱ر

نادرونایاب تازہ تصانیف

الایمان اس کتاب میں نہایت فلسفیانہ طریق سے بتایا گیا ہے کہ مسلمانون کا ایمان ازروئے قرآن کریم کیا ہے اسمیں کیا کیا چیزین داخل ہیں کیا کیا خارج ہیں شمس العلما مولوی شبلی نعمانی صاحب اس کتاب کی نسبت فرماتے ہیں :۔ "میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ رسالہ الایمان غایت دقت نظر اور تحقیق کیساتھ لکھا گیا ہے نہایت معتدل طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور موجودہ زمانہ مین ہر حیثیت سے مفید اور سودمند ہے اس رسالہ نے اُردو زبان میں ایک مفید اضافہ کیا ہے" قیمت چھ آنہ -

الاسلام دین الفطرت اکسفورڈ یونیورسٹی واقع انگلستان کے عربی پروفیسر اور مصر کے نامور علامہ شیخ محمد عبدالعزیز شادیش کے اس مضمون کا ترجمہ جو انہون نے دین اسلام کی حقانیت اور اسکے فطری مذہب ہونیکے ثبوت میں مقام الجزائر کی مشرقی علوم کی کانفرنس میں علمائے یورپ کے سامنے پڑھا تھا اسمیں عقلی دلیلوں اور اصول تمدن جدید کے لحاظ سے اسلام کے عقائد۔ توحید باری ۔ نبوت کی غرض اور اسکا ثبوت ۔ اسلام کے اصولی احکام کی عقلی خوبیاں اور دین اسلام کا تمام دُنیا کے لئے مفید اور موید تمدن ہونا بہت پُرزور دلایل سے ثابت کیا ہے اور ہر بات پر آیات قرآنی ہی سے استشہاد کیا ہے قابل دید کتاب ہے قیمت ۶

اسلام اور سوشل یفارم } مصر کے بہت بڑے مسلمان عالم اور اسلامی مورخ محمد رفیق بک عظم زادہ کے رسالہ مطالب الحیاۃ الاجتماعیہ والاسلام کا اُردو ترجمہ جسمین مصنف ممدوح نے بہت خوبی کے ساتھ تمدن یورپ اور تمدن اسلام کا مقابلہ کرکے اسلامی تمدن کی فضیلت ثابت کی ہے اس رسالہ کی مصر، عرب، شام اور ٹرکی میں دھوم مچگئی ہے مطبع نے بغرض فایدہ رسانی ابنائے وطن اسکا اُردو ترجمہ تیار کرایا ہے اگرچہ علمی مضامین ایکطرح پر خشک ہوا کرتے ہیں لیکن یہ رسالہ نہایت دلچسپ ہے قیمت آٹھ آنہ (۸/)

ارمانوسہ ایک نہایت دلچسپ دردانگیز اور حیرتناک تاریخی عربی ناول کا ترجمہ جسمین حسن و عشق کے فرضی افسانے نہیں بلکہ سچے واقعات اور اسلامی عظمت و جبروت کے عدیم المثال کارنامے اس خوبی سے بیان کئے گئے ہین جسکا اندازہ بغیر پڑہے یقیناً غیر ممکن ہے قیمت دو روپیہ عہ

تہذیب اللسان

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ - وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

ترجمہ

(اور یقین کرنیوالوں کیلئے زمین میں نشانیاں ہیں - اور خود تمہارے اندر کیا کچھ بھرا پڑا ہے کیا تمہیں سمجھ نہیں آتی)

ولا؛ زبانِ ادب جز بآفرین مکشا
درین بساطِ ہنر چشمِ عیب بین مکشا

خداتعالی کے لاانتہا احسانوں - اور ان گنت انعاموں میں سے (جو انسان ضعیف البنیان کے حال پر ہیں) ایک زبان (قوت نطق) بھی ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنے اصلی حالات اور دلی جذبات بنی نوع انسان کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔

جس قدر نعمائے الہی اور حقایق نامتناہی ہر فرد بشر کو عطا کئے گئے ہیں اگر سب کے سب اسکے وجود میں موجود ہوں - مگر انکے اظہار کا آلہ (زبان) نہ ہو تو فی المثل الہامی یقین کرنیکے قابل ہے کہ گویا ایک مقفل صندوق ملکوت السموات والارض سے تو بھرپور ہے مگر چابی کی عدم موجودگی کے باعث ہماری دسترس سے بہت دور ہے۔ اگر یہ چابی (زبان) نہ دی گئی ہوتی تو خداوند تعالی کا مقدس اور بے عیب کلام کیونکر پڑھنے سننے میں آتا اور کس طرح ہر عالم اور جاہل میں امتیاز کیا جاتا - اور اس رزاق مطلق نے جو بیشمار نعمتیں از قسم اغذیہ - اشربہ - فواکہ اور اثمار وغیرہ زمین کے

دسترخوان پر چُن رکھی ہیں کون اُن سے لُطف لیتا اور حظ اُٹھاتا ؟

یہ زُبان ہی کی خوبی ہے کہ ہم اپنے بدنی دُکھوں کو اطبا جسمانی اور امراض روحانی کو حکمار ربانی کے سامنے پیش کر کر علاج کے خواستگار ہوتے ہیں۔

یہی بہترین اور افضل وسیلہ ہے کہ ایک ناگہانی مصیبت اور اَن دیکھے صدمہ کے وقت جب خدا کے سوا ہم کو کوئی یار و مددگار نہیں مِلتا تو اسی کو عمل میں لاکر نہایت عجز و زاری اور اشکباری کے ساتھ اُس ذات باری کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتے ہیں چنانچہ خداوند تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں اسی مدعا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ الآیہ (سورۃ النمل آیت ۶۳)	وہ کون ہے جو مصیبت زدہ کی دُعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے اور وہ اسکی مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین میں (یکے بعد دیگرے) جانشین کرتا (چلا آتا) ہے

اسی کی یاری سے ایک شاعر لفظوں کے جواہر شاہوار۔ اور فقروں کے لآلی آبدار کو اپنی دلفریب نظموں میں جوڑتا ہے۔ مگر برعکس اسکے اسی کی خامی ہے کہ ایک اُجڈ گنوار اس طرح پر باتیں کرتا ہے کہ گویا لکڑیاں توڑتا ہے۔

الحق زبان امانت الٰہی اور ودیعت ایزدی ہے۔ اگر اس کو تیز تلوار یا نوکدار نشتر سے تشبیہ دی جاوے جو اپنی ساخت میں فی نفسہ عمدہ اور کار آمد ہے تو بالکل بجا ہے۔

جس طرح پر کہ دُخانی انجن۔ کاٹن مِل۔ بلکہ ہر ایک قسم کی کَل کے ایجاد کرنے والوں کا اصلی ارادہ اور دلی منشا تھا۔ کہ اُن سے عوام الناس کو آسایش ہو اسی طرح پر اس کا حال ہے جیسا کہ قران مجید میں ہے وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ[1]

اب ہر ایک نیک نہاد انسان کا فرض ہے کہ اس عجیب و غریب عطیہ کے احسان سے اُس واہب العطایا کا شکریہ ادا کرے۔ مگر شکریہ کیا ہے ؟ یہی کہ جس مطلب کے لئے یہ امانت اِنسان کے سپرد کی گئی ہے اسی پر کاربند ہو کر زبان کو عمل میں لاوے۔ اچھائی یا خرابی وہ ہوگی جو اسکے عمل کا نتیجہ ہوگا۔ فرض کرو کہ اگر کوئی بے عقل یا سفیہ نشتر کو اپنی آنکھ میں چبھو لے۔ یا تلوار سے اپنا گلا کاٹ ڈالے تو یہ اُسکا اپنا قصور ہے نہ ان اوزاروں کے بنانے والوں کا

سعدی

[1] اور وہ (خدا تعالیٰ) اپنے بندوں کے حق میں ناسپاسی کو پسند نہیں کرتا۔

نہ گفتم کہ دیوارِ مسجد بکن　　ترا اندیشہ دادم کہ ہیزم شکن

یہی تو باعث ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس زبان پر دو نگہبان مقرر کر دئے ہیں اور وہ کون ہیں؟
اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ　　دونوں ہونٹ تاکہ انسان کو معلوم ہو کہ ان دونوں سے زبان کو قابو رکھنا ہے۔ اس سے بھی بڑھکر وہ آیات ہیں جو ان مطالب کو صریح طور پر واضح کر رہی ہیں۔ اور جن پر انسان کو ہر لحظہ کاربند رہنا چاہئے یعنی انسان

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۔ | ایک بات بھی زبان پر نہیں لاتا مگر اس پر (خدا کی طرف سے) ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔

اس لئے انسان کو چاہئے کہ جو کلمہ اُس کی زبان سے نکلے پہلے اُس پر غور کر لے کیونکہ کاتب الحسنات والسیئات اسکو لکھنے جاتے ہیں۔ پہلے تولو۔ پھر بولو۔ عربی کی ضرب الامثال

۱۔ ایاک ان تضرب لسانک عنقک | خبردار! تیری زبان کہیں تیری گردن نہ اڑوا دے

۲۔ ایاک وکثرۃ الکلام فانھا تنفر عنک الکرام | خبردار بہت باتیں نہ کرنا ورنہ اچھے لوگ تجھ سے بات کرنا ترک کر دینگے۔

۳۔ یھلک الناس فی حالتین فضول المال وفضول الکلام | دو طرح سے انسانوں کی تباہی ہے بہت سا مال جمع کرنے اور بیہودہ بکواس کرنے سے

اور خداوند تعالیٰ جو عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے وہ تو ہمارے ہر ایک مشورہ اور منصوبہ کو ہر آن دیکھ رہا ہے جیسا کہ ہم اُس کی پاک آیتوں میں پڑھتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ سورۃ المجادلہ ۵۸ | کیا تو جانتا نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو خدا تعالیٰ جانتا ہے کوئی تین شخصوں کی ایسی مجلس نہیں جن میں چوتھا وہ ہو اور نہ ہی کوئی پانچ کا ایسا مجمع ہے جن میں چھٹا وہ (خدا) نہ ہو اور نہ ہی اس سے کم و بیش۔ مگر وہ اُن کے ساتھ ہے جہاں وہ ہوں۔ پھر قیامت کے دن وہ انکو جتا دے گا ان کے کرتوت وہ ہر ایک چیز کو (خوب) جانتا ہے۔

اب اِن آیتوں پر تدبر کرو کہ اگر کسی کو خدا کے مقدس کلام پر یقین ہے اور اُس کو
حاضر و ناظر جانتا ہے تو کس موںہہ اور زبان سے اپنے بھائیوں کی بدگوئی کرتا ہے
اور کیا حال ہوگا ہمارا جو اس نعمت بیکران (زبان) سے خلاف منشاء الٰہی کام لیکر
اپنے کئے کرائے اکارت کر رہے ہیں۔

خدا کا فرمان تھا کہ آدمی سچ بولے۔ مگر وہ اس پاک چیز کو کذب و بہتان سے آلودہ
کر کر لعنت اللہ علی الکاذبین کا مصداق بنتا ہے۔

اس نے حکم دیا کہ (لا یغتب بعضکم بعضًا) ایک دوسرے کی غیبت نکرو
مگر ہماری اکثر مجالس کا یہی شیوہ اور دل حسب مشغلہ ہے کہ اگر دو شخص مل کر بیٹھ گئے
تو تیسرے غائب الوقت کی گلہ گزاری۔ اور اس مقولہ پر ذرا بھر غور نکیا **سعدی**

زبان آمد از بہر شکر و سپاس ۔۔۔ بہ غیبت نگرداندش حق نیوش

اس کا ارشاد ہے کہ شیخی بگھارنے والوں اور بڑا بول بولنے والوں سے میں محبت

(۱) اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۔۔۔ نہ کروں گا۔ مگر ہمارے بعض بھائی انہیں
(۲) اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ ۔ ۔۔۔ باتوں کو مایہ ناز اور پایہ سرفرازی گمان کرتے ہیں

ہم پھر اسی **پوئنٹ** کو لیتے ہیں کہ دیکھنے کو تو یہ زبان ایک چھوٹا سا گوشت
کا ٹکڑا ہے مگر اس کا زخم فولادی خنجر یا ہندی تیغ سے بھی کہیں بڑھ کر کاٹ کرتا ہے
تلوار کا گھاؤ بمرور عرصہ سمٹ جاتا ہے۔ مگر زبان کا زخم کبھی نہ مٹے گا اور کیا ہی کہا مقولہ ہے

جرح الکلام اشد من جرح السہام ۔۔۔ بات کا گھاؤ تیر کے زخم سے زیادہ سخت ہوتا ہے

فرد انچہ زخم زبان کند بامرد ۔۔۔ زخم شمشیر جانستان نکند

اور اسی کی تائید میں ہے حضرت مولوی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کا **شعر**

چہ خوش گفت فرزانۂ حق گزین ۔۔۔ زباں گوشتین است و تیغ آہنین

اِس چھوٹے سے گوشت کے ٹکڑے میں کس درجہ کی ہولناک آگ بھری پڑی ہے کہ
اس کی تِل بھر حرکت کرنے سے ہزاروں صفوفِ جنگ باہمی جنگ و جدل پر آمادہ
ہو جاتی ہیں اور آن کی آن میں کٹ مرتی ہیں۔ روتے ہنسنے لگتے ہیں۔ اور ہنسنے والے
دفعتًا ڈاڑھیں مار کر روتے ہیں ؎

یہ قرآن مجید کی آیات کے بیان کرنے والی زبان کی ہی تاثیر تھی۔ کہ وہ عرب جن کے

> ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ الآیہ ۵

اوضاع واطوار وحشی درندوں سے بھی زیادہ خراب تھے۔ اور جنکی زندگی کی طرز سخت تاریک اور ڈراونی تھی۔ آکاس کے تاروں اور نور کے فرشتوں سے بھی کئی منازل آگے بڑھ گئے۔ جناب مولانا حالی صاحب فرماتے ہیں ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی — اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا اک طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

سبق پھر شریعت کا اُن کو پڑھایا — حقیقت کا گر اُن کو اک اک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا — بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دئے ایک پردہ اٹھا کر

کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیمان — بھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرمان
زمانہ میں تھا دور صہبائے بُطلان — مے حق سے محرم نہ تھی بزم دوران

اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک
خم معرفت کا تھا منہ خام اب تک

نہ واقف تھے انسان قضا اور جزا سے — نہ آگاہ تھے مبدأ و منتہا سے
لگائی تھی اک اک نے لو ماسوا سے — پڑے تھے بہت دور بندے خدا سے

یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا
یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

ترجمہ ۵ - اے رسول! لوگوں کو پکی باتیں سمجھا کر اور اچھی طرح نصیحت کر کے اپنے پروردگار کے راستہ کیطرف بلا - اور اس طریق سے ان سے بحث کر جو بہت ہی بہتر ہے -

یہ زبان کی ہی تاثیر تھی جس نے قزاقوں اور ڈاکہ مارنے والوں کے دلوں میں وہ اثر کیا کہ غوثیت اور قطبیت کے درجوں تک پہنچ گئے۔ الحاصل جب تک مسلمان (Man of word) تھے۔ ان کی عزت و وقعت مسلّم و برقرار تھی۔ جب کوئی شخص لفظ "مسلمان" سنتا تھا تو معاً اس لفظ کی تعظیم و تکریم اس کے دل میں سما جاتی تھی۔ مسلمان ہو کر بد دیانت دار نہ ہو۔ مسلمان ہو کر راستباز نہ ہو۔ مسلمان ہو کر کوئی بُرا کام کرے۔ اس قسم کی باتیں اگر ناممکنات میں سے یقین نہ کی جاتی تھیں تو بھی عجائبات سے تو ضرور شمار ہوتی تھیں۔ مگر افسوس ہے کہ جب سے ہمارے اکثر بھائیوں نے زبان کے عہد و پیمان کو چھوڑ دیا۔ اور اس قول و قرار کے روزہ کو جو خدا تعالیٰ اور بنی نوع انسان کے ساتھ تھا توڑ دیا تو جو صدمات اور حادثات ہم پر گذر رہے ہیں خدا کسی پر نہ گذارے اب تو Man of word کے اعزاز و اکرام کا سہرا جاپانیوں کے سر پر ہے یا اکثر انگریزوں کے۔ ہاں خدا کے ہاں کا ہے کی کمی اور کس بات کی دیر ہے کہ از سر نو وہی عزت اور وقعت مسلمانوں کو بھی عطا فرماوے چنانچہ ہم نے اپنی قوم کے معزز اور سربرآوردہ اخبار **وکیل امرتسر** کے کالموں میں **محمڈن اجوکیشنل کانفرنس** کا مجوزہ ریزولیوشن نمبر (۹) پڑھا ہے جس میں درج ہے۔ کہ ہندوستان کے ہر ایک قصبہ اور موضع میں قرآن مجید معہ ترجمہ پڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

یہ ایسی نیک تحریک ہے کہ اگر مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو سکتے ہیں تو تب ہی جبکہ دنیوی تعلیم کے ساتھ دین کے عقائد بھی مضبوط ہوں۔ ورنہ اگر کوئی ہزار جتن کرے لاکھوں دفعہ سر دھنے لاحاصل اور بے سود ہے۔ اگر کوئی آسمان کا تارا ہو جاوے مگر اسلام اور ایمان سے نابلد ہو تو ہمارے کس کام کا۔ غور کرو کہ جب روم و ایران و مصر کی عظیم الشان سلطنتوں کو مسلمانوں نے اپنے زیر سایہ کر لیا تھا۔ تو اُس وقت کس قدر انگریزی دان گریجوایٹ اُن میں موجود تھے۔ کس قدر نوپین اور بندوقیں وغیرہ اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ بجز اُن پتلے اور نازک تیروں کے جن کو مخالفین اسلام غرور کے عالم میں تکلوں سے نسبت دیتے تھے۔ کتنے مجاہدین اور شہداء ایماندار تھے جو کوٹ پتلون اور نکٹائیوں سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ بجز لنبے سے فرگلوں اور میلے

پاجاموں کے + مگر ہاں تاریخ صاف صاف بتاتی ہے کہ ایک چیز اُن کے اندر تھی (قرآن کی عملی تعلیم) جس پر اُنکا کامل یقین اور سچا ایمان تھا۔ وہ اپنی ذات کو اکیلا نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ یقین رکھتے تھے کہ خداوند ہمارے ساتھ ہے۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ یہی (ہماری پیاری) زبان ہے جو فردوس بریں کی سیر کراتی ہے مگر (ہماری بدنصیبی سے) اسی کا بگڑ جانا ہے کہ تخت زرین سے فرش زمیں پر گرا کر ہمارا گلا کٹواتی اور تختۂ مرگ دکھاتی ہے۔

اسی کے ٹھیک ٹھیک چلنے سے صفائی قلب اور اسی کے ملنے سے دلی کدورتین ظاہر ہوتی ہیں۔ اور کیا ہی سچ کہا ہے کہنے والے نے غش القلوب یظہر فی فلتات الالسن

ع صدجاں فدائے آنکہ زبان و دلش یکیست

یہی باعث ہے کہ اولوالعزم رسولوں، پاک نفسوں اور خدا رسیدوں نے زبان کو قابو میں رکھنے کے لئے خدا سے دعائیں مانگی ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم سلام علیہ کی مقدس ادعیہ میں سے ایک یہ دعا بھی ہے۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ (اے میرے پروردگار) میرے بعد آنیوالی نسلوں میں مجھے ہمہ تن زبان راستی بناوے

جس کی قبولیت یا اجابت کا مندرجہ حاشیہ آیت سے پتا ملتا ہے

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ اور ہم نے دیا اُن کو اپنی رحمت میں سے اور ہم نے کیا ان کیلئے سچا بول بالا۔

مگر آج کل کے زمانہ میں ایک عجیب و غریب علم کلام پنجاب کے ملک میں جاری ہوا ہے جو اخبار بازی۔ اشتہار بازی اور رسالہ بازی کے رنگ میں برتا جاتا ہے۔ یعنی مطلب نکالنے اور اپنی ورع و تقدس جتانے کیلئے پیغمبروں ولیوں اور سلف صالحین کی شان میں بدتہذیب الفاظ کا لکھنا۔ دین کے بزرگوں۔ حضرات مقدس مولوی صاحبوں۔ سجادہ نشینوں پر نہایت بیباکی سے سب و شتم کرنا اور طرح طرح سے کوسنا ہی

+ ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ گریجویٹ ہونا یا کوٹ پتلون و نکٹائی پہننا معیوب ہے۔ حاشا اللہ مگر کیا اچھا ہو کہ ان ظاہری آرائشوں کے ساتھ باطنی جوش بھی موجود ہو اور خدا کی عنایت سے ایسا جوش پیدا

دم مسیحائی گنا جاتا ہے (ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ) غیر مذاہب کے پیشواؤں کے حق میں جن کو نہایت نرمی۔ شیریں زبانی اور مؤدّب الفاظ سے خطاب کرنا چاہئے (کیونکہ قرآن مجید ہمیں خلق عظیم اور لینت[1،2،3] کا سبق دیتا ہے) پرلے درجہ کی گندہ مغزی اور دریدہ دہنی سے کام لیا گیا ہے۔

اگر کوئی شامت کا مارا نہایت ادب کے ساتھ اُن بزرگوں سے سوال کرے کہ کیا ایسا عمل شیوۂ اسلام سے بعید نہیں ہے۔ تو صاف جواب دیتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن مجید میں بھی گالیاں موجود ہیں۔ افسوس صد افسوس ایسے لوگوں کے حال پر۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔

سخت ہے یہ بات جو اُن کے موہوں سے نکلتی ہے نہیں کہتے وہ مگر جھوٹ۔

حالانکہ قرآن مجید نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے۔ اس میں موجود ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(سورۂ انعام آیت ۱۰۸)

اور مت گالی دو ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں (اور کسی کو) اللہ کے سوا۔ پھر وہ اللہ کو گالی دینگے بے سمجھے۔ اسی طرح ہم نے اچھا کر دکھایا ہے ہر گروہ کیلئے ان کے عمل کو پھر ان کے پروردگار کے پاس ان کو جانا ہے۔

ہزار افسوس کہ ان لوگوں نے خدا کے مقدس کلام کی وہ قدر نہ کی جس قدر کے وہ قابل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کئی صدیوں بعد اس زمانہ میں آپ ہی کی اولاد سے ایک فرد کامل قدرتاً قوی دماغ اور فطرۃً دردمند دل لیکر ہندوستان میں آیا جس نے دل سے دماغ سے۔ قلم سے زبان سے۔ اور اپنے مال و دولت کو قوم پر تصدق

---

(۱) وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ترجمہ (اور اے پیغمبر) تو کامل درجہ کا خوش خلق ہے۔

(۲) فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا ،، (حضرت موسیٰ اور ہارون سلام علیہما کو ارشاد ربی ہوتا ہے) پس اُس (فرعون) کو تم دونوں نے نرم باتوں سے سمجھانا

(۳) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ،، (اے پیغمبر) پھر خدا کی ہی رحمت ہے کہ تو اُن کے لئے نرم (مزاج) ہوا ،، اگر تو تندخو اور سخت دل ہوتا تو تیرے ارد گرد سے ،، بھاگ جاتے۔

کر دینے سے مسلمانوں کی قوم کو جگایا اِس پر قوم کے اکثر افراد نے اُس کو کافر۔ ملحد۔ زندیق اور
مرتد وغیرہ کے خطاب دیئے۔ حرمین شریفین سے لکھے ہوئے کفر کے فتوے اُس
کے لئے لائے گئے۔ اس کو بُرا بھلا کہنے اور گالیاں دینے کیلئے سینکڑوں رسالے
اخباریں۔ اشتہارات شایع کئے گئے۔ حضرات واعظین نے اس کو سب وشتم
کرنا ہی اپنی روزی کا وسیلہ گردان لیا۔ اور سب سے بڑھکر ایک پنجابی اخبار
کے مالک و ایڈیٹر نے جس کا اس مقام پر نام لکھنا بھی خلاف تھذیب ہے وہ وہ
کچھ بے نقط سنائیں کہ دُنیا توبہ توبہ پکار اُٹھی مگر اس مصلح قوم **سر سید**
مرحوم ومغفور نے جب کہا تو صرف اتنا ہی کہا کہ ہمارے رفیق
کو لکھنے دو اور میرا تو یہ حال ہے۔ بیت

آنچہ گوئی کہتری من کہترم   وانچہ گوئی بدتری من بدترم

اُس نے دُنیا پر ہزاروں احسان کرنے کے علاوہ اس بات کا عملی نمونہ بن کر دکھایا
کہ **تھذیبِ لسانی** ایسی ہوا کرتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ کم ہی ایسے
لوگ نکلے جنہوں نے اس نعمت غیر مترقبہ سے فایدہ حاصل کیا۔ اور اس سے بھی
بڑھ کر یہ ہمارے اکثر بھائی بدنصیب ہیں۔ کہ فی زمانہ نا ایک صداقت اور امانت کا
بے مثل نمونہ **اسلام کا فخر** ہندوستان بھر کا مجتہد اعلیٰ درجہ کا شیریں زبان
اور پرلے درجہ کا فصیح و بلیغ شخص ہمارے ملک میں موجود ہے اور وہ اس کے
شیریں مقال سے کچھ بھی حصہ نہیں لیتے۔ یہ بھی ایک دوسرا سید آل پاک رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم ہے یعنی **نواب محسن الملک سید مہدی علیخان بالقابہ**۔
حیف ہے کہ آج کل کے زمانہ کے اکثر مسلمانوں نے خناس کے وسوسہ میں پڑکر
قرآن مجید کے احکام کو پس پشت پھینک دیا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ
مخالفین کی بدزبانی اور گندہ دہانی کا نہایت لطف وکرم اور شیریں زبانی سے
جواب دیتے اُلٹا سخت کلامی سے کام لیا حالانکہ قران مجید میں صاف ہدایت
ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لِعِبَادِی یَقُولُوا الَّتِی ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ اِنَّ الشَّیْطَانَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ○

(اے پاک رسول) میرے بندوں کو کہدے کہ وہی بات کہیں جو بہتر ہو۔ بے شک شیطان چھیڑ چھاڑ کرا دیتا ہے آپس ہیں۔ بیشک شیطان انسان کا صریح دشمن ہے

ایک پاک نفس بزرگ کا مقولہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے مگر افسوس ہے۔ کہ ہمارے پاس وہ سامان نہیں۔ اس لئے صرف موٹے قلم سے لکھا جاتا ہے۔

انسان کی زبان ایک خونخوار اژدہا ہے جس کا سوراخ گلا ہے

ہم نے ایک پاکیزہ کتاب ہیں پڑھا تھا کہ علی الصباح انسان کے جسم کے تمام اعضا عجز و الحاح کے ساتھ زبان کے سامنے یوں عرض کرتے ہیں کہ

"اے ظالم انصاف کر ہم سب تیری بھلائی اور برائی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر تو سیدھی راہ پر رہے گی تو ہم نجات پائیں گے ورنہ تیرے اعمال ہمیں بھی تیرے ساتھ ہی لے ڈوبیں گے"۔

ایک اور نصیحت بھی ملتی ہے جو مذکورۃ الصدر مقولوں سے بھی بدرجہا فایق ہے

اِحْفَظْ لِسَانَکَ اَیُّھَا الْاِنْسَانُ لَا یَلْدَغَنَّکَ اِنَّہٗ ثُعْبَانٌ

اے انسان اپنی زبان کو قابو رکھ تاکہ تجھے کاٹ نہ کھائے اس لئے کہ یہ ایک ہولناک سانپ ہے۔

پس ناسپاس ہیں وہ لوگ جو اس کے ذریعہ سے سب و شتم کرتے ہیں اور ناحق شناس ہیں وہ لوگ جو اس کے وسیلہ سے بنی نوع انسان پر ستم کرتے ہیں۔ نہ ہو وہ زبان جو خدا کی یاد سے بیزار ہو۔ اور جل جائے وہ لسان جو اُسکے رستہ میں ناہنجار ہو۔ سعدی

زبان بریدہ بکنجے نشستہ صم و بکم
بہ از کسے کہ نباشد زبانش اندر حکم

اگر سچ پوچھو تو ناشکر گزار آدمی سے تو حق شناس حیوان ہی بہتر ہیں جو کم از کم کذب
عیب گیری - سخن چینی - غیبت - بدگوئی وغیرہ سے تو بری ہیں - عربی کی ایک مشہور مثل ہے
لسان اخرس خیر من لسانِ ناطق } گونگی زبان جھوٹ بولنے والی زبان
فی الکذب - } سے بہتر ہے -

ہمارے اکثر ملکی بھائیوں کے بچے جو قوتِ گویائی کے وقت اپنی گونگی اور طوطلی زبان سے
الفاظ نکالنے لگتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اُن کو پاک الفاظ سکھائیں اُلٹا ناپاک الفاظ
اور گالی کی مشق کراتے ہیں جنہیں بچے ایسے مشتاق ہو جاتے ہیں کہ بڑی عمر میں اپنے والدین پر
ہی اُسکا احسان ادا کرتے ہیں - اور یہ تو ایک بنی بنائی بات ہے کہ جسقدر گالیاں ایک
مسلمان بچے کو یاد ہوتی ہیں وہ کسی اور بچے کو نہیں پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسی وقت
سے بچوں کو طرزِ گفتگو صدق مقال لہجہ کی درستی کا سبق دیں اور خدا کا پاک نام انکی زبان سے
جاری کرائیں - اگر اوایل میں زبان کی خبر نہ لیجائے اور کچھ زمانہ اپنی سستی اور کاہلی سے اسکو
آزاد چھوڑ دیا جاوے تو اسکا بعینہ وہی حال ہو جاتا ہے جیسا کسی پھاٹک کے کہنہ کواڑوں کا -
سینکڑوں دفعہ روکو - ہزاروں دفعہ اٹکاؤ مگر دروازہ بند نہو گا اور وہ ہٹ آوینگے -:-
ہمارا دل چاہتا ہے کہ کوئی خلاف تہذیب کلمہ اس سے نہ نکلے - ہم کسی کی آزردگی کا باعث
نہوں - مگر یہ ایسی سرکش اور کھو چلی ہو چلی ہے کہ بیسیوں جتن کریں خود بخود چل جاتی ہے -
الٰہی ! ہم تو اس زبان کے ہاتھ سے مر چلے ہیں - تو ہی ہماری مدد کر اگر تیرا فضل اپنی
فیاضی ہم پر نہ برتے گا تو ہمارا یہ مارِ آستین اور گھر کا دشمن ہمکو دوزخ کا ایندھن بنائے
بنا نہ چھوڑے گا ؎ گر خطا گفتیم اصلاحش بکن - مصلحی تو اے تو سلطانِ سخن
مبارک ہیں وہ جو راست بازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ آسایش اُنہیں کیلئے ہے -
مبارک ہیں وہ جو اِس چھوٹی سی چیز (زبان) سے شائستہ الفاظ نکالتے ہیں اور کلمات خبیثہ
سے اس کو آلودہ نہیں کرتے -
مبارک ہیں وہ جو اس زبان سے حلال اور طیّب اشیاء کا ذائقہ لیتے ہیں اور محرمات شرعیہ
سے اسے آغشتہ اور آلودہ نہیں کرتے -
مبارک ہیں وہ جو اس سنہری چیز سے خدا کا حمد گاتے ہیں اور بڑبڑ بکواس اور بیہودہ

ہیچخ وپکار سے اِسکو روکتے ہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔

اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ

مبارک ہیں وہ جو علی الصبح خواب سے بیدار ہو کر غسل یا وضو کے بعد اس عطیہ الٰہی کو حرکت میں لاکر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں جس سے خود بھی تذکرہ حاصل کرتے ہیں اور کافہ الناس کو بھی خدا کے کلام سے ہدایت کرتے ہیں کیونکہ خدا کی کتاب میں ہے

وامر بالمعروف وانہی عن المنکر ۵

مبارک ہیں وہ کہ جب جاہل اور سفیہ لوگ اُن کو ستاتے ہیں تو لفظ سلام کہہ کر خاموشی اور متانت سے پہلو بچا جاتے ہیں اور انہیں کے شان میں ہے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا خَاطَبَہُمُ الْجَاھِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا

مبارک ہیں وہ کہ قومی ہمدردی کے جوش میں اِس زبان سے سوال کر کر قومی بھیک مانگتے ہیں اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا انہیں خوف نہیں ہے پس عقلمندوں کا کام ہے کہ جو کام اس خداداد عطیہ (زبان) سے آج بننا ہے آج ہی شروع کردیں اور کل کا ادوہار نہ کریں۔ کل کس نے دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں آخر پر ہم خیام نیک فرجام کے برگزیدہ کلام کی چند رباعیات پر اِن ناقص سطور کو ختم کرتے ہیں ۔

رُباعیات

(۱)
اِمروز ترا دسترسِ فردا نیست | واندیشہ فردات بجز سودا نیست
ضائع مکن ایں دم ار دلت شیدا نیست | کیں باقی عمر را بہا پیدا نیست

(۲)
در خواب بُدم مرا خردمندے گفت | از خواب کسے را گلِ شادی نشگفت
کارے چہ کنی کہ با اجل باشد جفت | برخیز کہ زیر خاک مے باید خفت

(۳)
فریاد کہ عمر رفت بر بیہودہ | ہم لقمہ حرام وہم نفس آلودہ
فرمودۂ ناکردہ سیہ رویم کرد | فریاد ز کردہ ہائے نافرمودہ

(۵)
اے مردِ خرد حدیثِ فردا ہوس ست | در دہر زدن لاف سخنہا ہوس ست
امروز چنیں ہر کہ خردمند کس ست | داند کہ ہمہ جہان چنین یک نفس ست

راقم اثم امام الدین گورنمنٹ پنشنر [گجرات پنجاب] ۱۹ اردسمبر ۱۹۰۵ء

فتاۃ غسّان - ایک زبردست حیرتناک اور نہایت دل آویز تاریخی ناول ہے جسمیں اسلام کے حالات ابتدائے ظہور سے لیکر فتوح عراق اور شام تک بڑی خوش اسلوبی سے قصہ کے پیرایہ میں دکھائے گئے ہیں - علامہ جرجی زیدان اڈیٹر الہلال مصری نے اس قصہ کے بیان کرنے میں درجہ کمال زور قلم دکھایا ہے قابل مترجم نے بھی اِسے اُردو کا لباس پہنانے میں کمال ہی کر دیا ہے ترجمہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ اچھے سے اچھے زوردار اوریجنل ناول کا لطف آتا ہے قیمت عہ

تمدّن اسلام حصہ اول و دوم آغاز اسلام سے لیکر وسط اور اخیر زمانہ تک مسلمانوں نے جس قدر تمدنی ترقیاں کی ہیں اگر انکی سچی تصویر دیکھنی منظور ہے تو اس مبسوط تذکرہ کو منگا کر ضرور دیکھیئے - اسلامی سلطنت کی یوماً فیوماً ترقی کے ساتھ اس کے انتظام ملکی مالی اور فوجی کی تاریخ اور مسلمانوں اور اسلامی حکومت کے تمول اور شان و شوکت کے تفصیلی حالات جو صدہا تاریخی کتابوں میں بکھرے پڑے تھے بہت خوبی کیساتھ اک جا جمع کر دیئے ہیں مناسب موقعہ تصویریں بھی دیگئی ہیں قیمت فی حصہ عہ دونوں حصہ ۳؎ ر

بشارت فاطمہ ایک عدیم النظیر دلچسپ مذہبی ناول ہے جسمیں ایک عیسائی لیڈی کے مشرف باسلام ہونیکی تفصیلی کیفیت اس انداز سے بیان کی گئی ہے کہ ایکدفعہ شروع کر دیجیئے پھر ختم کیئے بدون کتاب ہاتھ سے چھوڑنے کو ہرگز جی نہ چاہیگا۔ مصنف نے واقعی کمال کیا ہے کہ مذہبی مناظرہ کو جو بظاہر ایک خشک مضمون تھا نہایت دلچسپ بنا دیا ہے قصہ اول سے آخر تک سارا واقعات پر مبنی ہے اور چونکہ قابل مصنف نے اسمیں اسلام کی ثبوت میں بڑے بڑے زبردست اور لاجواب کر دینے والے ثبوت عقلی دلایل اور خود عیسائیوں کی کتب مقدسہ سے دیئے ہیں لہذا یہ کہنا ذرا مبالغہ نہیں کہ بشارت فاطمہ کی تصنیف اسلام کی ایک قابل داد خدمت ہے جسکی محبان اسلام کو خاص قدر کرنی چاہیئے قیمت ۴؎ ر

تربیت اولاد اس کتاب میں تربیت اولاد کے سبجکٹ پر ہر پہلو سے حکیمانہ بحث کی گئی ہے اور بچوں کی جسمانی - اخلاقی اور روحانی - غور پرداخت کی ایسی سہل اور کارآمد ترکیبیں بتائی گئی ہیں کہ غالباً اور کسی کتاب میں نہ ہونگی عبارت سلیس و عام فہم ہے تاکہ خاص و عام اچھی طرح سمجھیں اور پورا پورا فایدہ اٹھا سکیں - ضخامت ۹۲ صفحے اور قیمت لاگت سے بھی کم یعنی ۴؎ ر اس لیئے رکھی گئی ہے کہ میر غریب

ہر ایک اسے خرید سکے اور ملک و قوم کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں والدین اور اُستادوں کو مصنف کے قیمتی خیالات و معلومات سے فائدہ اُٹھانے کا پورا موقعہ ملے۔ قیمت ۴ر

حقیت اسلام } اسمین لائق مصنف نے نہایت متانت اور خوبی سے یہ امر ثابت کیا ہے کہ اسلام انسان کا فطرتی مذہب ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ماننے اور یقین کرنیکے واسطے نہ کسی معجزہ اور خرق عادت کی ضرورت ہے اور نہ اسکے واسطے فلسفہ اور ہندسہ کا جاننا لازمی ہے بلکہ اسکا جاننا انسانی فطرت میں ودیعت ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا عقلی دلایل سے ثابت کیا ہے کہ مخالف مذہب والوں کو بھی سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں قیمت چار آنہ (۴ر)

مراۃ الاسلام } یعنی رونمائے کیفیت بہار و خزان اسلام۔ مولوی عبید اللہ صاحب بسمل نے فارسی نظم میں لکھا ہے گویا کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے مولانا حالی نے مد و جزر اسلام ایک بےنظیر مسدس لکھا ہے مگر۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت مراۃ الاسلام اسلام کے گذشتہ زمانہ کی روز افزوں ترقیوں کا آئینہ حیرت ہے اور موجودہ خزاں دیدہ بہار کا مرقعہ عبرت۔ تاریخ کی تاریخ ہے اور حیرت مجسم خیالات کا البم۔ قیمت ۴ر

عربی بول چال } حصہ اول میں ابتدائی سبقوں کے مفردات لکھ کر پھر اُن سے کثیر الاستعمال جملے مرتب کئے ہیں اور ہر جملے کے مقابل اسکا بامحاورہ اردو ترجمہ لکھا ہے بول چال کے علاوہ اسمین دو خصوصیتیں اور ہیں۔ ۱۔ مصر و شام کے علماء و تاجروں کے خطوط۔ ۲۔ بارہ سو لفظوں کے فرہنگ معہ ترجمہ اردو و انگریزی قیمت ۸ر

حصہ دوم مین ضرب الامثال۔ نوادر۔ مرادفات۔ اضداد۔ اسمائے مشتقہ۔ جملونکی ترکیب عربی عبارات کے مطالب عربی کے ذریعہ ادا کرنا مختلف عبارتوں کو بتغیر و تبدل لکھنے کا طریق معہ ترجمہ درج ہے اسکے علاوہ مین ذیل شامل ہیں ۱۔ مصر و شام کے اخباروں کے انتخاب۔ ۲۔ ایک ہزار الفاظ جدیدہ کی فرہنگ معہ ترجمہ اردو ... ... قیمت مجلد ۸ر

منیجر جبا وکیل امرتسر

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

حضرت خاتم الخلفاء سید الاولیاء جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح موعود میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم سے اُردو کی دونوں نظموں کو

فائدہ عام کے لیئے

خاکسار محمد یٰسین احمدی تاجر کتب قادیان دارالامان نے

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوایا

بماہ فروری سنہ ۱۹۱۴ء

قیمت ۱/

بار دوم ۔ تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

الحمد للہ۔ اس عاجز نے محض خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس نظم کو براہین احمدیہ حصہ پنجم سے پھر دوبارہ چھپوایا ہے پہلی دفعہ ۱۹۱۰ء میں جبکہ میرے بھائی مکرم محترم محمد یٰسین صاحب مرحوم زندہ تھے۔ اُن کے شوق کی وجہ سے اور مولانا مولوی عبد العزیز صاحب احمدی سہارنپوری کی تحریک پر صرف ایک ہی نظم یعنی

اے خدا اے کارساز وعیب پوش وکردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

چھپوائی تھی۔ اگرچہ بہت سے احباب نے پہلی دفعہ بھی اس کے چھپنے پر خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔ لیکن بعض دوستوں نے مثلاً حافظ محمد عبد المجید صاحب احمدی سوداگر منصوری نے فرمایا اگر صفحہ اول براہین احمدیہ حصہ پنجم والی نظم بھی اس کے ساتھ شامل کر دیجاتی تو عمدہ ہوتا کیونکہ وہ نظم بھی اپنے اندر معارف رکھتی ہے غرضیکہ اسی طرح اور احباب نے بھی خواہش ظاہر فرمائی۔ اگرچہ میرا ارادہ دوبارہ اس کے چھپوانے کا نہ تھا لیکن مَیں نے ۲ دو باتوں کو مدنظر رکھ کر چھپوایا ہے اور اب کی دفعہ پہلی نظم کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ وہ باتیں کیا ہیں۔ اول تو دوست اس رسالہ کو بغرض تبلیغ غیر احمدی صاحبان میں کثرت سے شائع کریں۔ اسمیں انکی رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ دویم۔ ہمارے احمدی احباب کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو بغرض تعلیم سبقاً سبقاً پڑھادیں۔ چنانچہ عاجز نے محض ان دو باتوں کو مدنظر رکھ کر اس کی لکھائی چھپائی وغیرہ میں اعلیٰ درجہ کا اہتمام کیا۔ اور اسی لئے قیمت میں زیادتی نہیں بلکہ وہی جو پیشتر رکھی گئی تھی۔ رکھی ہے

میں خدا تعالیٰ ہی کے حضور اپنی محنت کو پیش کر کے اس کے فضل کا اُمید وار ہوں

خاکسار محمد یمین احمدی۔ خادم انصار اللہ۔ قادیان دار الامان۔ ۱۵ فروری ۱۴ء

نظم اوّل

ہے شکرِ ربِّ عزّ وجل خارج از بیاں
جس کی کلام سے ہمیں اُس کا مِلا نشاں

وُہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وُہ ہزار آفتاب میں

اُس سے ہمارا پاک دل وسینہ ہو گیا
وُہ اپنے مُنہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا

اُس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بیکار ہو گیا

وُہ رہ جو ذاتِ عزّ وجل کو دکھاتی ہے
وُہ رہ جو دل کو پاک و مُطہّر بناتی ہے

وُہ رہ جو یارِ گم شدہ کو کھینچ لاتی ہے
وُہ رہ جو جامِ پاکِ یقیں کا پلاتی ہے

وُہ رہ جو اُس کے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وُہ رہ جو اُس کے پانے کی کامل سبیل ہے

اُس نے ہر ایک کو وُہی رستہ دکھا دیا — جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا
افسُردگی جو سینوں میں تھی دُور ہو گئی — ظلمت جو تھی دلوں میں وُہ سب نُور ہو گئی
جو دَور تھا خزاں کا وُہ بدلا بہار سے — چلنے لگی نسیم عنایاتِ یار سے
جاڑے کی رُت ظہور سے اُس کے پلٹ گئی — عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اٹ گئی
جتنے درخت زندہ تھے وُہ سب ہوے ہرے — پھل اِس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے
موجوں سے اُسکی پردے وساوس کے پھٹ گئے — جو کُفر اور فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے
قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے — بے اُس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
جو لوگ شک کی سردیوں سے تھرتھراتے ہیں — اُس آفتاب سے وُہ عجب دھوپ پاتے ہیں
دُنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر — سب قصہ گو ہیں نُور نہیں ایک ذرّہ بھر
پر یہ کلام نُورِ خدا کو دکھاتا ہے — اُس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے
جس دیں کا صِرف قِصّوں پہ سارا مدار ہے — وُہ دیں نہیں ہے ایک فسانہ گُذار ہے
سچ پوچھیئے تو قِصّوں کا کیا اعتبار ہے — قصّوں میں جھوٹ اور خطا بیشمار ہے
ہے دیں وہی کہ صرف وہ اک قصہ گو نہیں — زِندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہِ یقیں
ہے دیں وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں — خود اپنی قدرتوں سے دکھاوے کہ ہے کہاں
جو مُعجزات سُنتے ہو قِصّوں کے رنگ میں — اُن کو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں
جتنے ہیں فرقے سب کا یہی کاروبار ہے — قِصّوں میں معجزوں کا بیاں بار بار ہے
پر اپنے دیں کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشاں — گویا وُہ ربِّ ارض و سما اَب ہے ناتواں
گویا اب اُس میں طاقت و قدرت نہیں رہی — وُہ سلطنت وُہ زور وُہ شوکت نہیں رہی
یا یہ کہ اَب خدا میں وُہ رحمت نہیں رہی — نیّت بدل گئی ہے وُہ شفقت نہیں رہی
ایسا گمُاں خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے — ایسے گماں کی نوبت آخر ہلاک ہے
سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے — اب اُن میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سے گُذر گئے

پابند ایسے دینوں کے دُنیا پرست ہیں
مقصود اُن کا جینے سے دنیا کمانا ہے
تم دیکھتے ہو کیسے دلوں پر ہیں اُن کے زنگ
وُہ دیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہنما نہیں
پھر اُس سے سچّی راہ کی عظمت ہی کیا رہی
نُورِ خدا کی اُس میں علامت ہی کیا رہی
لوگو! سنو! کہ زندہ خدا وُہ خدا نہیں
مُردہ پرست ہیں وُہ جو قصّہ پرست ہیں
بن دیکھے دل کو دوستو پڑتی نہیں ہے کل
کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہ کہانیاں
ہر دم نشانِ تازہ کا محتاج ہے بشر
کیونکر ملے فسانوں سے وہ دلبرِ ازل
قِصّوں کا یہ اثر ہے کہ دل پر فساد ہے
دُنیا کی حرص و آز میں یہ دل ہیں مر گئے
اے سونے والو جاگو کہ وقتِ بہار ہے
کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
اُس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدّعا
اے حُبِّ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
دیکھو تو جا کے اُن کے مقابر کو اک نظر
اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اک دن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائیں گے

غافل ہیں ذوقِ یار سے دُنیا میں مست ہیں
مومن نہیں ہیں وہ کہ قدم فاسقانہ ہے
دُنیا ہی ہو گئی ہے غرض۔ دیں سے آئے ننگ
ایسا خُدا لہے اُس کا کہ گویا خدا نہیں
اور خاص وجہ صفوتِ ملّت ہی کیا رہی
توحیدِ خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی
جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں
پس اس لئے وُہ موردِ ذلّ و شکست ہیں
قِصّوں سے کیسے پاک ہو یہ نفسِ پُر خلل
پر دیکھو کیسے ہو گئے شیطاں سے ہم عناں
قِصّوں کے معجزات کا ہوتا ہے کب اثر
گر اک نشاں ہو ملتا ہے سب زندگی کا پھل
ایماں زباں پہ۔ سینہ میں حق سے عناد ہے
غفلت میں ساری عُمر بسر اپنی کر گئے
اب دیکھو آ کے در پہ ہمارے وُہ یار ہے
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جدا
جنّت بھی ہے یہی کہ ملے یارِ آشنا
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے
پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے

اے لوگو عیشِ دُنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے
کس نے بُلا لیا وُہ سبھی کیوں گذر گئے

وُہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے
خوش مست رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے

ڈھونڈو وُہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دُنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

ملتی نہیں عزیزو فقط قِصّوں سے یہ راہ
وُہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ

وہ لغو دیں ہے جس میں فقط قصّجات ہیں
اُن سے رہیں الگ جو سعید الصّفات ہیں

صد حیف اس زمانہ میں قِصّوں پہ ہے مدار
قِصّوں پہ سارا دیں کی سچائی کا انحصار

پر نقدِ معجزات کا کچھ بھی نشاں نہیں
پس یہ خدائے قصّہ خدائے جہاں نہیں

دُنیا کو ایسے قصّوں نے یکسر تبہ کیا
مشرک بنا کے کفر دیا روسیہ کیا

جس کو تلاش ہے کہ ملے اس کو کردگار
اُس کے لیئے حرام جو قِصّوں پہ ہو نثار

اُس کا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے خدا کا نور
تا ہووے شکّ و شبہ سبھی اُس کے دل سے دُور

تا اُس کے دل پہ نُورِ یقیں کا نزول ہو
تا وہ جنابِ عزّ و جل میں قبول ہو

قِصّوں سے پاک ہونا کبھی کیا مجال ہے
سچ جانو یہ طریق سراسر محال ہے

قِصّوں سے کب نجات ملے ہے گناہ سے
ممکن نہیں وصالِ خدا ایسی راہ سے

مُردہ سے کب امید کہ وہ زندہ کر سکے
اُس سے تو خود محال کہ رہ بھی گذر سکے

وُہ رہ جو ذاتِ عزّ و جل کو دکھاتی ہے
وُہ رہ جو دل کو پاک و مطہّر بناتی ہے

وُہ رہ جو یارِ گم شدہ کو ڈھونڈ لاتی ہے
وُہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے

وُہ تازہ قدرتیں جو خُدا پر دلیل ہیں
وُہ زندہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں

ظاہر ہے یہ کہ قِصّوں میں اُن کا اثر نہیں
افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں

اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی نشاں سے ہے
سچ ہے کہ سب ثبوتِ خدائی نشاں سے ہے

کوئی بتائے ہم کو کہ غیروں میں یہ کہاں
قِصّوں کی چاشنی میں حلاوت کا کیا نشاں

یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھائیے
ورنہ گزاف قصّوں پہ ہرگز نہ جائیے

جب سے کہ قصّے ہو گئے مقصود راہ میں
آگے قدم ہے قوم کا ہر دم گناہ میں

تم دیکھتے ہو قوم میں عفّت نہیں رہی
وہ صدق وہ صفا وہ طہارت نہیں رہی

مومن کے جو نشاں ہیں وہ حالت نہیں رہی
اُس یارِ بے نشاں کی محبّت نہیں رہی

اک سَیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے
سُنتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے

کیوں بڑھ گئے زمیں پہ بُرے کام اس قدر
کیوں ہو گئے عزیزو! یہ سب لوگ کور و کر

کیوں اب تمہارے دل میں وہ صدق و صفا نہیں
کیوں اس قدر ہے فسق کہ خوف و حیا نہیں

کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
کچھ اک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے

اِس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی
دُنیائے دُوں کی دل میں محبّت سما گئی

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

ہر دم کے خبث و فسق سے دلبر پڑے حجاب
آنکھوں سے اُن کی چھپ گیا ایماں کا آفتاب

جس کو خدائے عزّ و جل پر یقیں نہیں
اُس بد نصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں

پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
وہ اُس سے ملکے دل کو اُسی سے ملاتے ہیں

وہ اُس کے ہو گئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں
ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں

جس مے کو پی لیا ہے وہ اُس مے سے مست ہیں
سب دشمن اُن کے اُنکے مقابل میں پست ہیں

کچھ ایسے مست ہیں وہ رخِ خوب یار سے
ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے

اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
یہ اس لئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں

اُن کو خدا نے غیروں سے بخشی ہے امتیاز
اُن کے لئے نشاں کو دکھاتا ہے کارساز

جب دشمنوں کے ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں
جب بدشعار لوگ انھیں کچھ ستاتے ہیں

جب اُن کے مارنے کے لئے چال چلتے ہیں
جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں

تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے
غیروں پہ اپنا رعب نشاں سے جماتا ہے

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے — مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے

اُس ذاتِ پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے — آخر وہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے

جن کو نشانِ حضرتِ باری ہوا نصیب — وہ اُس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب

کھنچ گئے کچھ ایسے کہ دُنیا سے سو گئے — کچھ ایسا نور دیکھا کہ اُس کے ہی ہو گئے

بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے — اِس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اُس کی چاہ سے

تصویرِ شیر سے نہ ڈرے کوئی گوسپند — نے مارِ مُردہ سے ہے کچھ اندیشۂ گزند

پھر وہ خدا جو مردہ کی مانند ہے پڑا — پس کیا امید ایسے سے اور خوف اُس سے کیا

ایسے خدا کے خوف سے دل کیسے پاک ہو — سینہ میں اُس کے عشق سے کیونکر تپاک ہو

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل — کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی — حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

جب تک خدائے زندہ کی تم کو خبر نہیں — بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں

سَو روگ کی دوا یہی وصلِ الٰہی ہے — اِس قید میں ہر ایک گنہ سے رہائی ہے

پر جس خدا کے ہونے کا کچھ بھی نہیں نشاں — کیونکر نثار ایسے پہ ہو جائے کوئی جاں

ہر چیز میں خدا کی ضیا کا ظہور ہے — پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دُور ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا — اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں — جب مر گئے تو اُس کی طرف کھنچے جاتے ہیں

یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے — دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے

ناپاک زندگی ہے جو دُوری میں کٹ گئی — دیوارِ زہدِ خشک کی آخر کو پھٹ گئی

زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں — مقبول بن کے اُس کے عزیز و حبیب ہیں

وہ دور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں — ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و غرور ہیں

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو — کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

اِس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کے لیئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو

لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزّت کو چھوڑ دو

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکۂ عرش کا نزول

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لیئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اِس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

شوخی و کبر دیوِ لعین کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے

اے کرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غیور کو

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اِسی سے دخل ہو دارالوصال میں

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

تقویٰ کی جڑ خدا کے لیئے خاکساری ہے
عفّت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقوے کی راہ سے وہ بہت دُور جاتے ہیں

بے احتیاط اُن کی زبان وار کرتی ہے
اک دم میں اُس علیم کو بیزار کرتی ہے

اک بات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں
پھر شوخیوں کا بیج ہر اک وقت بوتے ہیں

کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن
اُٹھتے نہیں ہیں ہم نے تو سو سو کیئے جتن

سب عضو سُست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی
قوّت تمام نوکِ زباں میں ہی آ گئی

یا بدزباں دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بدگماں
باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں

تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگماں سے
ڈرتے رہو عقابِ خدائے جہاں سے

شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بد نما

شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو
شاید وہ آزمایش ربِّ غفور ہو

پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
خود سر پہ اپنے لیلیا خشمِ خدائے پاک

گر ایسے تم دلبریوں میں بے حیا ہوئے
پھر اتّقا کے سوچو کہ معنے ہی کیا ہوئے

موسیٰ بھی بدگمانی سے شرمندہ ہوگیا
قرآں میں خضر نے جو کیا تھا پڑھو ذرا

بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صدہزار
تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مرگئے
یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطر گئے

بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جاگرا

پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
ڈرتے رہو عقوبتِ ربّ العباد سے

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائیگا

وہ اک زباں ہے عضوِ نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیثِ سیّدنا سیّد الورٰی

پر وہ جو مجھ کو کاذب و مکّار کہتے ہیں
اور مفتری و کافر و بدکار کہتے ہیں

اُن کے لئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں
یعنے وہ فضل اس کے جو مجھ پر ہیں ہر زماں

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا
گمنام پاکے شہرۂ عالم بنا دیا

جو کچھ مری مُراد تھی سب کچھ دکھا دیا
میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی
جو اُس نے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی

ایسے بدوں سے اُس کے ہوں ایسے معاملات
کیا یہ نہیں کرامت و عادت سے بڑھ کے بات

جو مفتری ہے اس سے یہ کیوں اتحاد ہے
کس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے

مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے رنگ میں
آخر ذلیل ہوگئے انجامِ جنگ میں

اِن کینوں میں کسی کو بھی ارماں نہیں رہا
سب کی مُراد تھی کہ میں دیکھوں رہِ فنا

تھے چاہتے کہ مجھ کو دکھائیں عدم کی راہ
یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ

یا کم سے کم یہ ہو کہ میں زنداں میں جا پڑوں
یا یہ کہ ذلّتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں

یا مخبری سے اُن کی کوئی اور ہی بلا
آجائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دعا

پس ایسے ہی ارادوں سے کر کے مقدمات
چاہا گیا کہ دن مرا ہو جائے مجھ پہ رات

کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی
پھر اتفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی

مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے

آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
جو عالم القلوب و علیم و خبیر ہے

اترا مری مدد کے لیئے کر کے عہد یاد
پس رہ گئے وہ سارے سیہ روی و نامراد

کچھ ایسا فضل حضرتِ ربّ الوریٰ ہُوا
سب دشمنوں کے دیکھ کے اوساں ہوئے خطا

اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دیا

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہُنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہُوا
اک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہُوا

پر پھر بھی جن کی آنکھ تعصب سے بند ہے
اُن کی نظر میں حال مرا ناپسند ہے

میں مفتری ہوں اُن کی نگاہ و خیال میں
دُنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اُس کی جناب میں

توریت میں بھی نیز کلامِ مجید میں
لکھا گیا ہے رنگِ وعیدِ شدید میں

کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
ہوگا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا

پھر یہ عجیب غفلتِ ربِّ قدیر ہے
دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شریر ہے

پچیس ۲۵ سال سے ہے وہ مشغولِ افترا
ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہے رہا

ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے ایک بات
کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات

پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا
گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا

پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیانِ دیں
ایسے کے قتل کرنے کو فاعل ہوں یا معیں

کرتا نہیں ہے اُن کی مدد وقتِ انتظام
تا مفتری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام

اپنا تو اُس کا وعدہ رہا سارا طاق پر
اوروں کی سعی و جہد پہ بھی کچھ نہیں نظر

کیا وہ خدا نہیں ہے جو فرقاں کا ہے خدا
آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مفتری
جب دشمن اسکو پیچ میں کوشش سے لاتے ہیں
اک اتفاق کرکے وہ باتیں بناتے ہیں
پھر بھی وہ نامراد مقاصد میں رہتے ہیں
ذلت ہیں چاہتے۔ یہاں اکرام ہوتا ہے
اے قوم کے سرآمدہ۔ اے حامیانِ دیں
تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتقا
ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد
جب آپ لوگ اُس سے ملے تھے بدیں خیال
پر وہ خدا جو عاجز و مسکیں کا ہے خدا
تم نے تو مجھ کو قتل کرانے کی ٹھانی تھی
تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے
جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی یہ ملی سزا
ڈگلس پہ سارا حال بریت کا کھُل گیا
الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت تھا یہ کام
جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف
دیکھو یہ شخص اب تو سزا اپنی پائے گا
اتنی شہادتیں کہ اب کھُل گیا قصور
بعضوں کو بددعائیں بھی تھا ایک انہماک
القصہ جہد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا

پھر کیوں وہ مفتری سے کرے اِس قدر وفا
کرتا ہے ہر مقام میں اُس کو خدا بری
کوشش بھی اس قدر کہ وہ بس مر ہی جاتے ہیں
سو جھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں
جاتا ہے بے اثر وہ جو سو بار کہتے ہیں
کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے
سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں
پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا
جب مجھ پہ کی تھی تہمتِ خوں از رہِ فساد
تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال
حاکم کے دل کو میری طرف اُس نے کر دیا
یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی
تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے
آخر مری مدد کے لئے خود اُٹھا خدا
عزت کے ساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا
تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اتہام
اک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف
اب بن سزائے سخت بیزیچ کر نہ جائے گا
اب قید یا صلیب ہے، اک بات ہے ضرور
اتنی دعا کہ گھس گئی سجدے میں انکی ناک
اِک سُو تھا مکر ایک طرف سجدہ و دُعا

آخر خدا نے دی مجھے اُس آگ سے نجات
دشمن تھے جتنے اُنکی طرف کی نہ التفات

کیسا یہ فضل اُس سے نمودار ہو گیا
اک مفتری کا وہ بھی مددگار ہو گیا

اُس کا تو فرض تھا کہ وہ وعدہ کو کرکے یاد
خود مارتا وہ گردنِ کذّاب بد نہاد

پر اُس سے رہ گیا تھا کہ وہ خود دکھائے ہاتھ
اتنا تو سہل تھا کہ تمہارا بٹائے ہاتھ

یہ بات کیا ہوئی کہ وہ تم سے الگ رہا
کچھ بھی مدد نہ کی نہ سُنی کوئی بھی دُعا

جو مفتری تھا اُس کو تو آزاد کر دیا
سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا

سب جد و جہد و سعی اکارت چلی گئی
کوشش تھی جس قدر وہ بغارت چلی گئی

کیا "راستی کی فتح" نہیں وعدۂ خدا
دیکھو تو کھول کر سخنِ پاکِ کبریا

پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت پلٹ گئی
یا خود تمہاری چادرِ تقویٰ ہی پھٹ گئی

کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تم ہی یار ہو
پھر میرے فائدہ کا ہی سب کاروبار ہو

پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
پاتا ہوں ہر قدم میں خدا کے تفضلات

دیکھو وہ بھیں کا شخص کرم دیں ہے جسکا نام
لڑنے میں جس نے نیند بھی اپنے پہ کی حرام

جس کی مدد کے واسطے لوگوں میں جوش تھا
جس کا ہر ایک دشمنِ حق عیب پوش تھا

جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی
جس کی مدد کے واسطے آئے تھے مولوی

اُنمیں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
اپنا بیان لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے

ہشیاری مستغیث بھی اپنی دکھاتا تھا
سو سو خلافِ واقعہ باتیں بناتا تھا

پر اپنے بد عمل کی سزا کو وہ پا گیا
ساتھ اُس کے یہ کہ نام بھی کاذب رکھا گیا

کذّاب نام اُس کا دفاتر میں رہ گیا
چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا بہ گیا

اے ہوش و عقل والو یہ عبرت کا ہے مقام
چالاکیاں تو ہیچ ہیں تقویٰ سے ہو دیں کام

جو متقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذابِ سعیر ہے

جڑھ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتّقا
جس کی یہ جڑھ رہی ہے عمل اُس کا سب رہا

مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
کوئی بھی مفتری ہمیں دنیا میں اب دکھا
اِس بدعمل کی قتل سزا ہے نہ یہ کہ بیت
کیا تھا یہی معاملہ پاداشِ افترا
کیوں ایک مفتری کا وہ ایسا ہے آشنا
آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار
تم بدبنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے
تاہم وہ دوسرے بھی نشاں ہیں ہمارے پاس
جس دل میں رچ گیا ہے محبت سے اُس کا نام
کیا کیا نہ ہمنے نام رکھائے زمانہ سے
اُن کے گماں میں ہم بد و بدحال ہو گئے
ہم مفتری بھی بن گئے اُن کی نگاہ میں
پر ایسے کفر پر تو فدا ہے ہماری جاں
لعنت ہے ایسے دیں پہ کہ اِس کفر سے ہے کم
ہوتا ہے کردگار اسی رہ سے دستگیر
دحی خدا اِسی رہ فرخ سے پاتے ہیں

ایسا ہی پاؤ گے سخنِ کردگار میں
جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا
پس کس طرح خدا کو پسند آگئی یہ رِیت
کیا مفتری کے بارے میں وعدہ یہی ہُوا
یا بے خبر ہے عیب سے دھوکے میں آگیا
بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار
یہ بھی تو ہیں نشاں جو نمودار ہو گئے
لکھتے ہیں اب خدا کی عنایت سے بے ہراس
وہ خود نشاں ہے نیز نشاں سارے اس کے کام
مردود سے نیز فرقۂ ناداں زمانہ سے
اُن کی نظر میں کافر و دجّال ہو گئے
بے دیں ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں
جس سے ملے خدائے جہان و جہانیاں
سو شکر ہے کہ ہو گئے غالب کے یار ہم
کیا جانے قدر اِس کا جو قصوں میں ہے اسیر
دلبر کا بانکپن بھی اِسی سے دکھاتے ہیں

اے مدّعی نہیں ہے ترے ساتھ کردگار
یہ کفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار

نظم دوم

ے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

یرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

رم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمتگذار

وستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار

ے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ
بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار

یں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

ے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

بتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیرخوار

سل انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

ب کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

س قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

سماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کے لئے
تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

گئے بیکار سب حیلے جب آئی وہ بلا
ساری تدبیروں کا خاکہ اُڑ گیا مثلِ غبار

سرزمینِ ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی
جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

پھر دوبارہ ہے اُتارا تو نے آدم کو یہاں
تا وہ نخلِ راستی اس ملک میں لاوے ثمار

لوگ سو بک بک کریں پَر تیرے مقصد اور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خُسران و نفع و عُسر و یُسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بینوا یا بختیار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار

میں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشاں
جس کو تو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

عزّت و ذلّت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

میرے جیسے کو جہاں میں تو نے روشن کر دیا
کون جانے اے مرے مالک ترے بھیدوں کی سار

تیرے اے میرے مُربّی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

اس میں میرا جرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
کون ہوں تا رد کروں حکمِ شہِ ذی الاقتدار

اب تو جو فرماں ملا اُس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتوان و دلفگار

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمتِ آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے روز و شب
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار

قبضۂ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آ جائیں پھر بے اختیار

گر کرے معجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دلِ سنگیں جو ہووے مثلِ سنگِ کوہسار

ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
زلزلوں سے ہو گئے صدہا مساکن مثلِ غار

شرطِ تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار

کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے
کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار

دل میں جو ارماں تھے وہ دل میں ہمارے رہ گئے
ایسے کچھ بگڑے کہ اب بننا نظر آتا نہیں
کس کے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
کیا کروں کیوں کر کروں میں اپنی جاں زیر و زبر
اس قدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم و حیا
صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطعِ نظر
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
کیا سُلائیگا مجھے تو خاک میں قبل از مُراد
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
ایک عالم مرگیا ہے تیرے پانی کے بغیر
اب نہیں ہیں ہوش اپنے اِن مصائب میں بجا
کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا

دشمنِ جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار
اُن کو ہے ملنے سے نفرت بات سُننا در کنار
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار
دیکھنے سے جن کے شیطاں بھی ہوا ہے دلفگار
دیکھ کر سو سو نشاں پھر بھی ہے توہیں کاروبار
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار
اے مرے سُورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مُہار
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اِس طوفاں سے پار
تا نہ خوش ہو دشمنِ دیں جس پہ ہے لعنت کی مار
میری فریادوں کو سُن میں ہوگیا زار و نزار
مجھ کو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار
یہ تو تیرے پر نہیں امیّد اے میرے حصار
اِس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سُن لے پکار
چھا رہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار
پھیر دے اب میرے مولیٰ اِسطرف دریا کی دھار
رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہو دیں رُستگار
بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنار
آگیا اِس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

نورِ دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی
اپنی کجراتی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار

جس کو ہم نے قطرۂ صافی تھا سمجھا اور تقی
غور سے دیکھا تو کیڑے اسمیں بھی پائے ہزار

دُور بینِ معرفت سے گند نکلا ہر طرف
اِس وبا نے کھا لیے ہر شاخِ ایماں کے ثمار

اے خدا ابن تیرے ہو یہ آب پاشی کس طرح
جل گیا ہے باغِ تقویٰ دیں کی ہے اب اشکبار

تیرے ہاتھوں سے مرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار

اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں
اک نظر کر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار

کیا کہوں دُنیا کے لوگوں کی کہ کیسے سو گئے
کس قدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار

عقل پر پردے پڑے سو سو نشاں کو دیکھ کر
نُور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہو دیں اہلِ نار

گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فنا
اس کا ہووے ستیاناس اِس سے بگڑے ہوشیار

بدگمانی سے تو رائی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ
پر کے اک ریشہ سے ہو جاتی ہے کوّوں کی قطار

حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو! کچھ کرو خوفِ خدا
کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار

کیا خدا نے اتقیا کی عون و نصرت چھوڑ دی
ایک فاسق اور کافر سے وہ کیوں کرتا ہے پیار

ایک بدکردار کی تائید میں اِتنے نشاں
کیوں دکھاتا ہے وہ کیا ہے بدکنوں کا رشتہ دار

کیا بدلتا ہے وہ اب اس سُنّت و قانون کو
جس کا تھا پابند وہ از ابتدائے روزگار

آنکھ گر پھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا
کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میرے رازدار

جس کے دعوے کی سراسر افترا پر ہے بنا
اُس کی یہ تائید ہو پھر جھوٹ سچ میں کیا نکھار

کیا خدا بھولا رہا تم کو حقیقت مل گئی
کیا رہا وہ بے خبر اور تم نے دیکھا حالِ زار

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار

جہل کی تاریکیاں اور سوءِ ظن کی تند باد
جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اُڑے جیسے غبار

زہر کے پینے سے کیا انجام جز موت و فنا
بدگمانی زہر ہے اس سے بچو اے دیں شعار

کانٹے اپنی راہ میں بوتے ہیں ایسے بدگماں
جن کی عادت میں نہیں شرم و شکیب و اصطبار

یہ غلط کاری بشر کی بدنصیبی کی ہے جڑھ
پر مقدّر کو بدل دینا ہے کس کے اختیار

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بغض کی پروا نہیں
دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے ہم کو سہار

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

ہے سرِ رہ پر مرے وُہ خود کھڑا مولیٰ کریم
پس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شریرانِ دیار

سُنّت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو دکھلائے ہے
تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہے مُردار خوار

مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے اک میرا معیں
تیغ کو کھینچے ہوئے اُس پر جو کرتا ہے وہ وار

دشمن غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار

اس جہاں کا کیا کوئی داور نہیں اور دادگر
پھر شریر النفس ظالم کو کہاں جائے فرار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لیئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گُلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزّ و وقار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

اسمعوا صوت السما جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

اے مکذّب کوئی اس تکذیب کا ہے انتہا
کب تلک تو خوئے شیطاں کو کریگا اختیار

ملت احمدؐ کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا
آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار

گلشن احمدؐ بنا ہے مسکن بادِ صبا
جس کی تحریکوں سے سُنتا ہے بشر گفتارِ یار

ورنہ وہ ملت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا
سایہ افگن جس پہ نورِ حق نہیں خورشید وار

دیکھ کر لوگوں کے کینے دل مرا خوں ہو گیا
قصد کرتے ہیں کہ ہو پامال دُرِّ شاہوار

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
وہ بُلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار

نُورِ دل جاتا رہا اک رسم دیں کی رہ گئی
پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلحِ دیں کیا بکار

راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں
وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں برخلافِ شہریار

ہائے مار آستیں وہ بن گئے دیں کے لیئے
وہ تو فربہ ہو گئے پر دیں ہُوا زار و نزار

ان غموں سے دوستو خم ہو گئی میری کمر
میں تو مر جاتا اگر ہوتا نہ فضلِ کردگار

اس تپش کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہے تپش
اس الم کو میرے وہ سمجھے کہ ہے وہ دلفگار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

مفتری کہتے ہوئے اون کو حیا آتی نہیں
کیسے عالم ہیں کہ اُس عالم سے ہیں یہ برکنار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اُس کے ہوئے ہم جاں نثار

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہُوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نامِ احمدؐ جس پہ میرا سب مدار

دشمنو ہا ہم اُس کی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

کیا کروں تعریف حُسنِ یار کی اور کیا لکھوں
اک ادا سے ہو گیا میں سیلِ نفسِ دوں سے پار

اس قدر عرفاں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا
آنکھ میں اُس کی کہ ہے وہ دُور تر از صحنِ یار

اُس رُخِ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہوئی
ہو گئے اسرار اُس دلبر کے مجھ پر آشکار

قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
کیا تماشہ ہے کہ ہیں کافر ہوں تم مومن ہوئے
کیا اچنبھی بات ہے کافر کی کرتا ہے مدد
اہل تقویٰ تھا کرم دیں بھی تمہاری آنکھ ہیں
بے معاون میں نہ تھا تھی نصرتِ حق میرے ساتھ
پر مجھے اُس نے نہ دیکھا آنکھ اُس کی بند تھی
نام بھی کذاب اُس کا دفتروں میں رہ گیا
اب کہو کس کی ہوئی نصرت جناب پاک سے
پھر اِدھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائے تیرِ مکر
پھر لگایا ناخنوں تک زور۔ بنکر اک گروہ
ہم نگہ ہیں اون کی دجّال اور بے ایماں ہوئے
اب ذرا سوچو دیانت سے کہ یہ کیا بات ہے
کیوں نہیں تم سوچتے کیسے ہیں یہ پردے پڑے
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہاری مکر کی
پاک و برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
اِسقدر نُصرت کہاں ہوتی ہی اک کذّاب کی
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
آفتابِ صُبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
روشنی سے بغض اور ظُلمت پہ قربان ہیں

وادئ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
پھر بھی اس کافر کا حامی ہو وہ مقبولوں کا یار
وہ خدا جو چاہیئے تھا مومنوں کا دوستدار
جس نے ناحق ظلم کی رہ سے کیا تھا مجھ پہ وار
فتح کی دیتی تھی وحیِ حق بشارت بار بار
پھر سزا پاکر لگایا سُر مۂ دنبالہ دار
اب مِٹا سکتا نہیں یہ نام تا روز شمار
کیوں تمہارا متقی پکڑا گیا ہو کر کے خوار
کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار
بنگئے شیطاں کے چیلے اور نسلِ ہونہار
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ اون کو سازوار
آتشِ تکفیر کے اُڑتے رہے پیہم شرار
ہاتھ کِس کا ہے کہ رد کرتا ہے وہ دشمن کا وار
دل میں اُٹھتا ہے مِرے رہ رہ کے اب سَو سَو بخار
ایسے کاذب کے لیئے کافی تھا وہ پروردگار
خود مجھے نابُود کرتا وُہ جہاں کا شہریار
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچّے ہو ویں شرمسار
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار
میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار
دن سے ہیں بیزار اور راتوں سے وہ کرتے ہیں پیار
ایسے بھی شپر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار

سر پہ اک سُورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
مرتے ہیں بن آب وہ اور در پہ ہنرِ خوشگوار

طرفہ کیفیت ہے اون لوگوں کی جو منکر ہوئے
یوں تو ہر دم مشغلہ ہے گالیاں لیل و نہار

پر اگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو
جن کی نُصرت سالہا سے کر رہا ہو کردگار

مُردہ ہو جاتے ہیں اس کا کچھ نہیں دیتے جواب
زرد ہو جاتا ہے مُنہ جیسے کوئی ہو سوگوار

اون کی قسمت میں نہیں دیں کے لئے کوئی گھڑی
ہو گئے مفتونِ دنیا دیکھ کر اُس کا سنگار

جی چُرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے
کیا یہی ہے زہد و تقوےٰ کیا یہی راہِ خیار

کیا قسم کھائی ہے یا کچھ پیچ قسمت میں پڑا
روزِ روشن چھوڑ کر ہیں عاشقِ شبہائے تار

انبیا کے طور پر حُجّت ہوئی اُن پر تمام
اون کے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصّہ دار

میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پر آتا ہے
چھوڑ دینگے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر
یہ تو ہے سب شکل اُن کی ہم تو ہیں آئینہ دار

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی
سال ہے اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار

تھا برس چالیس کا میں اِس مسافر خانہ میں
جبکہ میں نے وحیِ ربّانی سے پایا افتخار

اِس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
پھر عجب تر یہ کہ نُصرت کے ہوئے جاری بحار

ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دیئے مجھ کو نشاں
ہر عدو پر حُجّتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار

نعمتیں وہ دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے
جن سے ہیں معنیٔ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ آشکار

سایہ بھی ہو جائے ہے اوقاتِ ظلمت میں جدا
پر رہا وہ ہر اندھیرے میں رفیق و غمگسار

اس قدر نُصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی
گر نہیں باور نظیریں اس کی تم لاؤ دو چار

پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر
اُس ہمیں سے ڈرو جو بادشاہِ ہر دو دار

یہ کہاں سے سُن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو
کچھ نہیں تم پر عقوبت گر کرو عصیاں ہزار

نعرۂ اِنّا ظلمنا سنّتِ ابرار ہے
زہر مُنہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہو نسلِ مار

جسم کو مَل مَل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں
دل کو جو دھووے وہی ہے پاک نزدِ کردگار

پنے ایماں کو ذرا پردہ اُٹھا کر دیکھنا
گر حیا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
کیا بگاڑا اپنے مکروں سے ہمارا آج تک
اے فقیہو! عالمو! مجھ کو سمجھ آتا نہیں
صدق کو جب پایا اصحاب رسول اللہ نے
پھر عجب یہ علم یہ تنقیدِ آثار و حدیث
بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہ دُنیا کے لیئے
کون در پردہ مجھے دیتا ہے ہر میداں میں فتح
تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد
بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی
اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
اُس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
قدرتِ رحمان و مکرِ آدمی میں فرق ہے
سوچ لو لے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا کہ میرے ساتھ تھا
یہ بھی کچھ ایماں ہے یارو ہم کو سمجھائے کوئی
غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے

مجھ کو کافر کہتے کہتے خود نہ ہوں از اہل نار
وہ مری ذلت کو چاہیں پا رہا ہوں میں وقار
اژدہا بن بن کے آئے ہو گئے پھر سوسمار
یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیں اور یہ نقار
اُس پہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار
دیکھ کر سو سو نشاں پھر کر رہے ہو تم فرار
رُوحِ انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار
جاہِ دُنیا کب تلک دُنیا ہے خود ناپائدار
کون ہے جو تم کو ہر دم کر رہا ہے شرمسار
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اک ادنیٰ شکار
خائب و خاسر رہے تم۔ ہو گیا میں کامگار
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
جو کہ اب پُوری ہوئی بعد از مرورِ روزگار
اُسمیں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اُس کو ایک بار
اِس قدر امرِ نہاں پر کس بشر کو اقتدار
جو نہ سمجھے وہ غبی از فرق تا پا ہے حمار
راہِ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو امیدوار
کس کے فرماں سے میں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار
جس کا ہر میداں میں پھل حرماں ہے اور ذلت کی مار
میں تو خود رکھتا ہوں اون کیسے دیں اور ایماں سے عار

گر یہی دیں ہے جو ہے اون کی خصائل سے عیاں
میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار

جان و دل سے ہم نثارِ ملتِ اسلام ہیں
لیک دیں وہ رہ نہیں جس پر چلیں اہلِ نقار

واہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

نازمت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں
اس کو ہیرا مت گماں کر ہے یہ سنگِ کوہسار

پیٹنا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہم مر گئے
جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہوں گے آشکار

ہے یہ گھر گرنے پہ اے مغرور لے جلدی خبر
تا نہ دب جائیں ترے اہل و عیال و رشتہ دار

یہ عجب بدقسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی
پر اُترتا ہی نہیں ہے جامِ غفلت کا خمار

ہوش میں آتے نہیں سو سو طرح کوشش ہوئی
ایسے کچھ سوئے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار

دن بُرے آئے اکٹھے ہو گئے قحط و وبا
اب تلک توبہ نہیں اب دیکھیئے انجامِ کار

ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مفقود ہے
اب قیامت تک ہے اس اُمّت کا قصّوں پر مدار

یہ عقیدہ برخلافِ گفتۂ دادار ہے
پر اُتارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

گوہرِ وحیِ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کے لیئے ہے جائے عزّ و افتخار

یہ وُہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشکِ تتار

یہ وُہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وُہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں رُوئے نگار

بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار

ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصّوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

ہے یہی وحیِ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشاں
جس کو یہ کامل ملے اُس کو ملے وہ دوستدار

واہ رے باغِ محبت موت جس کی رہ گذر
وصلِ یار اُس کا ثمر پر اردگرد اُس کے ہیں خار

ایسے دل پر داغِ لعنت ہے ازل سے تا ابد
جو نہیں اُس کی طلب میں بیخود و دیوانہ وار

پر جو دنیا کے بنے کیڑے وہ کیا ڈھونڈیں اُسے
دیں اُسے ملتا ہے جو دیں کے لیئے ہو بیقرار

رف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

ر وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکان دیں
مہدیٔ موعود حق اب جلد ہوگا آشکار

ان تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے
کون تھا جس کو نہ تھا اس آنیوالے سے پیار

ہر وہ دن جب آ گئے اور چودھویں آئی صدی
سب سے اول ہو گئے منکر یہی دیں کے مدار

ہر دوبارہ آ گئی احبار میں رسم یہود
پھر مسیح وقت سے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

ھا نوشتوں میں یہی از ابتدا تا انتہا
پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقش جدار

یں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کیطرح
میں نہیں مامور از بہر جہاد و کارزار

ر اگر آتا کوئی عیسیٰ انہیں امید تھی
اور کرتا جنگ اور دیتا غنیمت بے شمار

یسے مہدی کے لیئے میداں کھلا تھا قوم میں
پھر تو اُسپر جمع ہوتے ایک دم میں صد ہزار

ریہ تھا رحم خداوندی کہ میں ظاہر ہوا
آگ آتی گر نہ میں آتا تو پھر جاتا قرار

ک بھی پھر آ گئی جب دیکھ کر اتنے نشاں
قوم نے مجھ کو کہا کذاب ہے اور بدشعار

ہے یقیں یہ آگ کچھ مدت تلک جاتی نہیں
ہاں مگر توبہ کریں با صد نیاز و انکسار

یہ نہیں اک اتفاقی امر تا ہوتا علاج
ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی اور تبار

وہ خدا جس نے بنایا آدمی اور دیں دیا
وہ نہیں راضی کہ بے دینی ہو اُن کا کاروبار

بے خدا بے زہد و تقوے بے دیانت بے صفا
بن ہے یہ دنیائے دوں طاعوں کرے اسمیں شکار

صید طاعوں مت بنو پورے بنو تم متقی
یہ جو ایماں ہے زباں کا۔ کچھ نہیں آتا بکار

موت سی گر خود ہو بے ڈر کچھ کرو بچوں پہ رحم
امن کی رہ پر چلو بن کو کرو مت اختیار

بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی
کوئی ہے روبہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

ان دلوں کو خود بدل دے اے مرے قادر خدا
تو تو رب العالمیں ہے اور سب کا شہریار

تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں
جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار

ٹوٹے کاموں کو بناوے جب نگاہ فضل ہو
پھر بنا کر توڑ دے اک دم میں کر دے تار تار

تھی بگڑی کو بنا دے توڑ دے جب بن چکا
جب کوئی دل ظلمتِ عصیاں میں ہووے مبتلا
اِس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سُود ہے
دل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دل ہی کیا
فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیِ وجود
تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ نا تمام
تیرے مُنہ کی پھونک نے دل کو کیا زیر و زبر
اے خدا اے چارہ سازِ درد ہم کو خود بچا
باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل
تیرے بن اے میری جان زندگی کیا خاک ہے
گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے
جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دُور ہیں
چھُٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری اُلفت کے اسیر
سب پیاسوں سے نکو تر تیرے مُنہ کی ہے پیاس
جس کو تیری دُھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا
عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
ہیں تو تیرے حکم سے آیا مگر افسوس ہے
جیفۂ دُنیا پہ یکسر گر گئے دُنیا کے لوگ
دیں کو دے کر ہاتھ سے دُنیا بھی آخر جاتی ہے
زہد سے تقویٰ سے کوئی زحمت نہیں ہے خوبتر

تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سو کرے کوئی بچار
تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار
اک تری قیدِ محبت ہے جو کر دے رُستگار
دل وُہ ہے جس کو نہیں بے دلبرِ یکتا قرار
پس کرو اِس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار
اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار
اے مرے فردوسِ اعلیٰ اَب گرا مجھ پر ثمار
اے مرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار
ملتے ہیں مشکل سے ایسے سیب اور ایسے انار
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار
فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار
رہ میں حق کی قوتیں اُن کی چلیں بن کر قطار
جو ہُوئے تیرے لیئے بے برگ و بر۔ پائی بہار
جس کا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار
جس کو بے چینی ہے یہ وُہ پا گیا آخر قرار
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لیئے ہو اشکبار
شرطِ رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار
چل رہی ہے وہ ہوا جو رخنہ اندازِ بہار
زندگی کیا خاک اُن کی جو کہ ہیں مُردار خوار
کوئی آسودہ نہیں بن عاشق و شیدائے یار
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

تو چڑھے سورج نہیں بن روئے دلبر روشنی
یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہے شبِ تاریک و تار

اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بے نظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امّیدوار

کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
کون کرتا ہے وفا بن اُس کے جس کا دل فگار

غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اِس راہ میں لیل و نہار

کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے اکل و شرب
کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُر خطر
عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار

پر ہزار افسوس دُنیا کی طرف ہیں جھک گئے
وُہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانۂ ناپائدار

جس کو دیکھو آج کل وُہ شوخیوں میں طاق ہے
آہ رحلت کر گئے وُہ سب جو تھے تقویٰ شعار

ممبروں پر اُن کے سارا گالیوں کا وعظ ہے
مجلسوں میں اُن کی ہر دم سبّ و غیبت کاروبار

ایک کانٹا بھی اگر دیں کے لیئے اون کو لگے
چیخ کر اُس سے وہ بھاگیں شیر سے جیسے حمار

ہر زماں شکوہ زباں پر ہے اگر ناکام ہیں
دیں کی کچھ پروا نہیں دُنیا کے غم میں سوگوار

لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
میں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

اے مرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
نیک دن ہوگا وہی جب تجھ پہ ہو دیں ہم نثار

جس طرح تو دُور ہے لوگوں سے میں بھی دُور ہوں
ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا رازدار

نیک ظن کرنا طریقِ صالحانِ قوم ہے
لیک سو پردے میں ہوں اُن سے۔ نہیں ہوں آشکار

بے خبر دونوں ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد
میرے باطن کی نہیں اونکو خبر اک ذرہ وار

ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار

تاج و تختِ ہند قیصر کو مُبارک ہو مدام
اون کی شاہی میں مَیں پاتا ہوں رفاہِ روزگار

مجھ کو کیا مُلکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

ہم تو بستے ہیں فلک پر اِس زمیں کو کیا کریں
ملکِ رُوحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عزّ و جاہ
کام کیا عزّت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
ہم اُسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمیں
دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دوستی
دیکھ لو میل و محبّت میں عجب تاثیر ہے
کوئی رہ نزدیکتر راہِ محبّت سے نہیں
اُس کے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے
تیرِ تاثیرِ محبّت کا خطا جاتا نہیں
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاوے آگ سے
اِس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل
وُہ کتابِ پاک و برتر جس کا فُرقاں نام ہے
جن کو ہے انکار اس سے سخت ناداں ہیں وہ لوگ
کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر
مغزِ فرقانِ مطہّر کیا یہی ہے زہدِ خشک
گر یہی اسلام ہے بس ہو گئی اُمّت ہلاک
مُنہ کو اپنے کیوں بگاڑا نا امیدوں کی طرح
کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں
بات سب پُوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے

آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار
جس کا جی چاہے کرے اِس داغ سے وہ تن فگار
گر وہ ذلّت سے ہو راضی اُس پہ سو عزّت نثار
چھوڑ کر دُنیائے دوں کو ہم نے پایا وہ نگار
قُرب اِتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار
آملی اُلفت سے اُلفت ہو کے دو دِل پر سوار
ایک دل کرتا ہے جھک کے دوسرے دل کو شکار
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار
کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائے گا زر بے شمار
تیر انداز وا نہ ہو نا سُست اس میں زینہار
ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صد ہا آبشار
اِس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پھولوں کے ہار
وُہ یہی دیتی ہے طالب کو بشارت بار بار
آدمی کیونکر کہیں جب ان میں ہے حمقِ حمار
کر دیا قصّوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار
کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار
کس طرح رہ ہل سکے جب دیں ہی ہو تاریک و تار
فیض کے در کھُل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار
پھر وہی ضدّ و تعصّب اور وہی کین و نقار
بلغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے ثمار

دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہو گئیں — جن کا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و افتکار
اُس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا — جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اشتہار
پھر ذرا سوچو کہ اَب چرچا مرا کیسا ہوا — کس طرح سُرعت سے شہرت ہو گئی در ہر دیار
جانتا تھا کون کیا عزّت تھی پبلک میں مجھے — کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار
تھے رجوعِ خلق کے اسباب مال و علم و حکم — خاندانِ فقر بھی تھا باعثِ عزّ و وقار
لیک اِن چاروں سے میں محروم تھا اور نصیب — ایک انساں تھا کہ خارج از حساب و از شمار
پھر رکھا یا نام کافر ہو گیا مطعونِ خلق — کفر کے فتووں نے مجھ کو کر دیا بے اعتبار
اس پہ بھی میرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول — مرجعِ عالم بنایا مجھ کو اور دِین کا مدار
سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کے لیئے — کر دیئے اُس نے تبہ جیسے کہ ہو گرد و غبار
سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے — کوئی بتلائے نظیر اس کی اگر کرنا ہے وار
مکرِ انساں کو مِٹا دیتا ہے انسانِ دگر — پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار
مفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں رُوسیہ — جلد تر ہوتا ہے برہم افترا کا کاروبار
افترا کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی — جو ہو مثلِ مدّتِ فخر الرّسل فخر الخیار
حسرتوں سے میرا دِل پُر ہے کہ کیوں منکر ہو تم — یہ گھٹا اب جھوم جھوم آتی ہے دل پر بار بار
یہ عجب آنکھیں ہیں سُورج بھی نظر آتا نہیں — کچھ نہیں چھوڑا حسد نے عقل اور سوچ اور بچار
قوم کی بدقسمتی اس سرکشی سے کُھل گئی — پر وہی ہوتا ہے جو تقدیر سے پایا قرار
قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو ہیں دُنیا کے کرم — مقصد اُن کی زیست کا ہے شہوت و خمر و قمار
اُنکے بل چل رہی ہے اُن کی گاڑی روز و شب — نفس و شیطاں نے اُٹھایا ہے اُنھیں جیسے کہار
دِین کے کاموں میں تو اُن کے لڑکھڑاتے ہیں قدم — لیک دُنیا کے لیئے ہیں نوجوان و ہوشیار
حلّت و حرمت کی کچھ پروا نہیں باقی رہی — ٹھونس کر مُردار پیٹوں میں نہیں لیتے ڈکار
لافِ زُہد و راستی اور پاپ دل میں ہے بھرا — ہے زباں میں سب شرف اور پیچ دل جیسے چمار

اے عزیزو کب تلک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ
ایک دن ہے غرق ہونا با دو چشمِ اشکبار

جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیِ غربت کے خار

اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اُٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اُٹھا لے سارا بار

تیری عظمت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مُردہ وار

کام دکھلائے جو تو نے میری نُصرت کے لیئے
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زماں وہ کاروبار

کس طرح تو نے سچائی کو مری ثابت کیا
میں ترے قرباں مری جاں تیرے کاموں پر نثار

ہے عجب اک خاصیت تیرے جمال و حُسن میں
جس نے اک چمکار سے مجھ کو کیا دیوانہ وار

اے مرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم
تیری قدرت سے نہیں کچھ دُور گر پائیں سُدھار

مجھ کو کافر کہتے ہیں میں بھی انہیں مومن کہوں
گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شعار

مجھ پہ لے واعظ نظر کی یار نے تجھ پر نہ کی
حیف اُس ایماں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

وُہ خدا جس نے نبی کو تھا زرِ خالص دیا
زیورِ دیں کو بناتا ہے وُہ اب مثلِ سُنار

وُہ دکھاتا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں اکراہ و جبر
دیں تو خود کھینچے ہے دل مثلِ بُتِ سیمیں عذار

پس یہی ہے رمز جو اُس نے کیا منع از جہاد
تا اُٹھادے دیں کی رہ سے جو اُٹھا تھا اک غبار

تا دکھاوے منکروں کو دیں کی ذاتی خوبیاں
جن سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیِ رازِ نبوّت ہے اِسی سے آشکار

نُور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نُور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
گرچہ نکلے رُوم کی سرحد سے یا از زنگبار

اے مرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وُہ اگر پھیلائیں بدبُو تم بنو مشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
چُپکے چُپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

جس نے نفسِ دوں کو ہمّت کرکے زیرِ پا کیا
گالیاں سُنکر دُعا دو پاکے دُکھ آرام دو
تم نہ گھبراؤ اگر وُہ گالیاں دیں ہر گھڑی
چُپ رہو تم دیکھ کر اُن کے رسالوں میں ستم
دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
افترا اُن کی نگاہوں میں ہمارا کام ہے
خیر خواہی میں جہاں کی خوں کیا ہم نے جگر
پاک دل پر بد گمانی ۔ ہے یہ شقوت کا نشاں
جبکہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتے پھلتے نہیں
کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے
یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اسمیں بات ہے
مجھ کو خود اُس نے دیا ہے چشمۂ توحید پاک
دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
خیرگی سے بد گمانی اس قدر اچھی نہیں
ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
پُشتیٔ دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہوں
جاہلوں میں اِس قدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی
کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
اے کہ ہردم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
چیز کیا ہیں اُس کے آگے رستم و اسفندیار
کِبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
چھوڑ دو اُن کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار
دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کردیں حال زار
شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار
یہ خیال اللہ اکبر کِس قدر ہے نابکار
جنگ بھی تھی صُلح کی نیّت سے اور کیں سے فرار
اب تو آنکھیں بند ہیں دیکھیں گے پھر انجام کار
پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے ثمار
کچھ تو اُس دن سے ڈرو یارو کہ ہے روزِ شمار
کِس طرح ممکن کہ وہ قدّوس ہو کاذب کا یار
بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار
تا لگاوے از سرِ نو باغِ دیں میں لالہ زار
پھر اگر قدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار
ان دنوں میں جبکہ ہے شورِ قیامت آشکار
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رُستگار
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
نارسا ہے دستِ دشمن تا بفرقِ ایں جدار
کچھ بُرے آئے ہیں دن یا پڑ گئی لعنت کی مار
واہ رے شیطاں عجب ان کو کیا اپنا شکار
دوسری قوت کہاں گم ہو گئی اے ہوشیار

میں اگر کاذب ہوں کذّابوں کی دیکھونگا سزا ۔ پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روزِ شمار

اِس تعصّب پر نظر کرنا کہ مَیں اسلام پر ۔ ہوں فدا۔ پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

مَیں وُہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر ۔ میں وُہ ہوں نُورِ خدا جس سے ہُوا دن آشکار

ہائے وُہ تقویٰ جو کہتے تھے کہاں مخفی ہوئی ۔ ساربانِ نفسِ دوں نے کس طرف پھیری مہار

کام جو دِکھلائے اُس خلّاق نے میرے لیئے ۔ کیا وہ کرسکتا ہے جو ہو مفتری شیطاں کا یار

میں نے روتے روتے دامن کر دیا تر درد سے ۔ اب تلک تم میں وہی خشکی رہی باحالِ زار

ہائے یہ کیا ہو گیا عقلوں پہ کیا پتھر پڑے ۔ ہو گیا آنکھوں کے آگے اُن کے دن تاریک و تار

یا کسی مخفی گنہ سے شامتِ اعمال ہے ۔ جس سے عقلیں ہو گئیں بیکار اور اک مُردہ وار

گردنوں پر اِن کی ہے سب عام لوگوں کا گنہ ۔ جن کے وعظوں سے جہاں کے آگیا دل میں غبار

ایسے کچھ سوئے کہ پھر جاگے نہیں ہیں اب تلک ۔ ایسے کچھ بھولے کہ پھر نسیاں ہُوا گردن کا ہار

نوعِ انساں میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے ۔ وہ بدی آتی ہے اُس پر جو ہو اُس کا کاشتکار

چھوڑ کر فرقاں کو آثارِ مخالف پر جمے ۔ سر پہ مسلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار

جبکہ ہے امکان کذب و کجروی اخبار میں ۔ پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب انہی پر انحصار

جبکہ ہم نے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے ۔ جبکہ خود وحیِ خدا نے دی خبر یہ بار بار

پھر یقیں کو چھوڑ کر ہم کیوں گمانوں پر چلیں ۔ خود کہو رویت ہے بہتر یا نقولِ پُر غبار

تفرقہ اسلام میں نقلوں کی کثرت سے ہوا ۔ جس سے ظاہر ہے کہ راہِ نقل ہے بے اعتبار

نقل کی تھی اک خطا کاری مسیحا کی حیات ۔ جس سے دیں نصرانیت کا ہو گیا خدمتگذار

صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر ۔ ہو گئے شیطاں کے چیلے گردنِ دیں پر سوار

موتِ عیسیٰ کی شہادت دی خدا نے صاف صاف ۔ پھر احادیثِ مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار

گر گماں صحت کا ہو پھر قابلِ تاویل ہیں ۔ کیا حدیثوں کے لیئے فرقاں پہ کر سکتے ہو وار

وُہ خدا جس نے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا ۔ اب بھی وہ تائیدِ فرقاں کر رہا ہے بار بار

سرکو پیٹو! آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمرِ دُنیا سے بھی اب ہے آ گیا ہفتم ہزار

اُس کے آتے آتے دیں کا ہو گیا قصّہ تمام
کیا وہ تب آئیگا جب دیکھیگا اس دیں کا مزار

کشتیِ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش
جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار

وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملّت کے لیئے
شُعلے پونہچیں جس کے ہر دم آسماں تک بیشمار

اے خدا تیرے لیئے ہر ذرّہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار

خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بے قرار

اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار

ایک فرقاں ہے جو شک اور ریب سے وہ پاک ہے
بعد اس کے ظنِّ غالب کو ہیں کرتے اختیار

پھر یہ نقلیں بھی اگر میری طرف سے پیش ہوں
تنگ ہو جائے مخالف پر مجالِ کارزار

باغ مُرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار

مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

جھانکتے تھے نُور کو وہ روزنِ دیوار سے
لیک جب در کھُل گئے پھر ہو گئے شپّر شعار

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی لے امیدوار

پر ہوئے دیں کے لیئے یہ لوگ مارِ آستیں
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آزردہ یار

غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مُردار خوار

گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دُور تر ہیں جا پڑے
اُن کے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار

ہم نے یہ مانا کہ اُن کے دل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں نا امید
آیتِ لا تیئسوا رکھتی ہے دل کو استوار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربّ ذو المنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

دن میں آیا ہے مسیحِ وقت وہ منکر ہوئے
مر گئے تھے اس تمنّا میں خواصِ ہر دیار

میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر
میں نہیں رکھتا تھا اس دعوے سے اک ذرہ خبر

گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے

ان نشانوں کو ذرا سوچو کہ کس کے کام ہیں
مفت ہیں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
ایسی سرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالوں کے بعد

کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
مٹ گئے حیلے تمہارے ہو گئی حجت تمام

بندۂ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
مت کرو بک بک بہت اسکی دلوں پر ہے نظر

کیسے پتھر پڑ گئے ہے ہے تمہاری عقل پر
ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمدؐ پر تبر

کونسی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج

یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک
جنگ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا

ہر نبیِ وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر

میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار
کھول کر دیکھو براہیں کو کہ تا ہو اعتبار

وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار

پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب دیوانہ وار
یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار

کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار

جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار
اب کہو کس پر ہوئی اے منکرو لعنت کی مار

کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب نہ دل میں خرخشہ ہار
دیکھتا ہے پاکیٔ دل کو نہ باتوں کی سنوار

دیں ہی منہ میں گرگ کے ۔ تم گرگ کے خود پاسدار
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور انکے وہ وار

کونسے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

کیا یہ شمس الدین نہاں ہو جائیگا اب زیرِ غار
دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

کر گئے وہ سب دعائیں با دو چشمِ اشکبار

ے خدا شیطاں پہ مجھ کو فتح دی رحمت کے ساتھ
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ روس اور جاپان سے
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچکر
بسترِ راحت کہاں اِن فکر کے ایام میں
لشکرِ شیطاں کے نرغہ میں جہاں ہے گھِر گیا
نسلِ انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے
کیوں کرینگے وُہ مدد ان کو مدد سے کیا غرض
پر مجھے رہ رہ کے آتا ہے تعجّب قوم سے
شکر لِلّٰہ میری بھی آہیں نہیں خالی گئیں
اک طرف طاعونِ خونی کھا رہا ہے ملک کو
دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
ایک ہی دم میں ہزاروں اِس جہاں سے چلدئے
یا تو وہ عالی مکاں تھے زینت و زیبِ جلوس
حشر جس کو کہتے ہیں اک دم میں برپا ہو گیا
دب گئے نیچے پہاڑوں کے کئی دیہات و شہر
اس نشاں کو دیکھ کر پھر بھی نہیں ہیں نرم دل
وہ جو کہلاتے تھے صوفی کیں ہیں سب سے بڑھ گئے
کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی زبدۃ الابرار ہیں
پر وہی نافہم ملہم اوّل الاعدا ہوئے
سب نشاں بیکار اُنکے بغض کے آگے ہوئے
دیکھنے ہرگز نہیں قدرت کو اُس ستّار کی

وُہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار
میں غریب اور ہے مقابل پر حریفِ نامدار
اے مری جاں کی پنہ فوجِ ملائک کو اُتار
غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبہائے تار
بات مشکل ہو گئی قدرت دِکھا اے میرے یار
اَب ہماری ہے تری درگاہ میں یارب پکار
ہم تو کافر ہو چکے اُن کی نظر میں بار بار
کیوں نہیں وُہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار
کچھ نہیں طاعوں کی صُورت کچھ زلازل کے بخار
ہو رہے ہیں صد ہزاراں آدمی اُس کا شکار
جس سے اک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار
جس قدر گھر گر گئے اُن کا کروں کیوں کر شمار
یا ہوئے اک ڈھیر اینٹوں کے پُر از گرد و غبار
ہر طرف میں مرگ کی آواز تھی اور اضطرار
مر گئے لاکھوں بشر اور ہو گئے دُنیا سے پار
پس خدا جانے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار
کیا یہی عادت تھی شیخِ غزنوی کی یادگار
پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ کچھ وحیٔ رحماں کی پھُوار
آگیا چرخِ بریں سے اُنکو تکفیروں کا تار
ہو گیا تیرِ تعصّب اُن کے دل میں وار پار
گو سنا دیں اُن کو وہ اپنی بجاتے ہیں ستار

صوفیا اب ہیچ ہے تیری طرح تیری تراہ — آسماں سے آگئی میری شہادت بار بار

قدرتِ حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے — یا محبت کے وہ دن تھے یا ہوا ایسا نقار

دھو دیئے دل سے وہ سارے صحبت دیرین کے رنگ — پھول بن کر ایک مدت تک ہوئے آخر کو خ[illegible]

جس قدر نقدِ تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام — آہ! کیا یہ دل میں گذرا - ہوں میں اس کے دلفگار

آسماں پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر — دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غ[illegible]

اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد — جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر اور مرغ[illegible]

تاریخ امروزہ ۱۵- اپریل ۱۹۰۵ء

آئے گا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب — اک برہنہ سے نہ یہ ہو گا کہ تا باندھے ازار

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے — کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر — نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رود بار

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن — صبح کر دیگی انھیں مثلِ درختانِ چنار

ہوش اُڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس — بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار (بلبل)

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی — راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بیخود راہوار

خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں — سرخ ہو جائینگے - جیسے ہو شرابِ انجبار

مضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس — زار بھی ہو گا تو ہو گا اُس گھڑی باحالِ زار

اک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربانی نشاں — آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس — اسپہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا — کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا ادھار

از کلمات طیبات حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام